

# انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب  
اجازت علیٰ حضرت بندگانِ عالی متعالیٰ ہرگز اللہ  
ہائے اصیاف جاہ منظر الممالک نظام الملک نظام الدولہ  
نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر  
فتح جنگ جی سی ایس آئی جی سی بی خلدائیکہ  
وسلطانہ وادام اقبالہ کے نام نامی و اسم سامی  
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے



ثنوی

# قرآن السعید

## مختصر فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر
	<b>تمہید</b>	
۱	یادِ رفگان، اعتراف و شکر	۱
۶	خسرو کی طبعِ آزاد ثنویوں بالخصوص قرآن السعید کی خصوصیات	۲
۳۰	قرآن السعید میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۳
۵۱	قرآن السعید کا سلسلہ تواریخ، شعور و سنین	۴
۵۶	قرآن السعید میں مسیح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵
۵۷	ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور ثنوی قلم ان	۶
۵۷	کا احسن لاتی نتیجہ	
	<b>مقدمہ</b>	
۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱





مکتبہ

مثنوی قرآن السَّعْدِیْنَ خُصْرُو

نُوشْتَه

سید حَسَن بُرْہَنی بی اے

ایں سخن چنْد کہ بخواست ست  
شاعری نیست ہمہ است ست

(از مثنوی قرآن السَّعْدِیْنَ)

صفحہ	مضمون	صفحہ
۲	واقعات	۲
۴۷	خسرو کی ملازمت کا حال پر سبیل اجمال	۳
۵۵	فرمایش نظم اور تصنیف ثنوی قرآن السعیدین	۴
۵۹	وصف نگاری	۵
۷۱	تشریح سنرل	۶
۹۵	مقامات ثنوی	۷
۱۳۵	صنایع و بدائع	۸
۱۶۳	قبول عام	۹
۱۶۵	خاتمہ	۱۰

## متن

۱	حمد، نعت، مدحت شاہ	۱
۲۸	صفتِ ہلی و متعلقات	۲
۴۸	ابتدائی واقعات (یک قباد کے اودھ پہنچنے تک)	۳
۱۱۴	ملاقات پسر و پدر (آغاز نامہ و پیام)	۴
۲۴۴	ختم کتاب	۵

صفحہ	مضمون
	(۱) پہلی خصوصیت ”تاریخی اہمیت“
۸	خسر و کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پچاھ سال معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں
۹	قرآن السعدین کے تمام واقعات خسر و کے چشم دید ہیں
۱۰	ان واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسر و کے بیانات
۱۰	(۱) خط از غزۃ الکمال مشتبہ حالات روانگی و رسیدن با وودہ و کیفیت ہجر و مفارقت
۱۳	(۲) خط از عجماز خسر و کی مشتبہ حالات ملاقات کیقباد با پدر خود و ملاقات خسر و شمس
	دیروا شیر و فتن خسر و با وودہ
۲۰	مختصر حالات شمس دیروا شیر الدین
	(ب) دوسری خصوصیت ”واقیعت“
۲۲	واقیعت کے معنی اور اس کے دو پہلو، انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ
۲۳	قرآن السعدین میں واقیعت کا کمال
۲۳	وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق
۲۴	انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ کی مثال قرآن السعدین سے
۲۴	مناظر فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے
۲۵	مثنوی قرآن السعدین میں مناظر فطرت کا بیان
	(ج) تیسری خصوصیت ”ادراک نفسانیات و حفظ و تفریق شخصیات“
۲۵	تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور وقت
۲۶	”وصف نگاری“ اور ادراک نفسانیات، درجہ واقیعت کے خارجی اور داخلی پہلو
۲۶	داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسر و کو اس کا احساس
۲۶	قرآن السعدین کے اشخاص قصہ

# فہرست مضامین

## مہتمم

### قرآن السعدین

صفحہ	مضمون
۵-۱	(۱) یادِ رنگاں، اعتراف و شکریہ
۱	یادِ رنگاں بسلسلہ خسروی
۲	مولانا اسماعیل مرحوم کی خدمات متعلق بسلسلہ خسروی
۴	مولانا کی ادبی خدمات
۳	مولانا کے مختصر حالات
۶	مولانا کی تعلیمی خدمات
۶	اعتراف و شکریہ بسلسلہ ترتیبِ کلیات خسرو
۵	راستہ کی مولانا سے ملاقات بسلسلہ مذکورہ
۶	قرآن السعدین کی تنقید مولانا کی اخیر تصنیف ہے
۴-۶	(۲) خسرو کی طبعِ آزادِ مثنویوں بالخصوص ستران السعدین کی خصوصیات
۶	مثنویات خسرو کی دو قسمیں ”اتباعی“ اور ”طبعِ آزاد“
۶	”اتباع“ کے صحیح معنی
۴	طبعِ آزادِ مثنویوں میں قرآن السعدین پہلی مثنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی

صفحہ	مضمون
۳۰	قرآن السعدین کے بعض نسخوں میں اس ثنوی کا نام ثنوی درصفتِ دہلی، کیوں لکھایا جاتا ہے
"	دہلی کے متعلق معلومات
"	اس کا لقب "قبة الاسلام" تھا
"	شہر بہاری پر آباد تھا
۳۱	دہلی کے تین حصے تھے
"	قصر مغزی واقع کیلو عری
۳۳	"شہر نو"، کیلو کھڑی، کی بنیاد کی قباد سے بہت پہلی پڑ چکی تھی
۳۵	دہلی کی عمارات
۳۶	مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "دیون" کا سلسلہ غیر مستف تھا
۳۷	منارہ ماؤنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت
"	حوض سلطان
۳۹	مضافات دہلی
"	سیری اس وقت سبزہ زار تھا
"	اندپت
۴۰	لمپت
"	بہا پور
"	افغان پور
مقابل صفحہ ۴۱	دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ
۵۱-۵۵	(۳) قرآن السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہور و شین
۵۱	قرآن السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے

صفحہ	مضمون
۲۷	کیقباد
۲۸	خسر و کی مثنویاں اس عمدگی تاریخ کا آئینہ ہیں
۲۹	قرآن السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں
۱۸	یہ غزلیات مجرذ جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کر دیتی ہیں
۳۰	غزل پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے
۳۱	شاعری کو معیار پر قرآن السعدین کی غزلیات پوری اترتی ہیں
۳۲	خسر و کی غزل سرائی خاص رنگ لگتی ہے
۳۱	قرآن السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پر لطف تنوع پیدا کر دیتی ہیں
	(د) چوتھی خصوصیت ”جذت“
	خسر و کی طبیعت جذت پسند اور طرّفہ آفرین تھی اور تعلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار
۳۱	رکھا گیا ہے
۳۲	مثنوی قرآن السعدین جذت کا نمونہ ہے
۳۳	جذت شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت
۳۴	خسر و کے تخیل کی کیفیت
۳۵	تخیل کی مثال مغلوں کی ججوت سے
	(د) پانچویں خصوصیت ”تناسب“
۳۸	فنون لطیفہ میں تناسب کے معنی
۳۹	مثنوی میں تناسب قائم رکھنے کی دشواری
۴۰	قرآن السعدین اور تناسب
۵۱-۴۰	(۳) قرآن السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ انڈیا آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسرو کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسماعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمانی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پابربکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاقِ اجل کیس لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسماعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمتِ سست باندھ کر منزلِ مقصود کی رو پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دور وہ اس وادی میں مرحلہ پیمائے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

واقعات کا سلسلہ قائم کرنے سے قرآن السعدین کے اصل اقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ  
 ۵۳ اخیر جمادی الاول ۱۱۱۱ھ قرار پاتی ہے

جلوس کی قیادت کی تاریخ اوائل ۱۱۱۱ھ قرار پاتی ہے  
 ۵۴ خسرو کے قیام اور وہ تہی صحیح مدت کیا ہی اور بظاہر جو اختلاف خسرو کے بیانات میں پایا جاتا  
 ہے وہ کس طرح رفع ہوتا ہی

۵۴-۵۶ ۱۵) قرآن السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ

مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مثنویوں میں

قرآن السعدین در خمسہ سے پہلے کی دوسری مثنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقاً تو ظاہر ہے

۱) خود خسرو کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے

۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسرو کا تعلق غفوان شباب

سے پیدا ہو گیا تھا

۵۷ اس فروگزاشت کی وجہ

۶) ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ ۵۸-۶۱

۵۹ مثنوی قرآن السعدین کا ایک قصہ طلب شعر جس میں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہے

۵۸ ہندی الفاظ کا خسرو کے یہاں آزادانہ استعمال

خسرو کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت "ہندوستانی"

۵۹ خسرو ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں

خسرو اس عہد کے صحیح نمائندہ ہیں

خسرو کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہے

۶۰ خسرو کا ملک کی شرک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہے

۶۰ قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ



مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ

۱۲ نومبر ۱۸۴۲ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاڈ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سرشتِ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر کڑی اختیار کی۔ لیکن خدا داد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب انھوں نے منشن لی تو وہ نارل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت انھوں نے دنیا کی ثروت اور عزتِ حاصل کی۔ اُن کی کتب دُریہ جو اردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں اور اب تک رائج ہیں۔ منشن نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خان صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے شمس العلماء کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور قلم، قلم، قلم، دے دے ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں انھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیم نوا نے انھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۱ء میں اُن کی تحریک سے مدارس اُن کا ہمت ساج ہوا، جن کی نگرانی انھوں نے اپنے فتنے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

والبتگانِ سلسلہ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگتے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو متور کر رہی تھیں  
 یکایک اعلیٰ اہل نمودار ہوا، اور مولنا لتیک لکھراپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر  
 پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ۵

مجلسِ یارِ پریشانِ زبَانِ سَدُودِ بَکِ بَرگِ یَزِی گُوئی اندر گِلستاں پُٹ  
 سلسلہ خسروی میں ”حیات“ کا قرعہ مولنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں ثنوی  
 قرآن السعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ  
 میں گزے۔ اس مدت میں قرآن السعدین پر مکمل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے  
 بہت سامواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزاء ترتیب دے لیے جن میں مغربی  
 کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ء) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے  
 اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولنا کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا۔  
 یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد  
 اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولنا اسماعیل جاسے لیر پھر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا  
 نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ شروظ نظم و نوت  
 ملک کے چند بہترین اہل قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا  
 ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں  
 قبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہیں اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھ کر سنایا ہے  
 ”گنگاں اُفتادہ در اطرافِ آن صحراؤں سب ہچو صورتِ تہا کہ در دیباے انھن بافتہ“  
 ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ ”امیر کے کلام میں صنایع بدائع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں  
 کہ ان تحکفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑ جاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر  
 اس قدر بے تکلف اور بامرہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطیف شاعری بڑھ جاتا ہے“ مثال کے  
 طور پر قرآن السعیدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دہرایا ہے

آبِ راز تاج و قباؤ کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۶)  
 قرآن السعیدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں  
 پیش ہو مولانا اسماعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اس کے لکھنے میں مولانا نے پوری  
 جان بچا ہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔  
 زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں  
 لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل صنیعی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں  
 یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قرآن السعیدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ  
 اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو  
 تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تفسیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی  
 پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

پوسے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکر یہ کی مستحق ہیں۔ انہوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرستہ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک ہو۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمائشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلہ خسروی میں انہوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغناء دکھا سکتے ہیں تو مولنا کا ایسا رخاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ ”خسرو کے سلسلہ میں مولنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی اور اُن کے بزرگانہ اخلاق و علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسرو کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے ”خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم انہیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے۔“ ایک دفعہ وسطِ الحیات سے ”خان شہید“ کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت  
ہمیشہ عائد کیا جاتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہے۔ قرآن السعیدین (جو بڑی ثمنویوں  
میں سب سے پہلی طبع شدہ ثمنوی ہے) اور جو نخسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی،  
اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ ثمنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اس  
رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہے۔ اس ثمنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود  
نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ لیا  
ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

عمر میر نے ایک چھوٹی سی ثمنوی دیصفت لکھا، لکھی ہے جس میں مصنف نگاری کا التزام کیا ہے جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہے۔  
لیکن یہ ثمنوی قرآن السعیدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہے، اور نہ بجز مصنف نگاری کے خسرو کی ثمنوی کے ساتھ اس میں کوئی  
مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں میر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بجز مذکورہ لکھی ناول میں ذیل کو جاتی ہیں:  
ز کشتی بل کمان دل نشینے بہر گوشتہ در چلہ گزینے بہر نام تیرا و چوں می کند کار کہ نے یکا نش کس مدہ نہ سوار  
کمانش گفتم و الحق ہماست بہر طاح اوزاع کمانست اگر سراب باشد در بسیم نیار دایں کماں تنہا کشیدن  
زانت ایں کماناں کماں بہر گز نشد شایستہ کہرا اندیشہ امن امانست کہ طوفاں چاشنی ایں کمانست  
بود چنگے کنار آب جایش ز فیض و دہاساز تو بہر گزین چنگ رہا گشتہ شحال کہ کف بر کف نہ ہر دم چو قوال  
ازاں ناز چنگ نغمہ پرداز کہ باشد باداںش برسانہ تبسم او ہمہ از چنگ جویدہ لیکن اہل ہندش نائے گویند  
بود پیر کمن سالتش زیاست ز شوق آب جانش نیکبخت عاس از قاشش گشتہ پیدہ ہر دم پیر دم بر ناست شیدا  
بروں آورد ریش دلبندی بچندین گمزد و رفتندی کند باج بچانگ آب شوب ترا شد دست و پا و خوش از چوب  
بیادتا سراغ آشنائی ز ہر دم بد یادست چاک گزشتن سواب و فادہ عنان غم بدست یاد داد  
و ہر دم علم دیا کردہ تکرار معلم تختہ آوشتہ صدا پرستش بر غم چرخ پیسہ پزد ہر لحظہ سودائے ہر لیسہ  
نیدام چہ یاریش دیدند کہ آبش از شکم برون کشید بود اور اسبک قناری میں رودرہ با ہزاراں پائے چوبیں  
سبک پالیت باراد گزشتہ دلی پالیش بستہ دیم گزشتہ از اں ریاب و سرکہ آہو کہ دیار اگر گزشتہ در تہ چوب

(۲)

خسر نے جس قدر مشنویاں لکھی ہیں ان کی دو جدا گانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں  
 اوّل وہ مشنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مشنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں  
 خمسہ کی پانچوں مشنویاں ہیں جن میں خمسہ نظامی کا متبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد  
 چھوٹی چھوٹی مشنویاں اور قرآن السعیدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلق نامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع  
 کی دو حیثیتیں ہیں جن میں منسرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔  
 یعنی نظامی کی پانچوں مشنیوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا  
 ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقاء تمدن کے دوسرے شعبوں  
 کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر سچے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس  
 لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی  
 دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی  
 نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر  
 آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بہت  
 طور پر متماثر کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی  
 سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مشنیوں میں بدرجہ غایت غالب  
 ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مشنیوں کے متعلق یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غزۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہدِ نبوی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں کی مرتب ہو سکتی ہے جو سندا اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اس قدر گہرے تھے۔

قرآن السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمام تر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیتباد کا لشکر دہلی سے چلا ہی خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولانا اسماعیل صلب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے کو کیتباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غزۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں انھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیتباد اور ناصر الدین محسود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد ثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جدِ اجداد دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسرے جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد ثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی ثنویاں ہیں۔ ان ثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہدِ علانی اور بعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ پہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارکشاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں مل سکتے۔ تعلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تعلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوۃ میں ملہن کے عہد کی ثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیڑے

بہارے دوسوے اسیا ہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

نشتہ چوں دوسوے چشمِ نرمل

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشارہ صفحہ ۴۴ تا صفحہ ۴۸ کو ان اشارے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا مندرقی نظر آئے گا۔ . . . . ہندوستان میں کشتی سال کی گزری سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ماہِ فحہ کا صلے از سالِ خاست + گشت یکے ماہ بدہ سالِ راست۔ اس کے مقابلہ میں کاشمیریہ بودیرکمن سالیث نیاست + ز شوقِ آب جانشان شکیباست۔ اس شعر میں مصرعِ اولیٰ اور مصرعہ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل عربی معلوم ہوتا ہے وہ لطافتِ موزونیت کمالِ خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو حوصلہ نہک سرگواں کھاتھا۔ اس کا ذکر کر کے آتا ہے۔



آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں و ستوں اور دار السلطنت کی یاد پر۔

لیک از غم دوریت چانم	کز تن بلب آئد بہت جانم
شہا من دل نغم نوازی	بایا دو در خیال بازی
دل سوختہ چون چسپان گشتہ	صد جے در و نہ داغ گشتہ
درے دہزار آہ جان سوز	آہے دہزار تیر دل دوز
دل رفتہ و تن بنجاک ماندہ	جاں بر شرف ہلاک ماندہ
با آں کہ ازین ولایت خوش	یارے دوسہ اند نغز و دوش
از حالت من راز ویت	عاشق شدہ ہچو من بر ویت
با من بموانست شب درو	دل سوختہ رافاعت آموز
نے فاصدہ تور سد بسویم	نے باد رسا نداز تو بوم
کو آں بوناہم نشستن	دل رطب و نشاط بستن
کہ دادین دیر نظم چون نوش	از درج دہن بکلفہ گوشت
گاہے بیدیدہ دل آویز	سفتن گہرے بنجامہ تیز
گاہے غزلے جواب گفتن	گاہے سخن شراب گفتن
کہ جام نشاط نوش کردن	کہ زخمہ تر بگوش کردن
کہ گردن گشت سوئے بتار	گاہے بطوافِ حوضِ سلطار
ہر شب منم دلدے و درے	غم را بد و چشم آب خورے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دنوں خطوں کا قرآن السعدین سے براہ راست تعلق ہوا اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دنوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

## تلج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خواند ز من خراب سینہ خسرو نہ کہ بندہ کمینہ

می گوید وی نہ شغبناک چوں قطرہ اشک سے بجاک

کانر دز گشتم از بربت در ق محروم شدم چو سایہ از نور

بر غم سفر غماں کشا دم خوابہ ز دید گاں کشا دم

باشک پشاه کو تن بر کوچ در گریہ می شدم بہر کوچ

تا بعد دو ماہ از رہ دور آمد باودہ سپاہ منصو

سلطان نظرے بلطف بکشا د و اقطاع او دہ بجان داد

شد شہر او دہ حوالہ خاں شد دہرا بد نوالہ جان

بااں کہ نہ اشم صبری افادہ سکونم ضروری

اس کے بعد شہر او دہ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایک

(حاکم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تبریت نو از چشم کرم بکار خسرو

چوں رنگ پذیر شد تھا کہ صنعت بود آن نہ حسب حالت  
 یک بیت زگفتہ نظامی تفسیر کم اندرین تمامی  
 کارایش کردنی ز حدیش زخارہ قصہ را کند ریش

یہ خط ۱۶ شعبان ۱۰۸۷ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دہلی  
 مہینے کے سفر کے بعد اودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس  
 ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ  
 پہلا خط ہے۔ خسرو محبت و الفت کا مجسمہ تھا قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی  
 مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اودھ میں  
 رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اودھ سے روانہ ہو کر  
 ذوالقعدہ ۱۰۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام ”خداوند و برادرم..... نجم الملک والدین“

(از اعجاز خسروی رسالہ نقاش)

دوستدار یگانہ خسرو سلطانی..... برآں لے انور.....  
 مصوری گردانہ کہ..... خداوند ملک ملوک، اشرق و قطب ارکان الملک  
 اختیار الحق والدین..... علی ایک سلطانی..... از اوج ارتفاع بہ شہم سعادت  
 در کار بندہ ناظر ست لیکن دل بندہ کہ از تافتگی آفتاب فراق در ہوائے

شب و زکنم ز آه جانسوز      زیں گو نہ بود شبِ مرار و  
 یکشب من دل چرخ پیش      جانے ہزار داغ در پیش  
 بودیم ہم گفت گویت      محرم نہ کہے جز آرزویت  
 گفتم کہ ازیں اسیریداد      یاد آیت یا نیاید  
 تاحال بدانیم کہ چو غم      وز دیدہ چگونہ غرقِ خوغم  
 روشن کندت زبانِ خامہ      حال من ازیں فراق نامہ  
 ماہِ رجبِ شبِ شنبہ      یک ہفتہ حسابِ فتنہ  
 تاریخِ زہرتِ اکنم یاد      بر ششصد ہفت ہشتاد  
 غدارِ شبے ز ابر تار یک      بار نہ بقطر ہائے بار یک  
 عینِ بشکالِ وقتِ باراں      نیمہ زدہ ابر را سواراں  
 بکشاوہ بینالہ عدرا کام      بردہ دہلِ خروشِ بام  
 می گفت ترانہ ابرِ سرمست      بود آبِ برقصِ برقِ حمت  
 باراں ہوا بقطرہ سازی      قطرہ بزیں بجامت بازی  
 گریہِ زمین و ز ابر ہم یاد      بیرون و درون خانہ غم باد  
 تا وقتِ سحرِ قلم در انگشت      در تاریکی ہی زدہ مشت  
 چون نیست تکلفِ بدر دم      در نامہ تکلفِ نکر دم  
 صنعتِ سخنِ نکر دم آغاز      تا قصہ نامہ از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدین دیر نور اللہ الی یوم الدین چون آفتاب  
قیامت بر سرِ این فرہ آمد طلعت الشمس گشمت الطلوع از گرمی آں مہر بر خود  
بسو ختم و ختم از حرارتِ درونی بیرون جوشید۔ از احتراق طاقتِ آن ششم  
کہ سوئے او تو انم دیدم مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آبِ چشم من گشت۔  
آبِ چشم گبرد و چو منی خوردید خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندام

دیدم کہ از عفونتِ ہولے ہندوستان آں چشم بر آبِ خود نمانده بود، بلکہ آفتاب  
مرا بدید و از جاسے خود برفت۔ بجملہ بسیار بجالیش آوردم۔ نحو ثبکات  
از دورانِ وزگار در میان آورد کہ شیوہ آبای علوی و امہات سفلی است  
کہ انبای جنسِ اخوانِ انس اپوں نباتِ النعش از ہمدگر متفرق و متغرب  
می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدار خویش زبانِ حال را لبسانِ المقال طلبے  
ہرچہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ درچہ از آنچه بود عالی شدہ بود و از برآید  
دولتِ خویش الشمس لا یخفی فی کلِّ مکان گشتہ دفعہ اللہ فی  
مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحابِ رایا و کرمے علی العموم  
می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب ۱۔

بگریہ گفت کہ آمد بے ستارہ بجشم  
ستارہ کہ مرا باید آں بحشم نیامد

دوستانِ ترہ ذرہ شدہ است۔ نہ در آسمان ست نے در زمیں۔

..... مقروء آں ضمیر مستیری گرداند کہ اندر اپنے سلطان مشرق ناصر الدین  
والد دنیا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع  
کرده با قلع اودہ در رسید ہلالِ رامیش رآبِ سر و چو نہ از بچ سر ہما  
رویت نمود..... و ازین جانب سایہ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب  
مغزالدین والدین کیقباد..... چتر خورشید تاب ظل الہی را ہم بر لب آب  
مذکور چوں آفتاب در خانہ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز بنیدنش زلزلہ در پارا رکاں رگ  
لرزہ بیرق ز بندِ نیرہا گوئی آتش در میستان رگ  
پائے در گل ما نخیل آسمان گرد کا ند چسبج گرداں رگ

روز اول این و بحر زانہ بوجہ توجہ اگر چہ آئینہ آبِ ریمان بود مواجہ نمودند۔  
بحر البحر یقیان بینہما برنخ لایبغیان۔ روز دیگر قرآن السعدین اجتماع  
نیرین گردش در آں ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس القمر علیا  
مہربن مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطہ مبایت بینہما دید ارقیلتے افتا  
بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویت آخرت ہم بقیہ اولی در حساب آمد۔ مگر یوم النشو  
بود کہ آں و آسمان فضا آیت اذ الکواکب انتشرت باعلام جاریہ فرماں بر  
صفحات و جنات می نگاشتند و جمہور خلایق بدین ماعشہ در آں محشر حشر کردہ در آں

چو ترہ تابشی کہ در رفعت سر فلک می سایند بر سید و پرسید تا کشتی  
 را بر لب آب بر کن را مید آشنایاں بایستند تا مگر آشنائی بر رستے آب می آید  
 کہ آشنائی آشنائی گزشتہ بر آب خویش باز آورد و بیشترے راندن کشتی از برا  
 آن نجم علامد بود چون مانے بر آمد و بعد از زمانے چوں تارہ مقصود بر نیامد  
 می گفت ۵

چگونه را غم کشتی تارہ پیدائیت  
 مگر تارہ نہاں شد را بر دیدہ من  
 از ہنگام طلوع آفتاب تا زوال نہار بر کرانہ نہاں مردم دیدہ  
 را چشم می داشت و از کواکب مراد عکسے ہم در آب نمی دیدہ  
 آسے نتوان تارہ دیدن روز  
 بر رستے من بارہ از مہر بارت تمام روشن می کرد و در معاینہ این مرد و معاینہ می گفت ۵  
 من کہ شمس ہمہ تن مہر شدم از سر سوز  
 ذوق آں دست نہاں ماندہ چو سیاہ مہر  
 بعد از انتظار بسیار بندہ را وداع کرد و آیت العوضیہ بر خواند و  
 دیوان خاص کہ نظم از نثرہ و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد و خود  
 بمقدور دولت رسانید و ناویدن آں عزیز را بر تقدیر بندے علیم حوالہ کرد -  
 وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ بندہ بہ تجریر

اَسْ رُوزِ بَوْتِ غُرُوبِ بِمَقَامِ خَوشِ بَارِگِشْتِ -

رُوزِ دِیْگَرِ بَہولے اشیر الدین محمد آثارہ از بس کہ اشیرِ حَقِّ رُباطِ ن  
 ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خوشین ادر آبِ زدم دگدگانہ غم گذارا کردم  
 مالے کہ ایں خاکے از آبِ بگدشتِ سر سیمہ وارد ہوئے اَنبَرِ مَعْلُوقِ بَیْنِ  
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ می رفت تا اشیر رسید چوں بار ایں محیطِ آتشِ طَبِیْعَتِ  
 گرم ہنگامِ نازِ خُشْنِ نبود، بہ تعجب می گفت ۵

ایں توئی یا بخواب می بینم

کہ شبِ آفتاب می بینم

شبا روزے بیدار ایں عزیزِ شب را بروز روز را شب آورد و شد ۵

نہجستہ روزے کا یہ شبِ بَدی عزیز

پس از ہزارِ شبِ سہ ہزار روزِ جدائی

الْفَرَضُ وَزُسُومِ ہِم از بادِ ملکِ اَافاقِ شمس الدین غنیمت کشتی کرد و

بندہ خسرو کہ قایم مقام تیرست را کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ۵

کرد بر چشمِ خیالِ یارِ من کشتی رواں

آفتابے بود کاں برے درِ یامی گزشت

شک نیست کہ اَسْ اتِ جیحوں موج از بحرِ بالاتر بود، بلکہ از بحرِ می گزشت و بحر را

کہ خراج گذارِ جودا و دست از جودا و غیرتِ حاصل می آمد - فی الحاصل نزدیک



موسم باران بود و چشمه خورشید با سرطان بهشتائی در آمد و سرطان منتقل آبی  
گشته در عین باران و باران عین چو آب سرو بجانب آوده و آن کرده  
ابری بار و من می شوم از یاد چو کنم دل بچنین وقت دلدار جدا  
ابر باران من یار ستاده بود اع + من اگر یه کنان بر جدا یا جدا  
باران آیت قَدْ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَيَّابًا باندی خواند، و باد واضح فیه  
عَيْنٌ جَارِيَةٌ بِرَحْمَةٍ آبِ مُسَلَّلِ رَوَانِ نقش می کرد و سبزه بخط تفسیر  
لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا بر تنخه خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامن خط مسلسل سبزه  
جدول تجریمی مِنْ تَحْتِهَا الْأَهْكَارُ می کشید با چندان آب رسو و بستان  
ترگشت خط سبزه و لے پاک نه شد

مردم چشم از شمع فراق و ستاں شمع متیرا وید و ابر چو هوا خواها  
می گریست پانے مرکبم در آب چشمهای لغزید، و برق چو مسخرگان می خندید  
چگونه برق نخندد که ژاله سنگ انداز  
جواب شیشه گری را کشاده کرده دکان

تقاطر قطرات از عبرات من عبارتی می نمود، و بار قطر برق از احتراق من حرقه  
تا برین طریق این خراب از معموره آوده آمد تا این قصه غصه را بدان جناب  
رفع رفع کرد فی العزة من شهر رجب المرجب عظم الله ترجمه سنده  
سبع و ثمانین و ستمائة انتظار قطره از آن داور دوات آن که قلم شهاب  
۶۱۸۶

و قلب بے سکون ازاں میناق بوثاق آمد.....


تمامت وز دریں تحیر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علامِ بحشم  
آمدی نوراً اعلیٰ نور بودی۔

روز دیگر بدر منیر مملکت از خضیض مشرق باوج ارتفاع رجعت افتاد  
و اہوا اعلام اعلیٰ بہمت دار الملک جلال منزل بمنزل بر طریقے سیرج السیر  
گشت کہ در ہیج منزل با آن نجم مقابلہ سعادت میسر گشت کہ سوچکی شمس و اشیرید  
بر رے آب آورے ۵

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روز  
در غمت تو برے آب آر چشم

ہم در انشای راہ محمد دم بندہ بمنزلتِ اقطاع اودھ شرف دست بوسی  
یافت بندہ کہ چوں عطار در شعاع آں آفتاب ست نتوانست کہ بجانہ خویش  
راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف ضا داد۔ ملک بے مثال بطلبِ مثال  
ولایت بر موافقت رکاب فرقد سائے اعلیٰ منطقہ جوزا بر میان بہت و در ظل  
ظلیل ہماے ہمایون چتر کہ نثار سایہ نشین اوست، طیراں نمود۔ و بندہ  
کہ ببلِ حدیقہ صداقت باز گردانید۔ بشارت رائے مختار اختیارے از اتصال  
کو کبہ اصحاب لشکر نقل ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیم  
زحل ست ہیوط کردہ شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہو گیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادہ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گزائے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنؤ کی لشکر آدھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلیں ملے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔ سلطان محمود نے جس وقت بارکبک کو پاس (جوش کر قیاد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا تو شمس الدین دبیر کو اس وقت متعین کیا تھا۔

قرآن السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔  
 تیغ زن مشرق از آندو آب تیغ برد آختہ چوں آفتاب  
 جست سولے کہ گزار دپیام ہرچہ گویند بگویم تمام  
 گر سخن از صلح بود یا نبرد کم نکند هیچ ز نیرے مرد  
 دید کہ کس نیست ز برناؤ پیر  در خور این کار چوں شمس دبیر  
 یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدا اور شعرا میں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر نصرت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا۔ دیوانی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونہ درج کیا ہے۔  
 (دیکھو صفحہ ۲۹۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نو لکھنؤ)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبع آزمائیوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعیت

سیرِ مجاریِ احوال جاری دارد، و اخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی است  
چوں کتابی کہ از بالِ آید فرد و فرستد، و از درجہٗ محبتِ دقیقہٗ فردِ نگزارد۔۔۔  
ار تفاع بعقبہ علیا مدح باد۔ آمین۔

یہ خط قرآن السعدین کے اصل واقعے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع  
تھی لیکن کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۷۱۹ھ اور پہلے خط  
پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین  
دبیر اور قاضی اشیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھو کے یہاں تعلق ہوا اس وقت  
سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے شمس الدین اور اشیر الدین سلطان  
ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھو کے یہاں  
جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریف مجلس بنتے  
تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کو مہل ملازمت اختیار کی تو دونوں  
سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہم طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں  
کو لکھنوتی (بجھل) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اشیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور  
کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن ان کے  
دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کی قباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھ کر مندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سن کر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہرِ اودھ کے قریب سرحدی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النصابی کو ”وصفِ نگاری“ کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصے کی بے یائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے ”وصفِ نگاری“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیل کوائف یہ دونوں اجزاء وصفِ نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس شبنوی سے بڑھ کر شاید کس موجودہ ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیقباد دار السلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصرِ کلو کھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جسنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اس آستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن پہنچتے ہوئے شبنوی کا پڑھنے والا دار السلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور رینگے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جتنا کہ قریب

کامررشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عریاں نظر آتی ہے اس خصوصیت کا خود انھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف انھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اول یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسری یہ کہ بیان واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو اٹھ پکڑل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجہ اتم پایے جاتے ہیں۔ ان کی معلوماتِ عامہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود ان کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اس میں نہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کو اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگار کو ”تاریخی نقاشی“ سے تعبیر کرنا بے جا نہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دنوں لحاظ سے قرآن السعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے کل قصے کی کائنات صرف اس قدر ہے کہ ملبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیتبا تختِ دہلی پر متمکن ہوتا ہے۔ کیتبا کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

میں جس کمال کا اظہار کیا ہو وہ محتاج بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا ماہر امتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان  
ہو وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت  
ہے کہ وہ اشخاص قصہ کی شخصیتیں قائم کرے، انہیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور  
حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور ان کو ایک  
دوسرے سے متماثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں ہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق  
اشخاص لابد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں  
ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا  
کہ اشخاص قصہ اُن کے پیش نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے  
اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انہیں تخیل کی مدد سے اشخاص قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانہ  
میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات  
کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل ”واقعیّت“ کے دو پہلو ہیں، خارجی اور  
داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیت  
کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جاننے  
کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

واقعہ اس میں تین حصہ ہیں ہاں پر مسجد جامع، منارہ، ماذنہ اور حوض شمس  
 دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص  
 تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت  
 کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری  
 گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، منہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب کیفیات ہیں جن کا  
 خیال آتے ہی جائے گا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ  
 بیان کیا گیا ہے۔ اس شنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ وہ واقعات  
 کے ساتھ حالاتِ محول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ  
 نگاری کی بدولت اس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ  
 نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلس شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں بھان  
 دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک حد اگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے)  
 اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو تہیذ  
 خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوٹے شاعر ان کے  
 پہلو پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ  
 کر دینا کافی ہے۔

مشنوی قرآن السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیاء کے اوصاف



جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کی قیادت ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک موزن کی طرح عیب جانی کے نقطہ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا، وہ ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن باری مثنوی شریعت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقع عیش بنی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل نے لکھا ہے ”حضرت خسرو کو مدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و منفی و شاہ و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔“

حقیقت حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جاسکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات اُترے اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرض اظہار میں آجاتی ہیں۔ عہد علانی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش و سرپست جانشین قطب الدین مبارکشاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا نوٹ سامنے آجاتا ہے جو خلیجوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کی قیادت کی عیاشیاں سلاطین غلامان کو خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدر تا یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاص قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصوٰر اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تا مگر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برعکس اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جتنی جاگتی ہستیاں تھامے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقفیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کاغذ پر لانا چننا آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسر و شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قرآن السّعدین میں لکھتے ہیں۔

ایس سخن چند کہ بخیر است ست      شاعری نیست کہ ہم راست ست  
گرچہ چنیں راست نباید نہفت      ”راست بے ہمت کہ نتواش گفت“

اگرچہ قرآن السّعدین میں اشخاص قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بلغ سایہ بیدست آب در سایہ  
(صفحہ ۱۳۶) ازیں پس من جانان خواب دسایہ

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خزم آں لحظہ کہ مشتاق بیاے بد  
(صفحہ ۱۵۲) آرزو مند نگاہے بہ نگارے بد

وقتِ دُاعِ ہر باپ اور بیٹا جد اہوستے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبورِ چو بوالہ  
(صفحہ ۲۱۰) مفارقت کے بعد کی بقیراری اور یاد۔

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خوش  
(صفحہ ۲۱۶) با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوار خوش  
بادشاہِ عازمِ دار السلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ  
(صفحہ ۲۳۰) بادشاہِ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمر ننگستہ مرا باز کہ جاں باز آید الخ  
(صفحہ ۲۳۳)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبدِ بوسے جاں کہ می بُرد  
(صفحہ ۲۵۵)

جو قرآن السعیدین میں مختلف مقامات پر تفسیر کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہے کہ سب حسب حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں اُعلیٰ حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کی قیقا دلشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہے۔

شد ہوا سرد کنوں آتشِ نرگاہِ کجاست (صفحہ ۴۲)

مقطع میں لگئی داستان ”جنشِ شاہِ زہد ہلی زپے کینِ پد“ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے، جس کا مصرعہ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہے۔

عزمِ حج دارِ دُخسروں پہ تو بہرِ عشق  
تو نہ ایک غمِ دلِ بارِ گر شاہِ کجاست (صفحہ ۴۳)

بادشاہِ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہرِ ہوا ہے۔

”سوارِ چاکب من باز عزمِ لشکرِ دار“ (صفحہ ۴۵)

موسمِ بہار آتا ہے بادشاہِ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گسری دیتا ہے۔

(۱) آمدِ بار و شد چمنِ لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۴۶)

(۲) گلِ امرو ز آخرِ شب مستِ طاہر الخ (صفحہ ۴۷)

(۳) دوشِ ناگہِ بنِ دل شد آں سرِ بید الخ (صفحہ ۴۸)

لشکرِ شاہی فتح مند واپس آتا اور مغل قیدی پلِ مال ہوتے ہیں۔

تیغِ برگیرِ تازِ سرِ برہم  
تیرِ بختِ کز لطفِ برہم (صفحہ ۴۹)

تخیل، واقعیت، سوز و رقت اور قص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قرآن السعیدین کی غزلیاں وسط الحیوۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قرآن السعیدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے نکتہ سنجی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے ہشتہ عشاق کش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولانا اسماعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ انہیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہی پنج میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے، جس سے ”مازہ تبا زہ نو بنو“ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طر فہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی شرتا متر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی انھوں نے اپنی حریتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں۔

۱۵ دیکھو اعجاز خسروی ۱۷ دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال ۱۸ دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوۃ اور دیباچہ مشرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّ و جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ بلے نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا ماہر امتیازیہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیاب ہو کر ترنم کرتا ہے جس طرح بلبل اپنے چھپوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے لہلہ اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور وارداتِ قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قرآن السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّ و جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسر و کجی امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزل سرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک نیا رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسر و کجی غزلیات میں جو طرفگی،

داں کہ بہ تقلید نشست اندریں      نشنوم ہار خود گندم آفریں (صفحہ ۲۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہی ہوتی ہیں اور کوشش سے ان میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہے، لیکن غالباً قولہ دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتفا وہ قوت ہے جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح دروایا ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں دوز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کا الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معتدل رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عمدہ طفولیت میں پیرائے نچنگی اور عہد پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہے۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر فرد کا جذبا جذبا محفوظ ہے۔ بڑی ثمنیوں میں قرآن العظیم پہلی ثمنی ہے لیکن چند چھوٹی ثمنیاں بھی جو انھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی ثمنیوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قرآن السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتداء ہی سے خسرو تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قرآن السعدین میں بڑا زور قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۲-۹۵) یہ ثمنی اُن کے مرثیہ سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

منوی قرآن السعدین میں جو خود جدت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گم بود بدل این خیال	تازہ کم ہر صفت را جمال
بود در اندیشہ من چہ نگاہ	کز دل دانندہ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آتش دہم	جمع اوصاف خطا بش دہم
طرز سخن را روشن نوہم	سکہ این ملک بخسر و دہم
نوکنم انداز رسم کہن	پس روی پیش روان کہن <small>صفحہ ۲۲-۲۳</small>

آنچہ ز سر جویش دل نقش بند	معنی نو بود و خیال بلند
موئے بولش بہ ہر بحر بستم	پختہ و سنجیدہ در درخت بستم
وصف نہ زان گوشت ز دل بد	کاں دیگرے را بدل آید کہ چو
ہر صفت را کہ بر نگنہستم	شعبہ تازہ در درخت بستم
نیست ز کس لولوے لالائے من	ثرف بہ میں رتہ دریاے من
نکتہ من گوہر کان من ست	زان کے نیست از آن من ست
دزد نیم خانہ بر دیگرے	خانہ کشادہ ز در دیگرے
مایہ ہر دزد کہ در عالم ست	گرچہ فردن ست بقیمت کم ست <small>صفحہ ۲۳-۲۴</small>

آن کہ شناسندہ این گوہر ست      گر ہمہ نفریں کندم در خور ست



پوتیس پوشیدہ و بے پوشے

در گریز از غازیانِ دوستے

گشت یلے گوہمہ بر بانگِ نالہ ناخوش ہی در داشتے  
ہیچو زناں نوحہ کناس پڑی پی مست آواز یلے برداشتے  
زین یلہ گردانِ نافرخندہ پڑی زین یلہ گردانِ نافرخندہ پڑی  
جاں یلہ کردہ با دوازیلے

سر تراشیدہ زہرِ قلم سر تراشیدہ زہرِ قلم  
زناں قلم انگینتہ خدلاں رقم سر تراشیدہ زہرِ قلم  
از سنگ پیش خراش خوردہ ہم از سر خود تراش کر دہ  
مشتے پر بوم کردہ در سر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چٹم چٹم شان در رے ناپیداشدہ  
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ ہر کہ دیدہ رے شان شیداشدہ  
بسیار ز بوم شوم روتہ دیدہ ہائے در شدہ اندر مناک  
چون شیشہ و چشم از رقی دنگ گوئی بنشستہ ہست اندر گردہ باک

از رخ تا رخ شدہ بسینی پن بینی پست و خیش از دی دوا

در کلمہ تا کلمہ لب لب دہن ہیچو غوکے بر سر آبلے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ حنر اب  
ماچتہ لے کہ ز طہ فارہ آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے  
لکھے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہو گا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲  
یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورہ بالا سے ایک سال  
قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً  
دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین	مثنوی	مثنوی
(۶۸۸ھ)	(۱۱۱۲ رمضان ۶۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرتا برون از ہزار	در تھکا پوچوں سگِ لقمہ ربا	قوے ہمہ گر بہ چشمِ سگار
کردہ دگر گو نہ باشتر سوار	آفتِ مان و بلائے شور با	چوں گرگِ درندہ آدمی خوا
سخت سرانے بونا سخت کجوش	بہر نامے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ دارنا و فاجوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سزگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بڑے
اصل ز سگِ یک بے برگ استخوان		چوں سگِ ہمہ رد و ال ماندہ
گر بہ مخنی شدہ بر رخسار		چوں بوزنہ در جو ال ماندہ
یا بوزنہ را بگشت بردن		تا چند رہ سگی سپردن
دو گلہ بر۔ ایک بر پشت دگل		مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
گندگی راجاے کردہ در بغل		قربو قربوز ناں و جوشاں

یہ لفظانہ مثنوی غنیمتیں مشکوٰۃ

خوردہ سگ و خوک بندان بد روترش چوں سرکہ تہاج شو

ہر ہمہ دندان خرد بے خرد دزترش خونی ہم تہاج رو

(صفحہ ۶۱-۶۵) موش خواران دندہ موش دا

گشتہ صحرا یز مٹے موش دا

مادہ شاں از خوش رشتے ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست گندہ دہنان و گندگی دوست

داں کہ بنید قیش آید بہ پے تے کند در ساعے ابو زرتشت خو کی سگی کشیدہ در پست

تینون کچھ ایک ہی قوم کی جھوڑی۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خا

ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصوٰر کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصو

بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامہ قائم رکھتا ہے، اسی طرح ایک با کمال شاعر محبت

و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغایر نہیں ہوتی۔

البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت

کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کر لے

منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے

لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات

کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہتِ تامہ رکھتی ہے جھوٹی

چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھلے نتھنے، چوڑا تہمتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زمینی شدہ برب فراز      ریش نے در رئے شاں حلقہ نرخیج  
 سبلیت شاں گشتہ بغایت راز      آمدہ بہر زدن از کوہ و شیخ  
 ریش نہ پیر امن چہاہ نرخیج      کرتناہدہ سبلتان کندہ را  
 سبزہ کجا بردم از روئے نرخیج      وام دادہ ریش اہل خندہ  
 کرد نرخیج شاں ز محاسن کنار

اہل نرخیج را ہی سن چہ کار  
 سبلیت چوں سیخ چو تاج رد  
 رشتہ ہنس نعمت شاں در گلوے

زشت ترا از زنگ شدہ بویشا  
 پست ترا ز نشت شدہ رویشا  
 چہرہ شاں دتہ نم یافتہ  
 جاے بجا کنجک دخم یافتہ

روے چوں آتش دسر چو دیک  
 ماندہ از مردار خواراں دیک  
 آتش سوزاں شدہ با شیم جویش  
 آتش دیاں سرد چوں آب

تفتیدہ زخشم ہچو تا بہ  
 رُخِ سُرخ چو پشتِ آفتاب  
 آتش دیاں سرد چوں آب  
 سوزاں دجاں چو کر مہ شتاب  
 رو سُرخ و حدیثِ زشت دُر کام  
 چوں طشت کہ آں بفتہ از بام

ادب کے شعبہ میں لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر لفظ اور ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزاء میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

ثنوی میں اس حسن کا قیام رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں ہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب قدر اس کا میدان وسیع ہے اسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر تسلیم اٹھانا پڑتا ہے اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرائش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہو مراد پرشکیر کے یہاں نظر آتا ہے اس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی ثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار ثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اترتے اور فردوسی نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارے کتنا کسی دوسرے کے لیے برہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبع آزمائی تناسب کے معیار پر پوری اترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہم یقین ہے کہ مذاق سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کرے گا۔ ناظرین اس ثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیش نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزاء کے باہمی تعلق میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چنکر بنائی جو نقش و نگار

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، گلہ نشیم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلنی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاملاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی ریشہ خد کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ ”تناسب“ ہے۔ فنون لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) ”حسن“ سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح ”تاج گنج“ یا ”الحمر“ کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمائشیں دیکھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور لفظوں کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزائے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزاء کے باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قائم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارت کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قائم کرتا ہے۔ موسیقی گاہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزاء میں سستی و بلندی قائم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تا بد و فرنگ بہ پیر منش      روضہ باغ و چین کا شنش  
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از خون بدودادہ آب

دجلہ رواں بہ دینداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا۔

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفس وہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصن بردیش ز عالم بردن      عالم بردنش بحسن اندردن

(۲) حصن درویش تو گوئی مگر      چرخ بزیر ست و حصارش زبر

(۳) گفت حصار نو اور اسپر      کاے فلک نو بکن دار مسر

ملک ز دروازہ او دستج بابا      سیزدہ دروازہ و صد دستج بابا

ہر دم از ان قلعہ مینو شرت      قلعہ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر نیپاہ ہی اور حصار اندرون

شہر کا شاہی قلعہ۔ حصار نو سے غالباً حصار شہر نو واقع کیلو کھری مراد ہی۔ کیلو کھری کا محل

دفعہ دہلی کنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پشمال مشرق کی جانب جہنا کے غری بھناک

پر ہی۔ یہیں پر کیتباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں

بدیں عنوان لکھی ہے۔

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا  
ہی ان سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے استادوں کی صف میں جگہ پانے کا  
مستحق قرار پاتا ہے۔

( ۳ )

قران السعدین کے بعض نسخوں پر اس ثنوی کا نام ”ثنوی در صفتِ دہلی“ لکھا  
ہوا پایا گیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء  
کے ”صفات“ لکھے ہیں، وہاں دارالسلطنت اور اس کی مشہور عمارات وغیرہ کی تو  
بھی کی ہے۔

قران السعدین سے محققین آثارِ قدیمہ کو قیقاہ کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض  
مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔  
دہلی کو اس عہد میں قبتہ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا۔

”قبتہ اسلام شدہ در جہاں

(صفحہ ۲۹)

بستہ او قبتہ ہفت آساں“

شہر ہاپڑی پر آباد تھا اس کے گرد و میل تک بن غتھے اور دریائے جمنا اس کے قریب  
آبیاری کرتا تھا۔

شہر نہ بل بحر عجائب نہا      بحر دے گشت بکوہ آشنا

زاں بدل کوہ گرفتہ قرار      تاکند تسلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۳)



ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نوجہنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نودریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنایا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جہنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اس قدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگاہ کے اندر داخل ہوتی تھیں۔

جانگہ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قریب باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ ”بارگاہ“ دربار کی جگہ ہے۔ غرۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی شبنمی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہمت از رفتش آسماں طائے
برے آبِ فردوسِ جاں تاب	بجا فردوسِ خود باشد بریں آب
بابِ جونِ دادہ صنعتِ دلون	زین پوشیدہ پیشِ لاجون
خیالِ قصر کا ندآبِ زد تاب	فلکِ اسرنگوں انگند در آب
نظیرے این چنین قصرِ لہجاست	مگر در آبِ بنی داں خیالست
زمینش مہِ بلندی آسماں گیر	مبارک بادِ برشاہِ جاں گیر

صفتِ قصر نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصہٗ رفت چو رفتِ آبِ (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۵

رفت بکھوکھری و دادِ عون	از دود دست چو دریائے جون
قصر شد از فرشتہٗ ارجند	چون فلک از منزلتِ خود بند
قصر گویم کہ بہشتِ فراخ	روقتہ طوبی در او را بشاخ
بامِ سفیدش بفلکِ سود	کرد بخورشیدِ سفیدی ابر
آئینہ گشتہ ز گنجِ صافِ نشت	دید در او صورتِ خودِ نشت
شکلِ ستونش بمقامِ ستاد	قصرِ ارم را شدہ ذاتِ العباد
طرفہٗ عروسِ شدہ آراستہ	آئینہ از آبِ رواں خواستہ
جونِ کز و گشتِ جابے عیا	قصرِ نمود از تیرِ آبِ رواں
ہمچو دو آئینہٗ مقابلِ زتاب	آبِ رو عکسِ نما و در آب
طاقِ بلندش بفلکِ گشتِ جفت	حاصلِ او شد فلکِ اندِ نہفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز	پیشِ فلکِ گفتِ سخنِ دراز
سنگِ سفیدش کہ شدہ سپر	آمدہ از مہرِ شدہ ہم بہر
یک طرفش آبِ دو گروِ باغ	باغِ دل بے زد و سوشِ باغ
شاخِ بہر بارگہٗ کرنِ راہ	جائگہٗ بار شدہ بار گاہ

مترشح ہے۔ ”صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب“ میں انہوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہے اور اسی کو کیتباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ ”شہرِ نو“ کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بین ہے کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیتباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوسِ اوّل سال میں وقوع میں آیا (اور قرآن کا یہی تقاضا ہے) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر کیلو کھری قصر معزی کو گیا ہے کسی طرح نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اس قدر قلیل مدت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہے۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیتباد کا اس کو اپنا دارالسلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہے کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اس قدر آباد تھا کہ فوراً دارالسلطنت بنالینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیتباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دارالسلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی ہیں مسجد جامع، منارہِ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دارالسلطنت کی یاد کی ہے انہیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہے۔

۱۔ مثلاً دیکھو تنوی تحفہ خطبۃ الکمال بنام تاج الدین زاہدا زادہ ۱۱

معزالدین کہ دنیا را بیا راست زبانش دین و دنیا را بیا راست

شہنشاہ کی قباد آں افسر ملک کہ چون افسر بر آبد بر سِ ملک

خدا دادت در ایام جوانی ہیں ملکہ چون ملک جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مؤرخین نے ”شہر نو“ کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کی قباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ”شہر نو“ اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرہویں برس ۶۵۹ھ میں جس وقت ہلاکو خان کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقاتِ ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں و طرفہ ”شہر نو“ واقع کیلوکھری سے لیکر قصر شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرِ شہر نو سے جانبِ السلطنت و انہ ہوئے۔

”بقدرِ دو لک پیادہ تمام بھڑت آمد، و بقدرِ پچاہ ہزار سوار آمادہ برگستوا“

دبیرق و تعبہ ساختہ و خلق و عوام شہر از معارف و اوساط و ارزال چنڈا

مرد از سوار و پیادہ بیرون رفت کہ از ”شہر نو“ کیلوکھری تا درون شہر کہ

قصر سلطنت و بہت صغیر مرد پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کف کف بر

ہنادہ صف در صف ایستادہ . . . . . چون رُسلِ ترکستان از ”شہر نو“

بر شمتند الخ“

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کی قباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققین آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرتے) اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارہ مذکور میں بجلی گرنے سے خراب ہو گیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارہ مذکور کے اوپر پتھر (یا قبتہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور پتھر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے:

”یہ مینار سُرخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور ان کا اوپر کا پتھر خالص مرمر کا ہے اور لٹو زبر خالص کے ہیں۔“

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارہ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا پتھر تھا اور پتھر کے لٹو اور کُلر (غالباً) سونے کے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کہیں اس کے متعلق کما حقہ ذکر نہیں کیا کہ اُس نے اس میں مینار مذکور کے کتے درجے تھے۔

حضرت سلطان کے متعلق ۷

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابل غور ہیں ۷

غفل تبیح گنبد دروں      رفتہ زنہ گنبد والابروں

گنبد اول سلسلہ پیوند راز      سلسلہ چوں کبیہ شدہ حلقہ ساز

درتہ سقفش ز سہما تا زیں      نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد

کے سامنے جو ایک درون کا سلسلہ تھا وہ سقف نہ تھا۔ ۲

”درتہ سقفش ز سہما تا زیں“

ہمیشہ کے لیے محققین آثار کی اس بحث کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ مسجد قطب میں ایک اور التمش کے تعمیر کیے ہوئے درمستقف تھے یا غیر مستقف۔

منارہ کے متعلق ۷

شکل منارہ چو ستونے ز سنگ      از پے سقف فلک شیشہ رنگ

آں کہ ز زر بر سرش افسر شدہ آ      سنگ ز زر دیکھ خور زر شدہ آ

سنگ بے از بس کہ بخورشید بود      ز زر خورشید عیارے نمود

سنجر نیلگیں کہ ستون سپر      آمدہ از مہر شدہ ہم بھر

از پے بر رستن ہفت آسماں      کرد زمین تا فلک نزد بان

گرد سرش کرد موزن چوشت      قامتش از مسجد عیسیٰ گذشت

موزن نش آں جا کہ اقامت کشید      قامت موزن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

التمش کا چوترا موجود تھا۔

اس شنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا

بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کو کبہ زین منہ انجسم شمار رفت بردوں با سلم شہر یار

نصب شد اعلام مبارک المصابی کرد سر پر دہ بسیری نزول

بارگہ شاہ دران بوستال رفتے ظفر داشت بند و ستار مغنہ ام

یا نگہ خاص بسیری رسید سبزہ تر بر سر سبزی رسید

دائرہ خیمہ بسیری قطار ابر فرد آمن در مرغزار

بس کہ دران گلشن بنوشتا شاہ شد از ابر کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ ظفر در گرفت قطره طلب کرد و گہر بر گرفت (منوچہ)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ”سیری“ سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ

یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملہ مغل کے وقت دہلی سے نکل کر اسی میدان میں جنگ

کی تھی اور فتح مند ہونے پر بطور فال نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب

کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا

نام ”دارالخلافت“ رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے شنوی نہ سپہ میں لکھے ہیں

حوالی شہر میں تلپٹ، انڈپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

در کمرنگ میانِ دو کوہ      آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات      در سدِ کوہِ اُمینہ ز آبِ حیات

شہر گر ازوے نبود آبِ کش      کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خُرد      کوہ تو اند بدلِ شبِ شمر د

سِلِ مے آہنگِ بکسار کرد      کوہ تہر دانے اقرار کرد

چوں مدو جزرش ز نشیبِ فرا      ز آبِ ز کوہِ آمدہ و رفتہ باز

چو ترہ و قصر بلندش در آب      گشت از اں ساغرِ صافیِ جب

رود بے زوشدہ تا آبِ چون      جَوں ز پے آبِ از دُجستہ عون

گرد وے از اہلِ تماشا گردہ      دامنِ خمیہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲)

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطانِ لہتمش نے (۶۲۷ء تا ۶۲۹ء)

میں تعمیر کیا تھا دو پہاروں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی مٹی دامنِ کوہ سے لکرائی تھی۔

تمام شہر کو میٹھا پانی ہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریا سے جہاں سے اُس حوض تک بہت

نالے نکلے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض

میں ایک چو ترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریحِ طبع کے لیے یہاں

آتے اور دامنِ کوہِ خمیہ میں ہوتے تھے۔

علامہ الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما

گنبد تعمیر کرایا گیا تھا۔ قرآن السعیدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے





مینہ برتلتہ زد کیرہ      بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ ہا پور بود      قلب چو دیاش در آبدجو د

پیش ہا پور بہت در سہ میل      سنگ گراں سر شد از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا یہ جا باز و تلپٹ میں، اُلٹا اندپٹ میں اور ہا پور میں قلب لشکر تھا۔ اندپٹ وہ موقع ہے جہاں بعد میں فیروز شاہ تغلق نے اپنے دار السلطنت کا مرکز اور محل شاہی تعمیر کیا تھا۔

تلپٹ کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ”تلپٹ دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے“ اب بھی اس نام کا ایک پُرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنہ کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

ہا پور اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپٹ اور تلپٹ کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اُس موقع پر جب کیتبا کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو جسے ہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا، بہار پور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیتبا کے قتل ہونے کے بعد ہا پور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

”شہر نو“ (کلو کھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حد و تلپٹ و آفغان پور

میں کی ۵

کچ سپہ کردشہ از شہر نو داد جہاں ساز ظفر بہر نو

منزل اوّل کہ شد از شہر دود بود حدیث و افغان پور

یافت سراپردہ در آن مقام دشت درآمد ز حسنہایلم (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تعلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے

پربنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تعلق نے اپنے باپ غیاث الدین تعلق کا اُٹھل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پرگر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تعلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف

واقع تھا جو جہنا کو عبور کرنے کے بعد تعلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

ان مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اس وقت

کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ۸۹)

(۴)

قران السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السعدین میں کیتباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ء بیان کیا ہے۔

لیکن خلافِ عادّہ جو تواریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری شہابیوں مثلاً نہ سپہر فتح الفتوح

تعلق نامہ غنیہ میں نہ صرف تواریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور راتچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعد مغالدین کی قباد (۶۸۶-۶۸۹ھ)



(۳) بنابرین باقی ثمنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۴ھ اور جلوس کی قیباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاول میں لشکر کی روانگی جانبِ اودھ ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے کیباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاول ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ انھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اودھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قرآن السعیدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قرآن السعیدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہ گردوں بخواب  
ماہِ زمیں مستظر آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوس کی قیباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اول میں قرار دیتا ہوں

اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصر شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود دہلی کی وفات اور کیباد کی تخت نشینی کی خبر باکر لکھنوتی (بجھال) سے

مک بیان کر دیتے ہیں۔ ثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے انہوں نے کہیں پرسنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ انہوں نے بیان کیا ہے وہ ثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۱۰۸۶ھ ہے۔

ساتھ گشت از روشن خانہ از پس شش ماہ چہیں نامہ

در رمضان شد بعبادت تام یافت قراں نامہ سعدین نام

آپجہ تاریخ زہجرت گزشت بود سنہ شش صد ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۳)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم

ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ ثنوی اودھ سے لوٹ کر رمضان ۱۰۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت

کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچا ماہ ذیقعدہ میں ہوا۔

ہججہ عید خوش و شاد و بہر

(صفحہ ۲۲)

در مہ ذیقعدہ رسیدم بشہر

ثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس

مہینے سے ذوالقعدہ ۱۰۸۶ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خمر و اودھ سے دہلی واپس ہوئے ۵

ایک مہِ کامل بہ کشیدم غناں  
(صفحہ ۲۲۲)  
راہِ چنیں بود و کشتش آں چاں

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ ہی میں اودھ پہنچ گئے تھے اور اخیر سوال ۶۸۷ھ میں ہاں سے واپس نہ ہوئے تو ان کے قیام اودھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غمّۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیتباد کی تخت نشینی کے وقت انھوں نے غزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیتباد نے اودھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اطلاع اودھم حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اودھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اد ائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اودھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اودھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کرکڑی دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکراؤ دھپر شکر کشتی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اس ثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہو رہا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ

دربار مغربی میں باریاب ہونے سے پیشتر آؤدھ میں چھ مہینے رہے ۵

باغِ فتح در اراں راہِ دو سایہ فشاں شد بجد کشتیو

خانِ جہاں حاتمِ مغلّس نواز گشت با قلعِ آؤدھ سرفرا

من کہ بدم چاکرِ او پیش از ل کرد کرم ز انچہ بجد بش از ل

در آؤدھم برد بہ لطفِ چناں کیست کہ از لطف تابد عنان

غربت از احسانش خانمِ گزشت ر کم وطنِ اصل فراموش گشت

در آؤدھ از بخشش ادا دوسا پیچ غمِ ذنا نہ بود از من ل

من نپے شرم خداوند خویش رفتہ زجاے خود و پیوند خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہر اسی مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا

آؤدھ میں خانِ جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ

اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہو گا وہ ربیع الاول ۹۸۶ھ

میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم

ہوتا ہے ذی الحجہ ۹۸۷ھ میں دہلی واپس آ گئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کو

بعد وسط جمادی الاولیٰ ۹۸۷ھ میں آؤدھ پہنچا اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم ہوتا



امیر خور واپس باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین  
حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نام رات  
عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم ہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)  
یہ زمانہ امیر خسرو کی آغاز شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش  
کرتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفا ہائیان پر غزلسرائی شیخ کی فرمائش سے شروع کی  
تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس ثنوی یا اس پہلی ثنویوں میں شیخ  
کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہو لیکن اس فرد گزشت کی کوئی نہایت قوی  
وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ حمہ کا آغاز شیخ کی شہادتِ وحانی سے ہوا  
تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت  
سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے  
یہ التزام اخیر تک قائم رہا۔

(۶)

ثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعمیر

میں لکھا ہے

ماہِ نو کا صلِ فے از سالِ خاست  
(صفحہ ۱۳۵)  
گشت یکے ماہِ بدہ سالِ راست

(۵)

خسرو کی اکثر منویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشیخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام منویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تعلق نامے کا ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی منویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السعیدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قرآن السعیدین اور اُس سے پہلی منویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاسِ اُفتات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغریٰ جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں سب سے پہلے کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترنہ بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوۃ میں بھی مدح شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس دُاعی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایہ ثبوت کو نہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا غفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ ثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (دہلوی) بہ امیر خور د کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباء و اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

نک تبدیل کرنے میں حصّہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہو وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرودونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستارواہ کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسر نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی ”ترکیب ثلاثہ“ اپنی ساتھ لے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے ملکر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک اوت کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغریٰ ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشوونما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثہ طبعی مل رہا ہو جاسکتا ہے۔ انکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسر کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اس قدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انہیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انہوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک سالہ تصنیف فرمائی اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

”چیز سے خواستہ کہ زبان ہند مخصوص باشد“

نفاٹس الماثر کا مصنف کتاہی کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جامی دہلوی خراسان گئے تو ان کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ ”سال“ دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔

خسر نے اور بھی جا بجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور ان سے طرح طرح کے لطایف اور صنائع و بدائع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایام نکالے ہیں۔

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا حاصل تھے اور کس حد تک انہوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈال دیا

۱۔ تاہم قصہ بہت آسان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲)، مثلاً خزائن الفتح میں ہندی اسماء اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے ۱۲

سمجھ کر قرآن السعدین قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قرآن السعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور ”پیام اُمید“ سن رکھنی چاہیے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے ان کی صحیحہ قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمید وابستہ ہیں۔

خوڑم آں لحظہ کہ مشاق بیارے بڑ	آرزو مند نگارے بہ بخارے بڑ
دیدہ برے پوئل بند و بنو د خورش	گرچہ در دیدہ ز نوکِ قرۃ خارے بڑ
لذت دیدن دیدار بجاں کار کند	جان بیکار شدہ باز بکارے بڑ
گرچہ در دیدہ کشد سپحِ غبارِ نود	ہر کجا از قدمِ دوستِ غبارے بڑ
لذت وصل نداند مگر آں سوختہ	کہ پس از دوری بسیار بیارے بڑ
قیمت گل نشاند مگر آں مرغِ اسیر	کہ خزانِ دیدہ بود پس بہارے بڑ

خسروایار تو گرمی نرسد خودی پو  
(صفحہ ۱۹۲)  
بہر تکینِ دلِ خویش کہ آئے بڑ

سید حسن برنی

دکتر سید محمد علی عثمانی

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہل ملک کے لیے زبان جذبات اور خیالات کی آمیزش اور موفقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انہوں نے خوب دیکھا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جانے اور اتحاد خیالات پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمند ہو گیا ہے اور اس بڑا عظم کی تسخیر کے لیے موصی مار رہا ہے۔ جو سڑیے راگ مسعود و سعدی اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چھپے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آواز باز گشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

اؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے شہنوی قرآن السعدین کے اخلاقی نتیجے پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

# مقدمہ

## شنوی قرآن السعدین خسرو

نوشته

مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم

نقطہ ہر حرف بزیب ترین  
مردمک چشم معانی لغتیں  
ابح معانی نہ محبت داپطع  
لیک گزشتہ ز سملوت سبع  
(از شنوی قرآن السعدین)





صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	حساؤ کا ذکر	۳۶	مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں
	مرح گوئی سے بیزاری اور محنتانِ زمانہ	۳۷	ناصر الدین کی نصیحتیں فرزندِ دلبند کو
۶۳	کی شکایت	۴۰	وداعی ملاقات
۶۵	مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت	۴۴	کیقباد کی مراجعتِ دلی کو
۶۶	غزلِ سعدی کی ثنا و صفت	۴۵	سلطانِ کیقباد و دلی پہنچا
۶۶	اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ	۴۶	ملکِ نظام الدین کا انجام
۶۸	خصائصِ مثنوی کیقباد کا انجام	۴۷	خسر کی ملازمت کا حال برہیلِ اجال
۶۹	نظمِ عنوان	۴۹	خانِ جہاں کو اقطاعِ اودھ کی حکومت ملی
۶۹	تضمینِ عنبر	۵۰	خسر کی رخصتِ دربارِ خانِ جہاں سے
۷۱	مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند	۵۱	خسر کی روانگی اور واپسی پہنچنا
۷۹	وصفِ اشیاء	۵۳	خسر و دربارِ مغری میں
۸۰	وصفِ نگاری کا نقص	۵۵	کیقباد کی فرمایش
۸۳	مقاماتِ مثنوی	۵۶	تصنیفِ مثنوی
۹۵	متفرق مقامات	۵۸	خاتمہِ مثنوی
۱۱۱	جوش و اثر	۵۸	انجی محنت
۱۱۱	سوز و گداز	۵۸	نقدِ اشعارِ مثنوی
۱۱۶	اعجاز	۵۹	وصفِ نگاری
۱۱۶	تشبیہ و تمثیل	۶۰	صلہِ مثنوی سے استغنا
۱۲۳	صوفیانہ خیالات	۶۱	زدانِ معنی کی شکایت
۱۲۵	حکمت و اخلاق	۶۲	معارضین کا ذکر

# فہرست مضامین

## مقدمہ

### قرآن السعدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	اسیرانِ مغل کا قتل	۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ
۱۸	باربک کی روداگی بطور ہراول	۲	کچھ ابتدائی کیفیت
۱۹	ناصر الدین کا پیام باربک کو	۳	سلطان ناصر الدین محمود
۲۱	باربک کا جواب سلطان ناصر الدین کو	۳	بغرا خاں
۲۲	سلطان مغز الدین کی قباد اودھ میں پہنچا	۶	تخت نشینی کی قباد
۲۴	ناصر الدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۷	کیقباد کی عیاشی
۲۵	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۸	ملک نظام الدین کا اقتدار
۲۸	ناصر الدین کی طرف سے کیا کادس کا جانا	۹	ناصر الدین کی فوج کشی
۳۱	کیقباد کی طرف سے کیو مرث کا آنا	۱۲	دلی میں ترتیب لشکر
۳۲	ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۱۴	ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ
۳۲	کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۱۵	کیقباد کی ہزیم آراسیاں
۳۳	ناصر الدین کا آنا اور ملاقات	۱۶	کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ
۳۴	ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۱۷	مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مُقَدِّمہ

قریب نظم و | امیر خسرو دہلوی کی تنویات میں یہ سب سے پہلی تنویٰ ہے  
 جب تسمیہ جس میں سلطان مغزالدین کی قباد اور اُس کے باپ کی ملاقات  
 کا قصہ خود سلطان موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور  
 ضمنون کی مناسبت سے اس کا نام قرآن السعیدین رکھا۔

لفظ قرآن کے لغوی معنی تو اتصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح  
 میں آفتاب کے سوا باقی سیاروں میں سے دو سیاروں کا ایک جانظر آنا ان کا  
 بران کہلاتا ہے اور مشتری زہرہ کو اہل تخیم سعد اکبر و سعد اصغر سمجھتے ہیں اس لیے  
 ان دونوں کے قرآن کو قرآن السعیدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں  
 کی ملاقات کو کہ ملک و ملت کے لیے موجب سعادت تھی تشبیہاً قرآن السعیدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۳	ضلع جگت کا اعتراض	۱۲۶	خطاب بہ نفس
۱۶۳	قبولِ عمام	۱۲۷	تختیل
۱۶۵	خاتمہ	۱۲۹	اسالیبِ بیان کی تازگی
	—————*	۱۳۵	صنایعِ بدائع



(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز شاہ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش

سلطان غیاث الدین بلبن | بلبن ہندوگان شمس میں سے تھا۔ اس نے اپنی

قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل

تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترک از آسیا فی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود

بن التمش کے عہد میں بیس سال تک زیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات

کے بعد ۶۶۶ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے :-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاناک ملک یہ دلی عہد سلطنت بھی تھا

اور مغول چنگیزی کی یورش دکنے لے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی

اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سائنہ و سام کی حکومت پر متعین تھا۔

قرآن السعیدین کے دوستیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال

کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین | عہد بلبنی میں لکھنوتوی دارالصدر بنجال کا حاکم

معبر خاں | طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱۱ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ اس کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایک تک پہنچا ہے۔

۱۲ فی الحال یاست پٹالہ ملک پنجاب کے علاوہ تہج مد شال میں ۱۳۱۳ قمری بنجال میں ایک شہر تاجو دت مک مکمل و طین بنال دارال

۱۱ کے بعد بلبنی میں لکھنوتوی دارالصدر بنجال کا حاکم

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہر اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت | امیر صاحب نے مغز الدین کی تخت نشینی اور موسم  
سرمائے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

”یہ کایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا“

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن  
آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخِ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ مغز الدین  
اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا  
کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیے تاکہ اس قصہ کا سروِ بن سمجھ میں آجائے  
سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک  
بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری  
کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین  
کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی  
وفات کے بعد اُس کی اولاد تیس سال تک سلطنت ہی۔ اور اس قلیل  
مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان مغز الدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۵ھ

بعد آیا تو دلی کی دربار داری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک دزد سکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہر نے اُس پیرِ عنم وہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قرب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اٹھانے پڑیں گے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کج خسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاعِ ملتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنی مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بلا کر وصیت فرمائی کہ ”میرے بعد کج خسرو تخت نشین کیا جائے“ اور دوسرے پوتے کیتباد کی نسبت حکم دیا کہ ”وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے“۔

اب ہم قرآنِ السعدین کے دوسرے سیکے کیتباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں :-

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنؤ کی کا مستقل سلطان بنادیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلی سے باہر غزنی و شہر قتی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کینخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیتباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثہ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں الی ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بٹھا دیا اور صاحبِ فراش بنادیا۔ یہاں تک کہ امیدِ زلیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنؤ سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادِ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی جھٹ و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم مانا نہ رہا اور تاکیدِ مزید کے



کانانا اور غیاث الدین کیتباد کا دادا تھا۔

کیتباد کی عیاشی | بلن جیسے دین دار سپاہی منش بادشاہ کو زمانہ میں تو کیتباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر کتبے اٹھتے ہی ایک بردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدستی و ہواپرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جہنا کے کناے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرد اگر دشاہد و ساتی، مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سجھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیتباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امراء سب گزر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؑ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

عنزل

اے دہلی! دلے تباہِ سادہ      پگت بستہ دریشہ کج نہادہ

۱۵ یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقافت سے یوں سنایا ہے کہ پگت بستہ دلی کج نہادہ ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی | سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے  
 اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھ دیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ  
 کا انتخاب کرنے لگے۔ مگر اعیانِ ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کو تو اس شہر  
 نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے  
 بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں فراحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرنا  
 اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے  
 اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۴-۱۸ سال کا نا تجربہ کار نوجوان تھا اس  
 کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ  
 خسر فرماتے ہیں :-

برسر شاہ شاہ جوان بخت اُد تاجور پاک گھر کیقباد  
 کرد چو درش و شاد و شاد و شاد ق برسر خود تاج بد خوش خوش  
 گنج براں گو نہ بصر افگند کرد کرم آوازہ بد ریا فگند  
 اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ :-

شمس جہانگیر بد با فرش اظہر من شمس بد دیگرش  
 ناصر حق شاہ فرشتہ سرشت خوشے خوشش نخبہ باغ بہشت  
 جد سوم شاہ غیاث اُمم حاکم فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا ناما اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمع خام پیدا کر دی کہ اِس بہت  
نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے ملک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلی  
سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کچھ سرد جوہن کی آخری وصیت کے لحاظ سے  
حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اول اُس نے اسی بیچارہ  
پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے  
نام بھجوا یا۔ کچھ سرد نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہنچا  
تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیکر اُس کو قتل کر دیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلیٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو  
قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقید کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا  
نوسلم نعل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم  
ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان  
کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اُن  
کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کو تو وال شہر اور اس کے  
گردہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین	جب سلطان ناصر الدین کو لکھنؤ میں یہ افسوس ناک خبریں
کی فوج کشتی	پہنچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اول اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خون خوردنِ شانِ ناہنگار  
گر چہ نہاں خورد بادہ  
فرماں نبرند ز اں کہ ہتند  
از غایتِ نازِ خود مرادہ  
جاے کہ برہ کنند گل گشت  
در کو چہ دَ مَ گلِ پیادہ  
آسیبِ صبارِ سیدِ بردش  
دستارِ چہ بر زیں نقادہ  
شانِ در رہ و عاشقانِ بد نبال  
خونابہ ز دیدگانِ کشادہ  
ایشانِ ہمہ بادِ حُسنِ در سر  
وینہا ہمہ ہر بادِ دادہ  
خورشیدِ پرست شد مُسلمان  
زیں ہند و گانِ شوخ و ساوہ

بر بستہ شانِ بہوئے مرغول  
خسرو چو سگے ست در قلاوہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں انباے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنی  
نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار  
کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ  
وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملکِ انی کی طرف توجہ  
کرتا۔ یہ در دوسرے نے ملکِ لامرا کو تو ال کے داماد ملک نظام الدینؒ کو  
کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی۔

۱۷ وہ پھول جن کی ڈنڈیاں دچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچو ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا۔

یافت خبر خسرو مشرق سپاہ      ناصر حق۔ وارثِ ایں تخت گاہ  
کافر اور افسرانِ سپاہ زگشت      دیں شرفِ ازوے بہرِ بازگشت  
خشمِ بر سر کرد و علمِ بر کشید      ساختہ کیں شد و لشکر کشید  
تسند چو باد آمد ازاں خارخا      از پے گلگشت بسوے بہار  
راند ازاں جا۔ بہ اودھ بادِ پاک      بادِ ہی ماند ز سیرش بجائے  
شہر اودھ راہِ ہمہ اں دستِ بُر      غارتِ ترکانش بہ بغا سپر  
دیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ      کر پئے اور اند سپہ در سپاہ  
جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آ رہا تھا تو کیتا بد دلی میں بیٹھا  
حسبِ عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شبہ بچنیں وقتِ براہنگِ بے      رخسِ طرب کر درواںِ پی بہ پے  
بادہ ہی خورد و نمی خورد غم      عیشِ ہی کرد و نمی کرد کم  
ریختہ ساقی مئے زنگیں بجام      مے زلبِ شاہ رسیدہ بجام  
ناگہ ازاں جا کہ جفا ہی جاںست      قاعدہ دولتِ شاہنشاںست  
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق      تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق  
ناصر دین و شہ کشور کشاے      تیغِ بر آورد و بکس کرد راے

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و بدستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرت ناصح کی صداے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصر الدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دار السلطنت سے جریدہ چل کر شہرِ اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصر الدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔

لیکن ملکِ نظام الدین کے مشورے سے کیتباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصر الدین بھی لاؤ لشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرخین کا ہے۔<sup>۱۵</sup>

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیتباد کی منسرا میں پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیتباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصر الدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

ناصر الدین دلی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس لئے لکھنوتی سے

لے کے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلو کھڑی میں واپس آ گیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں :-

کر داشارت کہ دلیرانِ رزم	ساختمہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمراءِ دیار	از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغِ زنانِ ہمہ کلیمِ ہند	نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ بگہ چاشت گاہ	در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالاکشید	ماہِ علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلامِ مبارک و معل	کرد سرِ اپردہ بہ شیرِ نزل
میمنہ بر تلکپٹہ زد یک سرہ	بود میاں اند پٹہ میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد	تاجِ کیاں بر سرِ والاہناد
رخش طلب کرد شہِ تاجور	رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
عزم بردوں کرد شکار افگناں	بر دلِ خورشید غبار افگناں
بو چو خورشیدِ لایت فروز	گشت کناں تا بگہ نیروز
رفت بکیلو کھڑی و دادِ عون	از مددِ دستِ چو دریاے جوں
قصر شد از فرشتہ ارجمبند	چوں فلک از منزلتِ خود بلند

۱۵ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ۱۵ نواحِ دہلی میں ایک گانوں تھا ۱۲

۱۵ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۱۵ نواحِ دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخلِ ازک شہر دہلی ہے ۱۲

۱۵ دریاے جمن کو سنکرت میں جون بولتے ہیں (نفعِ واد) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راندز لکھنوی و دریاے ہند      تا سپہش گرد بر آرزند  
 میں کہ سپہش چہ تمنا نمود      کآب فرو میل ببالا نمود  
 قوتِ سیلے نبود تا برود      آب بالا زود از سر و  
 سوے سوادِ اودھ آمد چو باد      کرد حک از خجرتیز آں سواد  
 چند ہزارش ز سوارانِ کار      تیغ زن و کینہ کش و نامد  
 آند اقصاے اودھ در گرفت      داں ہمہ استیلم سر اسر گرفت  
 نیست جزیں در شبِ روزش سخن      کیس منم اسکندر دارا شکن  
 مردک دیدہ من کیقباد      کافر حب فریزر گیش داد  
 گرچہ جاںگیر شد و تاجدار      نیست جہان دیدہ تر از من بکا  
 تختِ پدر کرنپے پای من ست      ہر ہمہ اند کہ جاے من ست  
 حاصل ازیں حادثہ کا مدد      شاہ جہاں یافت پیایے خبر

دلی میں ترتیب لشکر | ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلی میں بھی کوچ  
 کی تیاریاں اور ترتیب لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی  
 جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے  
 گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبہ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اینڈیا  
 میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہا پور میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ



عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ      کرد رواں سوے مخالفِ سپاہ  
 ناحیہ بزناحیہ راندند تند      بود صبا پیش چنیں سیر کند  
 از قدمِ شویمِ محل آں بلاد      نام و نشانے ز عمارت نداد  
 از حدِ سامانہ تا لاہور<sup>لاہور ۱۳</sup>      ہیچ عمارت نہ - مگر درِ قصور<sup>۱۴</sup>  
 لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید      بود ز میں تشنہ - کہ دریا رسید  
 یافت خبر کا فرنا خوب کیش      تیز تر از تیر بروں شد ز کیش  
 تن ز غنیمت بہر میت سپرد      بزدن جاں را بغنیمت شمر  
 بار یک اندر پئے شاں کینہ خوا      تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ  
 لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد      کوہ زخو نیز پُر از لالہ کرد  
 خانِ جاگیر کہ آں فتح یافت      فتح و فیروز عناں باز یافت  
 بست اسیرانِ محل راقطار      داد بدهاں چند شتر دل مہا

کیقباد کی بزمِ آرائیاں | لشکر کی تیاری کا کام سردارانِ لشکر کے ذمے  
 تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گزر گیا۔ مگر  
 رنگیلے کیتباد کو اپنے مشاغلِ شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت  
 میں موسمِ سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامہٗ نشاط کی گرا گرمی رہی۔  
 یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لے نواحِ لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہنچا تھا ۱۲

ملک پنجاب پر دہلی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جا رہا تھا کہ اسی  
 اثنائیں ملک پنجاب پر حملہ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک  
 مغلوں کا حملہ کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر بارہ بکٹ سلطانی  
 نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام  
 بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف  
 بھاگ گئے۔ بارہ بک نے کچھ دور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور  
 جو مغل زندہ گرفتار ہوئے ان کو لے کر دہلی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی  
 کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے :-

نامہ کشتے چند چو تیر از کیس	آمد و بسید چو پیکان زمیں
کز حدِ بالا معسل تیز عزم	سوے فروزانہ بر آہنگِ رزم
لشکر انبوه چو ذراتِ ریگ	جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردم آں خطہ فرو شدہ بجاک	گرد بر آورد از یشاں ہلاک
نشہ کہ ز گمراہی آں گمراہاں	یافت چنیں آگہی از آگماں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار	نامزدِ معسل شود تسی ہزار
بر سرِ شاں بارہ بک تیغ زن	خان جہاں چابک و لشکر شکن

۱۵ بارہ بک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس معم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیرِ دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چسلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زراے درست      ہر چہ صواب ست یہی بازِ نسبت  
خود کمِ کینہ کند استوار      یا زپے زرم فرستد سوار  
کارِ شناسے کہ در آں از بو      پر ن ز تبیر بیند اخت زود  
گفت ز چندیں سپہ کینہ خوا      آں نرود کز تن تہاے شاہ  
غرض وسطِ ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے  
حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست      عزمِ سفر کرد بمشرقِ درست  
کوسِ غریمیت زدِ شہرِ ریاء      لرزہ در آورد برو میں حصاء  
کوچِ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو      داد جہاں را ز نظمِ نہرِ نو  
منزلِ اول کہ شد از شہرِ دور      بود حدِ تلپٹ و افغان پور  
یافت سراپردہ در آں جا مقام      دشت در آمد ز رسنہا بدام  
مہم مغل سے بار بک | سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں بار بک جو  
مغلوں کی مہم سر کر کے آ رہا تھا اس مقام پر حضورِ سلطانی  
کی مراجعت | میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔  
لشکر کا فرشِ بالاورد      از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمانی کا زور و شور رہا :-

موسم نوروز دہواے شراب      شاہ جہاں مست مخالف خراب  
بادہ ہی خورد و ہی بود شاد      شاد ہی کرد جہاں رازداد  
ہر کہ چو گل کرد بر بزمش گذر      برد بسے دامن پر سیم و زر  
نغمہ زنش زہرہ پردہ شنار      نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس  
یافتہ در گوش ہمایونش جاے      این غزل از نغمہ بر بطرے

### عسزل

گل امروز آخر شب مست برختا      بجام لالہ مجلس را بیا راست  
نشستہ سبزہ زیں سود چہ گل      ستادہ سرو زان سوجانب است  
صبامی رفت و زنگس از غنڈون      بہر سو ہمی افتادومی خاست  
من اندر باغ بودم خفتہ بایا      بنام ایزد چو ما بے کم و کاست  
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو      برآمد از دلم فریاد بے خواست  
خسرو نے گل و زنگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیتباد کی بزمستانہ کا  
رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیتباد کے لشکر کا      جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل  
کچھ بجانب اودھ      کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ  
سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمائے کہ خود بدلت

اُس فوج کے لوگ و اُمرا میں سے ملک چھو خان کرٹہ اور خان اودھ یہ  
دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آئے۔

باربک و تیغ زنان سپاہ	طلبِ زناں پیش گرفتند راہ
کچ بکوچ از شدن بُ درنگ	لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم آب سر و در رسید	در سر و رفت و عنان در کشید
پیش درآمدِ بزرگانِ پیش	چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کرٹہ چھوے کشورِ کشاے	کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ	کر دیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جانشند	ساختہ کارِ مہتیا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفتِ باشکوہ	بر لبِ آبِ سر و شد گروہ

دیا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر  
ناصر الدین کا | ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت  
پیامِ باربک کو | برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میرنشی تھا

باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے  
اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس  
ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری  
تلوار۔ مگر میرا سر زند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو ”دلِ ماشا و چشمِ ماروشن“

باربک آمد ز مصائبِ نعل بستہ گلو ہائے مغل را بہ غل  
شاہ براں مردہ دولت کہ یافت بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت  
خوردے و گنج بہ محتاج داد بس گئسرو ز کہ بت راج دُ

اسیرانِ مغل کا قتل | دوسرے دن اسیرانِ مغل اور مالِ غنیمت سلطان کے  
روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیرانِ صمدہ کو ہتھکڑیوں  
سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا  
رات کو پھر وہی دور سا غرچلا:-

چوں تنہ چہند ز میرِ صمدہ دست اجل داد بدام و دودہ  
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر  
چوں فلک از شیشہ خود گاہِ شام جامِ سرو برد ز دور بدام  
نورِ نشاط از افقِ جامِ تافت شہ زے وے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی | دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جتنا کو عبور  
کر کے جیور میں مقیم ہوا اُس مقام سے باربک حکمِ شاہی  
بطورِ ہراول | ایک دستہ فوج کالے کر بطورِ ہراول لشکر کے آگے آگے

روانہ ہوا اور گنگا پارا تر کر قطعِ مراحل کرتا دریا سے سر جو کے قریب جا پہنچا اور  
سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھہر گیا۔

۱۵ امیرِ صمدہ وہ سردار جس کے زیرِ حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲  
۱۶ جیور ایک قصبہ ہے مضافاتِ ضلع بلند شہر میں جتنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشم من ایں نور بُر  
چشم خود از خود نتواں دور بُر  
ہر کہ فرستادہ آں درگہ است  
بندہ موروٹ در ایں شہ است  
گر سپہم بر تو رسا ند گزند  
جان من ست آنکیم <sup>نیلین</sup>  
ورز تو در قلب من آید غبار  
ہم تو شوی در رخ من شرمسار  
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوثر  
مہر مرا بسیند و ماند خموش

باربک کا جواب | اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا  
سلطان ناصر الدین کو <sup>کو</sup> کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے  
جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا  
تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ  
تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خان سپہ باربک تیز ہوش  
کر چو ز اں گو نہ پیامے بگوش  
در غور آں داد جواب سر  
سخنہ بمیزان ادب یک سر  
گفت کز ایں بندہ حضرت پناہ  
سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ  
من کہ فرستادہ شاہِ خودم  
بر خطِ اخلاص گواہِ خودم  
نام زد دم کر دکہ دھریار  
دشمن اور اندہم زینہار  
گر در گری پیش من آید بہ تیغ  
تیغ خورد از من و از خود دیرغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ مرنے والے ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہنچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھ کو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہ ہوگا۔ کیتباد کے آنے تک صبر کرو وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھ کو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغِ زنِ مشرقِ ازاں سوا آب	تیغِ بردوں آختہ چوں آفتاب
از غضبِ افگندہ بابر و گرہ	وز پے کیس کرد کماں را برہ
جست رسولے کہ گذارد پیام	ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برناؤ پیہ	در خور این کار چو شمسِ دیر
پیشِ طلب کرد پیامے کہ بہت	سوے مخالفت ز کثری کرد دست

لے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دو	کیں نتوان گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خورده از خوانِ ما	دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہبِ حلال	در تو حرامش کنی اینکِ وبال
گر سپہ از غیبتِ من ملک یافت	روے نخواہد ز پدرباز یافت
ہم تو کہیں راز ترا آگاہی ست	دارشِ این ملکِ منانی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بدے	تیغِ منش بر سر و گردنِ بدے



تافتہ از گرمی خود آفتاب      تابشِ او کرد جہاں را بآب  
 شب شدہ چون وز دیواندگدان      روز چو شب ہائے رستاں درآ  
 خوں برگِ مرد ز بوں آمدہ      خوں شد و از پوست بڑوں آمدہ  
 شہ بگہ کوچِ ہی شد چو شیر      چتر سبر کردہ و تو سن زبر  
 لشکر ازیں گونہ جہاں نفیشت      ناحیہ بر ناحیہ بر روئے دشت  
 تا علم شہ باودہ در رسید      از پئے دہلی عوضے شد پدید  
 نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر      بر لبِ لکھنؤ بجوالی شہر  
 لکھنؤ ازیں سو سہرؤزاں طرف      از لطفِ لشکر لب آوردہ کف

کیقباد کالب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روزِ دگر شاہ بر آئینِ گشت      آمد وزاں سو او دہ برگدشت  
 کرد صفے بر لبِ آبِ رواں      سودہ ہم پہلوے ہر پہلواں  
 تیغ زنِ مشرق از اں سو آب      کرد چو روشن کہ رسید کہ آفتاب  
 بر لبِ آب آمد و آراست صف      تافت دو خورشید ز ہر طرف  
 چشمِ پدر بہر جگر گوشہ تر      گوشہ ہر چشم شدہ پرجگر  
 دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں      حاجبِ خود کرد بکشتی رواں  
 گفت بجایب کہ ازیں چشم تر      مرد یک چشم مرا ذخیر  
 حاجبِ فرزانہ از آنجا شتاب      شست بکشتی درواں شد جواب

درز تو از دور بہ ہر سیم حضور  
 گرنہ گریزم۔ شوم از راہ دود  
 عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس  
 از پے تعظیم شکوہ تو بس  
 رفت فرستادہ ز راہ نہفت  
 ہر چہ کہ بشنید ز شہ باز گفت  
 شہ چو خلائے ز مخالفت ندید  
 زانچہ ہی گفت۔ زباں در کشید

سلطان مغرالدین | اب آفتاب جو زایں آگیا۔ ترطقی کی گرمی پڑنے لگی۔ دن  
 کیقباد اودھ میں پہنچا | بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ ناز پروردہ کیقباد گھوڑے پر  
 سوار ہے۔ سر پر پتہ شاہی سایہ نکلن ہے۔ پھر بھی بدن  
 سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرنا اودھ میں آ پہنچا  
 حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری  
 طرف سر جو۔

اگلے دن کیقباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سر جو کے کنارے پہنچا جہاں  
 سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو  
 وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُڑی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ  
 آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار  
 ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب  
 بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجز اگر رفت  
 رفت در اں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کا چیست؟      بخت کہ داند کہ دریں یا کیست؟  
 بود بحیرت کہ چو شب بگذرد      وز درگ چارہ چہ پیش آورد؟  
 تا بسحر بود گفت و شنید      کہ شب زائندہ چہ آید پدید؟

باب بیٹوں کے      جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے  
 کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد  
 سلام پیام      شد جاری رہی۔

### پیام پدر

کز پدر اول برسانش سلام      و آخرش آئین دعا کن تمام  
 کاے خلف! از راہ مخالف باب      تیغ بفلک کہ منہم آفتاب  
 از پدرم کہ رسد ایں فن بتو؟      از پدر من بمن۔ از من بتو  
 وز بد آموز شد ایں رہ پدید      گفت بد آموز نباید شنید  
 گرچہ کنی دعوی و آتش و لیک      نیک بدانم کہ ندانی تو نیک  
 چوں تو شب روز ادب افزون کنی      بے ادبی با چو منہ چوں کنی  
 بر سر خواں آے کہ ہم توشہ      یاد نہ کن کہ حبر گوشتہ

### جواب پسر

گفت بجا جب کہ بشہ باز پوے      خدمت من گوی و پس آنگہ گوے  
 بامنت از بہر تمنائے ملک      خام بود بختن سودائے ملک

چوں بمیانِ سرود در رسید  
پور مغزی ز کرائش بید  
تیر بر آورده ز کیشِ خدنگ  
از سر کیں کرد کماں را بچنگ  
تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد  
از سر کشتی بہ تہ افتاد مرد  
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز  
پیش شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی | کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں  
کیا۔ غالباً یہ کعباد کے بدخواہ مشیروں کی بد  
آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہنچے

بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی مٹھن جائے اس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر  
چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے  
جنگ کر بیٹھا تو اس کو گزند پہنچے گا یا محکو۔ بہرِ نفع میرے لئے سخت مصیبت  
کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے  
شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید  
نالہ چوں تیسر ز دل پر کشید  
خشمِ ہی گفت ز کینش سخن  
مہر ہی گفت کہ ہے ہوا بکن  
آنکہ چنینست نویدم از د  
بہتر ازیں بود امیدم از د  
گر پسرم راز جوانی و ناز  
عزمِ بر آں شد کہ شود رزمِ سَا  
حیلہ چہ سازم؟ چنین کار تنگ  
با پسرخویش کہ کردہ است جنگ

کاسے برخم چشمِ جفا کردہ باز!  
 باہمہ اس قوت و جوشِ سپاہ  
 گر گہرِ صلح پذیر و نطنام  
 تیر تو گرخواست بجا نم رسید  
 گر بگہر تاجِ ستانِ توام  
 تختِ جہاں بہر تو برپای کرد  
 خواست یکی خواستہ لیکن نیافت  
 در یقیں در دلِ تو آں ہواست  
 تاجِ زمن می طلبی چرخِ ساسے  
 اس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

### پیام پدر

اے زنب گشتہ نزلے سیر بر!  
 چشمِ منی! ہیچ غبارے میار  
 تا تو ندانی کہ دریں جستجوے  
 از پیرے ہیچ پدر بے نظیر  
 دیدہ نشاید کہ بود پر غبار  
 از پئے ملک ست مرا گفتگوے  
 از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد  
 زندہ و نازندہ بنامِ توام  
 دیدہ و نادیدہ دیدارِ تست  
 دیدہ و نازندہ بنامِ توام  
 دیدہ و نادیدہ دیدارِ تست

پختہ آخر! دمِ خاماں مزن  
 من ز تو زادم۔ نہ تو زاد نی من  
 ملک بمیراث نیاید کسے  
 تا نزد تیغِ دو دستی بسے  
 نیستم آن طفل کہ دیدی نخست  
 بالغِ ملکم بلاغتِ درست  
 حسد و مخوام کہ زد و ز من  
 داد خدا دُور بزرگی بمن  
 جز تو کسے گردم ایں در زدے  
 سرزنش تیغِ منش سر زدے  
 لیک توئی چوں بے پے ایں سیر  
 من ندہم۔ گر تو توانی بگیری

### پیام پدر

لے سراز آئین وفا تافتہ !  
 وز تو دلم تافتگی یافتہ !  
 گر چہ بغیبت شدہ کینہ تو ز  
 رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز  
 با چو منے دُور کن از سرمی  
 چوں بصفت من تو ام و تو منی  
 تیغِ مکش۔ تا نشوی شرمسار  
 از من اگر نیست ز خود شرم دا  
 تخت رہا کن کہ نہ زری تو نیست  
 تا منم۔ ایں پایہ بیای تو نیست  
 گر کمر کینہ کنی استوار  
 پیش تو بیش از تو در آیم بکار  
 در بہدار کشد ایں گفت و گوی  
 نیز نہ آیم ز وفاے تو روے  
 لیک بشرط کہ دریں را من  
 جائے پدر گیرم و تو جائے من

### جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ  
 تعبیه ہائے عجب آمیختہ  
 نہایتی

کرد نشاطِ طے درامش گراں      مجھے آراستہ کران تا کران  
 ہر کہ در آں بزمِ سخن ساز گشت      دامنِ پرگو ہر روز باز گشت  
 روی بہ کاؤس کے آورد و گفت      تاشود آں ماہِ بخورشیدِ جفت  
 سوے برادر شود آراستہ      با سپہ و کوکبہ و خواستہ  
 جست پئے ہدیہ نصیحت گراں      دیدہ فروزہ ہمہ قیمت گراں  
 جامہ ہندی کہ نہ است نہ نام      از بسکے تن بناید تمام  
 ماند پیچیدہ بناخن نہاں      باز کشائیش بہوشد جہاں  
 عود و بخار و فلفلِ بمن      خرمنے از نافہ مشکِ ختن  
 عنبر و کافورِ معنبر سرشت      صندلِ خالص چو درختِ بہشت  
 سر فلکِ برودہ بے زندہ پیل      کوہِ گراں را بقیامت دلیل  
 داد بشنہ زادہ و کردش رواں      ساختہ با کوکبہ خسرواں  
 اور شہزادہ کی کاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا  
 کے بعد یوں کہنا :-

اے غم تو کردہ بحبانم اثر      تو ز من و حالتِ من بے خبر  
 صبرِ من از دوری تو رفت دور      مرتحتہ کن کہ بسانم صبور  
 من کہ صبور یں نتوانم ز تو      واسے ! کہ محروم بسانم ز تو

۱۵ ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہجرت میں بدن نظر آتا ہے۔  
 ۱۶ لہیستو تو ذرا سا ہو جائے کھو لو تو آنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً مل ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیک من از پیش دم      بیشتر از دور لے تو ہیج عنم  
بہرِ خلاصورتِ خویشم نہ لے      روے مگر دانِ تبرس از خداے

### جواب پسر

لے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب      وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب  
گر ہمہ براہِ رسد افسرم      ہم بتہِ پایے تو باشد سرم  
سدِ کند زردہ ام از سپاہ      فستہ یا جوجِ مغل را پناہ  
رو تو چو خورشید ز مشرق برآ      من لیمِ اسکندرِ مغرب کشاے  
تا تو بمشرق بوسے ومن بغرب      حربہ خورد ہر کہہ در آید بحرب  
در ملاقات رہی رے تست      افسرِ من خدمتِ پایے تست  
نیست مرا آن محل و آں شکوہ      کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ  
در فگند رے تو بر بندہ تاب      ذرہ شوم پیش چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مرثدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا  
مجلسِ طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف | پھر اپنے فرزند اصغر کی کاؤس کو بلایا اور بڑی شان و  
سے کی کاؤس کا جانا | ترک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر قیباد کی  
خدمت میں روانہ کیا۔

باد شہِ شرق کہ آں مرثدہ یافت      روش (چو خورشید ز مشرق) نیتا



کی قباد کی طرف سے | دوسرے دن کی قباد نے اپنے فرزند کیو مرث کو دادا  
کیو مرث کا آنا | جان کی خدمت میں تحفہ دے کر روانہ کیا۔ چونکہ  
یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادہ کیو مرث مع جلوس دریا پار پہنچا تو دادا جان کی طرف سے  
بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خوشتر	کار گزاراں ہمہ رفتند پیش
سکہ نو بردرم نوزدند	پیشِ عنانِ بانگِ رواروزدند
تادرد ہلیز بہ پشتِ سمند	رفت خراماں ملکِ ارجمند
گشتِ زمیں پر سمن ویا سمن	روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں
داشت بر آئینِ بزرگانِ گاہ	حرمتِ آلِ خسرو شہ دیں پناہ
گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پا	کر چو نورش بدل و دیدہ جای
بود کمر بستہ بخد مت گری	عارض از آئینِ ادب پروری
خدمتِ عارض محلِ عرض یافت	تا نظرِ شاہ بر آں سوے تافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ  
کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرض معروض کا موقع پایا اور  
شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کی قباد نے پیام کے  
ب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمد غم تزیں ایں کار بود کافر و استیلم تو انم ر بود  
 تشنہ دیدار تو ام روز و شب شربت خود باز گیرم ز لب  
 شاد کن ایں جانِ غم اندیش را روئے نامنظر خویش را  
 تختہ حالِ دلِ ریشم بخواں یا بمن آ-یا بر خویشم بخواں  
 جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیتباد کو اطلاع کی گئی کہ  
 چھوٹا شہزادہ قد مبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت  
 سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیج کر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز  
 شاہی پر پہنچ کر شہزادہ گھوڑے سے اتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں  
 شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں کیتباد بھائی سے ملکر  
 بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:-

شاہ بردیش چون نظر کر دچست دید در آں آئینہ خود را در دست  
 گرم فرو جست ز تختِ بلند کرد با گوش تنِ ارجمند  
 داشت باغوشِ خودش تابہ یں سیر نشد چوں شود از عمر سیر؟  
 با خودش از فرشِ براورنگ بُرد تختِ کیاں باز کیاں را سپرد  
 گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت گاہ دوبارہ بکنارش گرفت  
 گاہ نظر بر رخِ زیباش کرد گاہ دل از ہر تشکیبش کرد  
 پُرسش از اندازہ زغایت گزشت حدِ نوازش ز نہایت گزشت

اب تک سر پر وہ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اُس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا | چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا اور ملاقات

میرالدین کی قیاد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اتر برہمنہ پا دوڑا، او قدمبوسی کے لئے سجھا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے :-

چشمہ خور خواستِ دریا گزشت	روزِ چو آخر شد و گرا گزشت
کرد طلب کشتی گروں رکاب	تا جو شرق بر آہنگِ آب
در زون چشم ز دریا گزشت	کشتی نہ تیز تر از تیر گزشت
گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید	راست کہ شد بر لبِ دریا رسید

## جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دل شاہِ بداں مائلِ ست      راے مرا نیز ہماں در دلِ ست  
آدمِ اینک ہزاراں نیاز      تا کتمِ ایں دیدہ بروے تو باز  
بود ز من پرستش شاہِ زمن      کا آمدن از خودِ طلبی - یا ز من؟  
من بدرِ شہِ بسرایم دواں      چوں پسرانِ بر پدرِ مہرباں  
شرطِ چناں ست کہ در بحرِ ویر      چشمہ کند بر لبِ دریا گذر  
لیکِ سزد - گر شہِ دریا نشان      بر سرِ ایں چشمہ شود دُشِشاں

ناصرالدین کی طرف | ناصرالدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام  
عطا کیا۔ اور کیو مرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک  
سے ملاقات کا وعدہ  
ہاتھی مع عماری زرین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح  
ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اس کے بعد کیو مرث اور عارض اپنے خیمہ  
گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناںِ نفث کہ فردا پگاہ      جنبشِ خورشید شود سوے ماہ  
منزلِ سعدین شود برجِ تخت      مجمعِ بحرین شود روے تخت  
خرمِ و خوشِ عارض و فرزندِ شاہ      بازو شتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں | عارض کی زبانی ناصرالدین کے آنے کی خبر سنتے ہی قیقباد  
دربار کی تیاریاں | کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیتبادتخت سے اُتر آیا اور اُمرا سے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زروگو ہز نثار کیا اور جو خلعت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پرداز جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دست	ق منہ لند! کہ کنوں چہل ست
آنکہ بدستِ خود لائے تکجنت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبتِ چو شدی بر سر	من نہ بدم تا شدی دستگیر
با پسرایِ نکتہ چو لختے بر اند	دست گرفت و بسریش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست	ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سر تختش کشید	نشت و فرو داد و پیشش دیو
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود	خواہشِ عذر سے بسزای نمود
دولتیاں ہر طرف بستہ صف	کردہ طبقہ سے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند	برد و سرفراز ہی ریختند

رسم نثار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

خواست کہ از سوزِ دل ہمیت را  
 ہر جہد از کشتی و گیر و گسار  
 صبر ہی خواست - مٹی آمدش  
 گریہ مٹی خواست - ہمی آمدش  
 بود بریں سوے معرّجہاں  
 ساختہ بر جا ادب چوں شہاں  
 پیش شد از دیدہ نثارش گرفت  
 شدہ دید و بکنارش گرفت  
 تشنہ دو دریا ہم آورده میل  
 تشنہ داز دیدہ ہمی راندیل  
 یکدگر آورده باغوش تنگ  
 ہر دو نمودند زمانے درنگ  
 رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے  
 سے اصرار کرنے لگے :-

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند  
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند  
 گفت پسر باید راینک سریر  
 جائے تو من بندہ فرماں پذیر  
 باز پدر گفت کہ این ظنِ سیر  
 کز پسر افسر بر باید پدر  
 باز پسر گفت کہ بالا خرام  
 کز تو بر دپایہ تخت تو نام  
 باز پدر گفت کہ لے تاجدار  
 تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے | الغرض بہت سی حیصہیں کے بعد باپ نے کہا کہ میں  
 کو تخت نشین کیا | تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے  
 تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ  
 رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھایا دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت شائبندہ باورنگ گاہ کرد رواں جملہ بستان شاہ

الغرض آں پیل وہاں تاج تخت ق کاں ز سبز بخت اند بخت

دید شمنشہ چو مہیا بہ پیش روے کرم کرد بہ دل بند خویش

گفت کہ ایں افسرواں پیل کاں بہر ترا داشتہ بودم نگاہ

نیست مرا بہتر ازین پنج چیز تادم از دیدہ بحشم عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ

میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجھ کو پہنچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ

سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجھ کو دے ڈال۔ دوسرے روز قیقاہ نے اس فرمایش

کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اُس کو انعام دیا:-

گفت بفرزند کہ درخورِ دشاہ چتر سپید آرو کلاہ سیاہ

تاجوران چتر و کلاہ سیاہ کرد بمیاد رواں سوے شاہ

ہر دو فرستاد بحکم شہی بر شہ شرق آں دو نشان مہی

شاہ شد از دیدن آں تخت شاہ بستد و بوسید و بسر بر نداد

داد بآرندہ آں ہر دو چیز خلعت خاص و زربیا نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں | ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین

نے فرزند و لبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں

فرزند و لبند کو | کہیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش دسترم اپنی فزود گاہ پر واپس آ گیا:-

چوں پدراقبال سپرتازہ کز ق زان شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست این قد روز دگر بسلوہ ملکہ دگر

زیں منظر کام چو دمسار گشت فرق سپر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور ایہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اس بات  
خانگی ملاقاتیں کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معزالدین کی قباد  
کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد  
نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت  
بڑی دھوم سے کی۔

اس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزم مغزی کی ہر  
ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین  
نے ایک ملازم خاص کو بھیج کر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب  
فرمایا اور تحفہٴ فرزند دلبند کو عطا کیا:-

گفت بخاں نیکے شاہ شرق آرد از آب گذار چو برق

آورد پیش کشد از خصاص تخت ز روتاج ز روپیل خاص



باشد اگر سوے محبتِ روسے  
 گر شود ت خصم بتدبیرِ پانچم  
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد  
 جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش  
 بیش کن آہنا کہ زیزداں بود  
 چشم رعایت زر عیتِ مگسیر  
 عدل بود مایہ امن و امان  
 داد گری کن کہ ز تاشیرِ داد  
 تا بزمانے کہ تو بادا بسے  
 دولتِ دنیا کہ مسلم تراست  
 دولتِ جاوید نبرہ است کس  
 پیشہ کوئی کن و از بدترس  
 نیت خیرت اگر امروز خاست  
 یافتی از کشتِ ازل خوشہ  
 ترسِ خداوندِ جهان کن بدل  
 کار چناں کن کہ بہنگامِ کار  
 چوں بو غا جہد کنی در جہاد

رخصتِ تدبیرِ ثنا ساں بچوے  
 تیغِ نشاید کہ کشتی از نیام  
 خویشنت خرد بساید شمرد  
 بیش دم ازوے نہ کمی و نہ بیش  
 کم کن از اناہا کہ نہ فرماں بود  
 تا بودت ملک عمارت پذیر  
 بیش کن ایس مایہ زماں تا زماں  
 بس در دولت کہ توانی کشاد  
 نشود آوازِ قطنِ لم کسے  
 جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست  
 نامِ نکو دولتِ جاوید بس  
 از بد کس نے۔ ز بد خود بترس  
 وعدہ بفردا منگن۔ کاں خطا  
 راست کن از بہر ابد تو شہ  
 تا ز خداوندِ منانی نخل  
 از دریزداں نشوی شرمسار  
 باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے :-

دور در آمد بہ نصیحت گری	چوں سخن رفت بے دادری
کایزدت از حادثہ دار ذکاہ!	دانشستش بدعاے پناہ
داروے تلخش ز نصیحت بہ کام	ریخت پس آں گاہ بہرِ تمام
مازند و کن کہ شد او بے نیاز	کای پسر! از ملک و جوانی مناز
ز آتش سوزندہ نگہ گسار خس	خشم بہرِ جسم میاور بجس
عفو نکو تر ز سیاست بے	چوں گبنہ معرفت آید کسے
دیر خصومت شو زود آشتی	در حق آں کش بر خود آشتی
کار برو کن بعنایت تمام	ہمہ کہ زند در رہ اخلاص گام
سر بزنش پیش کہ گیرد برے	واں کہ بر آرد بخلاف سرے
آب دہ از زہرہ اود ہرہ را	خرد مبیس دشمن بد زہرہ را
در تہہ دندان چکند سنگ خرد؟	دشمن خود خرد نہ باید شمر د
ہم بکن آں خار کہ در راہ تست	گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست
فرق کن از دشمن خود تا بدست	دشمن اگر دوست نماید پرست
گوش مکن گفت بد آموز را	جائے مدہ دشمن کیں تو ز را
راہ مدہ بے خبراں را بنجوش	خاص کن آں را کہ خرد ہست پیش
گفت کساں نیز ہمی دار پاس	گرچہ دلت ہست فراست شناس

کیا گیا تھا جا بیٹھ۔

تنہائی کا وقت تھا مصلح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھا یا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہر ملا کاٹتا ہے اُس کو جلد کال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی نصیحت دلِ جان سے سنی اور گرہ باندھی پھر دونوں شخصتی معافقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے زور دے کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معافقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوا ہو گیا اُدھر کشتی چلی ادھر کیتقاد چنچیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑو ایسے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چود و دایِ مہ و ستیارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کو کبہ شرق سوے شرق تافت	لشکر مغرب سوے مغرب تافت
سرورِ شرق بود اے پسر	گریہ کسناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ دایِ دوشاہ	چو ترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گو نہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز	یک بدر گہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک      صحبتِ آلودہ رہا کن بجاک  
 ہوشِ براں نہ کہ شوے ہوشیار      تاکہ غفلتِ نزدِ در و زگار  
 غفلتِ شاہِ استِ زیانِ ہمہ      خوابِ بیانِ ستِ بلا سے رُمک  
 شاہِ بود از پستِ پاسِ حباں      خوابِ تشاہد کہ کند پاسباں  
 چوں تو خوری بادۂ کا فور بو      پس غم گیتی کہ خورد؛ خود بو  
 پیشہ تقویٰ است پسندیدہ فر      از ہمہ دز شاہ پسندیدہ تر  
 چوں ہمہ کس خدمتِ سلطان کنند      ہرچہ ز سلطان نگرند آں کنند  
 کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب      تان شود رکنِ شریعت خراب  
 شاہِ بدیں گو نہ بفرزندِ خویش      داد بے زاد و نو۔ از پندِ خویش  
 ناصر الدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدمی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو  
 مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح  
 پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات | جدائی کی گھڑی آپھونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ  
 شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لگنے لگے ایک نے مشرق کی اور  
 دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دیر پا پارُ اترا۔ یہاں قتیبا د پہلے ہی سے باپ  
 کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چہو ترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود  
 چون شغبِ ناله ز غایت گدشت  
 یک نفس زان منط از ہوش رفت  
 و ان خلتِ پاک ہم از درِ دل  
 بستہ دل و جاں بوفاسے پد  
 اشک نشاناں بدلِ دردناک  
 ہر دو بجاں شیفۃً یک دگر  
 روے ہم کردہ چیں تابدیر  
 عاقبت الامر در آں تہنق  
 ہر و بخِ خون شدہ عتاب رنگ  
 رفت پد پرپائے بکشتی نہ ساد  
 گریہ کنان بادل بریانِ خویش  
 او شدہ زیرِ سوپرِ رومند  
 گریہ ہی کرد زمانے دراز  
 راندہ ہی از مژہ سیلابِ خون  
 دید چو خالی محل از شاہِ خویش  
 رفت بہ بشکر درِ خرگاہ بست

خونِ من از دیدہ من می رود  
 گریہ و زاری ز نہایت گدشت  
 کش ہر فرزند ز آگوش رفت  
 خاکِ رہ از گریہ ہی کرد گل  
 دیدہ ہی سودِ پیاسے پد  
 مردمک دیدہ فتادہ بنخاک  
 دوختہ بودند نطسہر با نظر  
 ہیچ نگشتند ز دیدار سیر  
 چونکہ ندیدند گزیر از منسراق  
 یک گرا آغوش گرفتند تنگ  
 دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشا  
 کشتی خود راند بطوفاںِ خویش  
 آہ بر آورد بیانگِ ملبسہ  
 سوے پد داشتہ چشم نیاز  
 تا ز نظر کشتی شہ شد بروں  
 رخس رواں کرد بہ بنگاہِ خویش  
 و آمد و شد راز میاں راہ بست

کاں چمن ازخار تہی کردنی ست      واں گل رنگیں کھن آوڑنی ست  
 در حقِ ایں شو بکرم رہمنوں      واں دگرے را بزین یزخوں  
 آں ہمہ گفتارِ پدرِ کیقتباد      دل نتواں گفت کہ درجاں نہا  
 از پس آں ہر دو پیا خاستند      عذر بد و نیک ہی خواستند  
 خستہ پدر از دل پر خون و ریش      دست در آورد بدل بند خویش  
 نالہ ہی کر د کہ لے جانِ من      جاں نہ از آن دگرے زانِ من  
 چوں تو شدی۔ دل ز کہ جوید ترا      دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا  
 بے خبرم بہر تو۔ شب تا بروز      گر خبرت نیست چنہنیم مسوز  
 سوختہ شد جانِ منم اندوختہ      تا چہ شود؟ حالِ من سوختہ  
 کاش نبود۔ دوسہ روزی وصال      تانٹے دیدہ اسیر خیال  
 اے ز تو در دیدہ تاریک نور!      مردمی کن مشوا ز دیدہ دور  
 صبر من را کہ صبور یم نیست      دور ز تو طاقتِ دور یم نیست  
 گرچہ ترا ہم کشتے در دل ست      آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست  
 چند کنی از پے رفتن شتاب      یک دے از سوختگان و متاب  
 با تو اگر ہم، سیم مشکل ست      اشکِ منتِ ہمرہ صد منزل ست  
 خامہ من زیں پس و تحسیرِ در      اشکِ واں یک بیاباں نور

حضرت خسر دے حسنِ اخلاق لے اس شخص کا نام ظاہر کرے کی اجازت نہیں دی مگر موصوفے سے بالاتفاق بیان کیا کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو عصبِ سلطنت کی فکر میں تھا۔

پاے ستوراں بزمیں در شدہ      گاؤ زمیں راسمِ شاں سر شدہ  
 بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ      تنگی جو بود و دستِ رخی کاہ

سلطان کی قیادت | سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبہ  
 دلی پہونچا | شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی  
 گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیسرا انداز

نسیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جا  
 گھوڑے پر سوار۔ سر پر چپتر سیاہ کا سایہ گرد اگر دبر ہنہ تلواریں قطار در قطار۔  
 اس دھوم سے سواری در دولت پر پہونچی۔ رخسِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا  
 زرد جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پرچوب پڑی شادیا نے بجنے لگے مطربوں نے  
 مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی  
 باگ رو کے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اترے  
 اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زرد گوہر کا فرش ہو گیا۔  
 بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کسی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام  
 و اکرام اور خیرات و مہرات میں خزانے لٹائے۔

رخس طلب کر دشرِ کام گا      شد بگہ چاشت بدولت سوا  
 از روشِ پیل کراں تا کراں      سر بسر اندامِ زمیں شد گراں  
 صفِ سیاہ از علمِ سنج و زرد      نسخہ دیباچہ نور و زکرد

جامہ بھنیہ دھواں می درید جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت | اودھ سے سلطان مغزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین  
دلی کو | برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل  
سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہ باغوں میں آموں کی

کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کو  
گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان  
آفت میں تھی۔ منزل پر پہنچ کر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چورہ در سڑھاں آفتاب چشمہ خورشید فرد شد بآب  
ابر سر پر دہ بالا کشید بزرہ صفِ خویش بصر اکشید  
تندی سیلاب زبالاے کوہ از شغب آورد ز میں راستوہ  
برق بہر سوے بتابے دگر دشت بہر جوے بتابے دگر  
شالی سر سبز ندانم ز چھیت کاب گذشتش ز سر آنگاہ رست  
غوطہ مرغابی رعنا بجوے از سر طوفاں شدہ پایاب جے  
آپ رواں گشتہ بہر سایہ یافتہ از میوہ زمیں مایہ  
ابر در افشاں ششہ دریا نوال ابرش خود راند بدار الجلال  
آب فراخے ہمہ رہ تابہ گنگ آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ



کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

در حقِ ایں تو بکرم رہتموں      واں دگر سے راہِ زمیںِ نیرخوں  
یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامنِ کوہ کی  
طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایسی خاں کا خطاب دے کر اقطاعِ برن (بلند شہر)  
سپرد کئے گئے۔

ملک نظام الدین اقطاعِ ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لم سمجھ  
گیا جانے میں لیت و لعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز  
پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔

یہ شخص بڑا بدتر اور کارِ داں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق  
میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

<p>امیر صاحب دورِ معزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمالِ سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہنچ لیا تھا۔</p>	<p>خسرو کی ملازمت کا حالِ برسِیلِ اجمال</p>
---	---

وہ اول اول ملک چھو کے ندیمِ دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم  
سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفرِ بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنؤ کی بنایا

شہ بہ چتر سیہ می چمید  
 اول شب صبح دوم می میہ  
 تیغ بہ پیرامن چترش قطار  
 ابریکے قطرہ آبش ہزار  
 بودیک جائے صف تیغ و تیر  
 ہم چو نیساں بلب آب گیر  
 بانگ روارو کہ برآمد بلند  
 غلغلہ در گنبد گردوں منگند  
 کو کبہ چوں فلک آراستہ  
 شاہ بدروازہ دولت شافت  
 گردِ طعنہ تا بہ فلک خاستہ  
 توشہ رازنار منگناں  
 دوا بدرد ازہ کشادے کی یافت  
 کوس خبر کرد گوش از خروش  
 گشت مکتل بجو اہرمنان  
 نعمت مطرب ز گلو گاہ ساز  
 دوزخ برش بخیری یافت گوش  
 ماہوشاں چرخ زناں پای کوب  
 گوش نیوشندہ ہی کرد باز  
 شاہ بنظر آہ کار گاہ  
 گشتہ ہو از رہ شہ خاکروب  
 نرم ہی راند و عنای می کشید  
 نرّم ترس راند فرس را براہ  
 بسکہ فشانند ز ہر سونثار  
 تابشرف خانہ دولت رسید  
 جشن فریدون دطرب گاہ جم  
 فرش زمیں شد ز درشا ہوار  
 از دل خواہندہ بستار لچ گنج  
 تازہ شد از مجلس شاہ عجم  
 فرس زمین شد ز درشا ہوار  
 خواستہ می داد وہی برد رنج

ملک نظام الدین | امیر صاحب نے تو کیتباد کو دلی پہونچا کر مثنوی کا قصہ ختم  
 کا انجہام | کر دیا ہے مگر تو ایسے سے ثابت ہو کہ کیتباد نے دلی پہونچے

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا      باز سانیہ سخن برسا  
 اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعر اُنے اپنے  
 قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔ اس قصیدہ کے  
 منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

## قصیدہ

زہے ملک خوش چوں دوسلطان یکے شد	زہے عہد خوش چوں دو پیاں یکے شد
دو چتر از دو سو سربِ آرد و از در	زمین زراں دو ابرِ در افشاں یکے شد
پس بادشاہ و پدر نیز سلطان	کنوں ملک میں چوں دوسلطان یکے شد
زہر جہاں داری و بادشاہی	جہاں را دو شاہِ جاناں یکے شد
یکے ناصرِ عہدِ محمود سلطان	کہ فرہانش در چارار کاں یکے شد
دگر شہ معزز جہاں کی قبادے	کہ در ضبطش ایران و توران یکے شد
بدیو و پری گوئے لے باد! کاینک	دو وارثِ ملکِ سلیمان یکے شد
کنوں روئے در چین نیارند ترکاں	بہندوستان چوں دو خاقان یکے شد
بروں شد دوئی از سر ترک و ہندو	کہ ہندوستان با خراساں یکے شد
بصد میہمانی صلا داد عالم	چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد
خان جہاں کو اقطاع او دھ کی حکومت ملی	امیر صاحبِ اسی شہنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلی واپس چلے آئے بعد ازاں قانِ  
 ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربارِ ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان  
 محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیرِ مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلی آئے  
 پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک  
 مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کی قیادت تحت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلی  
 بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربارِ معزی میں  
 جانا خلافِ مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خانِ جہاں کے  
 پاس چلے گئے اور اُس کی نزدیکی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خانِ جہاں سلطان بلبن کا مولا زادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر  
 تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟  
 اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور  
 اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائدِ خسرو میں ایک  
 قصیدہ ہے جو دربارِ اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی خانبہاں  
 اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب  
 فرماتے ہیں۔

صفتِ حریفانِ زد و جانبِ قطا ہر یک از ایشان ملکِ نامدار

میں بقیار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مہر خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خانِ جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زاد راہ پیش کیں۔

من زپئے شرم خداوند خویش	رفتہ زجاے خود و پیوند خویش
مادر من سپہ رزنِ بسجہ سنج	ماندہ بدلی ز فرستہم برنج
روز و شب از دوری من بقیار	سخت و داغِ من خام کار
در غم و زاری ز جدا ماند غم	نامہ نویاں زپئے خواند غم
گرچہ دلم ہم ز غمِش بود ریش	چند گئے راہ نہ ادم بخویش
چو کششِ سینہ ز غایت گذشت	باعث دل ز نہایت گذشت
حالِ خود و نامہ اُمیدوار	باز نمودم بحسبِ اندک گار
داد اجازت بر ضاے تمام	تا نسم اندر رہ مقصود گام
حسبِ رہم ز اں کفِ دریا	گرم رواں کرد و دشتی زر
تا ز چنان بخششِ مفلس پناہ	شکر کتاں پاس نہ ادم براہ

خسرو کی روانگی | اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم ماؤ اور دلی پہونچنا | زاد سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقہ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کی قیاد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہنچا تو  
خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے  
ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدردان و محسن تھا اس لئے اُس کے ساتھ اودھ  
میں رہنا پڑا۔

سایہ فشاں شد بحد کنت پور	با عِلمِ فتح در راں راہِ دور
گشت باقطاع اودھ سرفراز	خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز
کرد فراہم سپہ بے قیاس	از کفِ جو دو کرمِ حق شناس
کرد کرمِ آنچہ کہ بد پیش ازاں	من کہ بدم چاکر او پیش ازاں
بندہ شدم لازمہ آں کیب	تا ز چاں بخششِ خاطر فریب
کیست کہ از لطفِ بآبدِ عناں؟	دراو دم بُرد ز لطفِ چاں
کم وطنِ اصل فراموش گشت	غربت از احسانش چنانم گشت
ہیچ عِسمِ ذمالہ نبود از منال	دلِ اودھ از بخششِ او تا دواں

خسرو کی رخصت | امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے  
دربار خان جہاں سے | ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں  
پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

لہٰذا اس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کی قیاد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا  
جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھا ہے۔ البتہ ۱۸۵۷ء سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی  
ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو و دربار | خسرو و شعرا کو دلی پہونچے دو ہی دن گزرے تھے کہ سلطان  
مغزی میں | مغزالدین کی قباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجبِ سلطانی  
دوڑا آیا کہ چلے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک  
درحیہ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانہ سلطانی میں پہونچکر آدابِ بجالائے مگردل میں دھکڑ پکڑ تھی رشاید  
اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی، خیر  
قصیدہ حبیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

## قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست	دردماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست
شہ مغزالدین والدِ نیا کہ از دیوانِ غیب	نام او بر نامہ دولتِ بعوانی نشست
کیقباد آں گوہر تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ	باج از ایراں بستہ بر تختِ تورانی نشست
بخت را بنمود کایں پیشانی دولتِ کرستہ	تاجِ زرینش کہ بر بالائے پیشانی نشست
قصہ دریا نگر برگوہر والاے خویش	تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست
بر سرش چوں سائبانِ چتر می گفت آسمان	سایہ را دیدی کہ باخو رشیدِ تورانی نشست
تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب	چوں ز چترش علیہ در ظلِ سلطانی نشست
انسن و جان از مہر گردوں در خیال افتادہ اند	مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلی پہنچے وطن کے درو دیوار کو دیکھ کر اور دوست آشناؤں سے مل کر  
دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا  
کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہنچنے کی منت مان رکھی تھی اب  
مراد پوری ہوئی تو وہ منت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من	گریہ زدہ دست بد اماں من
حائلِ خوں کرد عسبِ مادرم	زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز	بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل یکشیدم عنال	راہ چنیں بودوش آ پنخاں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر	در مہِ ذلیقہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہجو گل بوستان	چشم کشادم برخِ دوستان
منع خزاں دیدہ بہ بوستان رسید	تشنہ بہر حتمہ حیواں رسید
مردہ دل از حالِ پریشان خویش	زندہ شد از دیدنِ خوشایں خویش
دیدہ نہ آدم ہزاران نیاز	بر تدمِ مادر آ زرم ساز
مادر من خستہ تیمارِ من	چوں نظر منگندہ بیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت	اشک فشاں بے سرم در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتمہ را	کرد و فاندہ پذیرفتہ را



خاستم دبرِ گِ شدن ساختم      محمد تے تازہ سپر دا ختم  
 رفتم و ز خسارہ ہنادم بجاک      تن ادب آموز و دل اندیشاک  
 نقشِ طسیرِ زیدہ کشادم ز بند      کردش انشا و بیانگِ بلند  
 شہ چو دُرِ چسیدہ من دیدہ تر      مہرہ بچید از دُماے دگر  
 داد با حسان رہی بر درم      چاگی خاص و دو بدرہ درم

کیقتباد کی فرمائش | جب بادشاہ اپنے بیل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمال سخنوری کی ستائش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے

ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم فنِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آئندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا ”میری خواہش یہ ہے کہ تم کلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور ان کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجھ کو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلی دے لیا کروں۔“

اتنا کہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرافیہ اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ ”اے ختمِ سخن پروراں! ق ریزہ خورِ خواخپہ تو دیگر ایں

تاغبار باد پائیش چشم جاں را سرمہ داد  
 خاک را بر منبتِ ہر دیدہ تابانی نشست  
 از زبان تیغ تا از بر سر ہاشانہ ساخت  
 در سر ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست  
 روزی ہما از خیالِ ناوکِ ترکان او  
 نیسانی در دل شیر نیسانی نشست  
 در دل بدخواہ پیکانش کہ از خونِ لعل گشت  
 گو یا در سنگِ خار اعلِ پیکانی نشست  
 ابر دستا! داد در دستت خدایِ چو آب  
 تاغبار کا فراز راہ سلمانی نشست  
 چوں بہ تختِ سلطنتِ نبشتی از حکمِ ازل  
 تا ابد نبشیش کہ آنجا ہم تمیدانی نشست  
 زان کمر ہائے مضع کز تو بر بستند خلق  
 ہر بزرگے تا کمر در گوہر کانی نشست  
 ابر صد بار آبروے خویش را بر خاکِ بخت  
 پیش ابر دست تو کا نذر دافسانی نشست  
 بر درِ قصر چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت  
 شاخِ طوبی را عصا کہ دو بدر بانی نشست  
 دید قصرِ شاہ را با بُرجِ جوزا ہم کمر  
 بندہ خسرو چوں عطار در شناختی نشست

چشم تو بیدار دولت باد تا از عونِ بخت!

جملہ بیداراں بچہ بند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرے دربار اس کی نظر میں تھیکے  
 پڑ گئے از راہ بندہ پروری ان کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرما  
 اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ ز آمدنم زود خبر شد بشاہ  
 حاجے آمد بشتا بندگی داد نویدم بصفِ بندگی

کنج غزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا چھوڑ دیا۔ یار مددگار تھے تو یہی قلم  
 دوات اور کاغذ ۳۶ سال کی عمر تھی اور منکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین  
 مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت  
 و آرائش و پیرائش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان مغالہ دین  
 کیباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۱۰۸۵ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شہر مندگی	آدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گھر گردِ غم	فرض شدہ خدمتِ شہ گردِ غم
گوشہ گر فتم ورقِ دل بدست	عقل سرایمہ و اندیشہ مست
روئے نہاں کردم از ابناء جنس	نئے عظیم بلکہ خود از جن و انس
آپ معانی زدلم زاد زود	آتش طبعم بعتلم داد وود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج	سینہ خاکیم بروں داد گنج
ہمت مردانہ بہ بستم بکار	رحیمم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلم تا سہ ماہ	روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دل کم ہنر و طبع سست	راست شد این چند خطِ نادرت
ساختہ گشت از روشِ خامہ	از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام	یافت قراں نامہ سعدین نام
انچہ بتایم ز ہجرت گذشت	بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پر درست      ہمت مارا طلبے در سرست  
 گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیت      از تو شود خواستہ من درست  
 خواستہ چندانست رسانم ز گنج      کر پے خواہش نبری ہیچ برنج  
 گفتش ”اے تاجورِ جم جناب !      بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب  
 من کہ بوم داعی مدحت طراز      تا چو توے را بمن آید نیاز  
 باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے      ابر نہ از قطرہ بود آب جوے  
 حاصلم از طبعِ کثر و فکرِ ست      نیست مگر پارسی نادِ درست  
 گر غرضِ شاہ بر آید بداں      دولتِ من روے نماید بداں  
 گفت ”چناں بایدم اے سحر سنج !      کر پے من روے نہ ہیچ ز برنج  
 جسم سخن را بہنر حباں دہی      شرحِ ملاقاتِ دو سلطان دہی  
 نظم کنی حبلہ بسحرِ زباں      قصتہ من با پدرِ مہر باں  
 تا اگر ہم جہر در آرد ز پاے      آیدم از خواندنِ آں دل بجائے  
 ایں سخنم گفت و بگجور جو د      از نظرِ لطف اشارت نمود  
 بُرد مرا خازنِ دولت چو باد      مہر ز رو خلعت شاہِ سیم دا

تصنیفِ ثنوی | چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اس لئے خسرو  
 شرمندہ احسان ہو کر بارگاہِ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو  
 جو خدمت سپرد ہوئی تھی اس کی بجا آوری فرض ہو گئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ نساخن سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نہ کریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا منہ زند گم ہو جاتا ہے۔

من چونکردم عددش از بخت گم شد و سرمایہ نماندش درست  
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد بستم و دادم با میان نقد  
تا چو دریں بگری اے ہوشمند! بیش و کمش باز شناسی کہ چند  
وزر جہل باز کشائی شمار نہ صد و چار و چهل و سہ ہزار  
خوابمش از خامہ زنان گزیر آنکہ نگر در تھے کم از یس  
زانکہ خراشیدہ مردم بود آہ کس! کس خلفش گم بود  
اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام ثنوی سے ایک  
مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری | وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ ”کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام جمع

اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس ثنوی کے ضمن میں

وہ خیال پورا کیا ہے آئندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے۔“

بود و راندیشہ میں چند گاہ ق کزدلِ دانندہ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آبش دہم جمع اوصاف خطابش دہم

سالِ منِ امروز اگر بر رسی      راست بگویم ہمہ شش بودوی

زیں نط آراستہ بکرے چوماہ      باد قبولِ دلِ داناے شاہ

خاتمہِ مثنوی | خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف

مضامین پر مشتمل ہے۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور

محنتِ خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت | اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس

طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ

بہا کر پیدا کئے یہ مجھ کو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ

دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خونِ خورده ام      کایں گمراہِ حقہ بر آورده ام

ساختم ام ایں ہمہ لعل و گہر      از خویِ پیشانی و خونِ جگر

تا نم از فکرِ پهنایشش      گمہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعدادِ اشعارِ مثنوی | اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اول

بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب

حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے

کی دہشتی کا اندازہ ہو سکے گا۔

گرچہ شہ از بہرِ پُسنِ نامہ داد مرا گرمی بسنگامہ  
 نزپے آں شد قلمِ حسرِ سنج کزپے ایں مارِ نشینم بہرِ گنج  
 من کہ ہنادم ز سخنِ گنجِ پاک گنجِ زاندرِ نظمِ چسیت؟ خاک  
 گر دھدم تا جورِ سرِ بلند دُرِ نتواں باز بدِ ریا فکند  
 ورنہ ہدِ زانِ خودم را گناں رنجِ نہ کردم چوتھی مانگاں  
 یک جوازیں فنِ چو بدِ ماں نہم دہ کنم آں را و بصد تن دہم  
 شیرم و رنجِ ازپے یاراں برم نے چوسگِ خانہ کہ تنہا خورم  
 ایں ہمہ شربت نہ بدالِ کڑہم کابِ ز دریاے کرم خوردہ ام  
 ہر ہمہ دانند کہ چسندیں گھر کس نقشاند بدوسہ بدرہ زر  
 و ردہم گنجِ فریدوں و بسم ہدیہ یک حرف بود۔ بلکہ کم  
 اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان  
 نے حسب وعدہ اس ثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمت  
 کا زہر نہیں اگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی مگر  
 سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

وزدان معنی | پھر کہتے ہیں کہ ”وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا  
 کی شکایت | کئے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

باز تمام صفت ہر چہ ہست      شرح دہم معرفت ہر چہ ہست  
 طرز سخن را روشِ نو دہم      سکے ایں ملک بخسہ و دہم  
 آنچہ ز سر جویشِ دلِ نقش بند      ق معنی نو بود و خیالِ بلند  
 موے بمویشِ بہرِ حینتم      پختہ و سنجیدہ در درہِ ختم  
 زیں پس اگر عمر بود چند گاہ      ق کم ہو س آید بسفید و سیاہ  
 رنگِ زیادتِ ندہم خامہ را      سادہ ترین نقشِ کرم نامہ را  
 کانچہ ہی شد بدم خار خار      یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلہٴ ثنوی سے | اس ثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ”بادشاہ نے صلہٴ  
 وافر کا وعدہ کر کے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اسکی  
 طمع میں یہ ثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجائے خود ایک خزانہ

استغنا

ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھ عطا کرے گا تو میں  
 لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھ کو جو صلہ  
 ملتا ہے اُس کو وہ چند کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔“

”اول مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہو سکتا  
 سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر  
 سلطان مجھ کو فریدوں و جمشید کا سا خزانہ بھی عطا فرمائے تو میرے ایک حرف کا  
 صلہ نہوگا میرا اصلی مقصد تو بقائے نام ہے جو کوئی اس ثنوی کو دیکھے گا مجھ کو یاد کر گیا۔



آنکہ وراور سخن آوازہ بیش زخم زناں بروے زاندا زہ خوش  
 ہر گل و خارے کہ رسد زین خیال لے خوش ازاں گردم و فی رنج را  
 ہر چہ تالیش کندم مرد ہوش گر چہ بود راست نیارم بگوشت  
 زانکہ چو زیں فن بعسہ و راو فتم ترسم ازیں مرتبہ دورا و فتم  
 چرب زبانی نبود سودمند طفل بود کش بفریبی قہمند  
 آنکہ شناسندہ ایں گوہرست گر ہمہ نفریں کندم در خورست

حساد کا ذکر | خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلتے مارتے تھے  
 اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ صدرہ زند زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند  
 گر مثل صد ہنر آرم ز غیب ہیج نگاہے نمکد جز بعیب  
 صد سخن راست نگیرد بسیج یک رقم کز کند انگشت پیچ  
 گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش عیب بود عیب کساں گفتنش  
 در کم ازیں مایہ رسیدش ز غیب طفل رہ ماست ز طفلان عیب؟

مہج گوئی سے بیزاری اور | خسرو شعرا نے دُور مغربی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ  
 لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا  
 محثمانِ زمانہ کی شکایت | بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔

ہر صفے را کہ برا نگینم	شعبہ تازہ در درخشم
مور شدم بر شکر خویش و بس	در نردم دست بخلوے کس
دزد نیم حسنه بر دیگرے	خانہ کشادہ ز در دیگرے
هر چه که اول در مکنوں کشم	زہرہ آن نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہسر گراں	ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزد متاع من و بامن بچوش	شاں بزباں آوری و من خموش
نقد مرا پیش من آرند راست	من کنم احسنت کز آن شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم	بامن و من ہیج نکویم ز شرم
طرفہ کہ شان دزد من از شرم پاک	حاجب کا لامن و من شرم ناک

معارضین کا ذکر | خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بقصان خیال مند	جملہ گواہان کمال مند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس	بے ہنراں را نکند یا کس
در سخن فستہ ہمہ را پیچ پیچ	چوں سخن نیست چکویند؟ ہیج

پشتِ بنجیم نہ پنا ہے زکس چوں بخداوند کم روے دس

شہنایاتِ نظامی | امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صفتِ ثنوی کا استاد  
کامل مانتے ہیں اُن کی ثنویات کی خوبیوں کے معرفت  
کی ثنا و صفت

ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ ثنویت در دل ست حلِ کتمِ این بر تو کہ بس مشکل ست  
در روشتے کز تو نباید مرو گفتِ بدمِ ثنوی و نی کو ثنوی  
نظمِ نظامی بہ لطافتِ چو در و ز درِ او سر بسر آفاق پر  
پختہ از و شد چو معانی تمام خام بود خچن سوداے خام  
بگذر از بس خانہ کہ جائے ثنویت ویں رہ باریک بہ پائے ثنویت  
گفتہ اورا ثنوی و گوش باش گفتِ مرا بشنوی و خاموش باش  
سحر و رائے کہ در و دیدہ اند خاموشی خویش پسندیدہ اند  
ثنوی اورا ست ثنائے بگو بشنوی از دور و دعاے بگو  
در ہوست می نگذارد عنال می کشت دل بخیاں چناں  
کوششِ آن کن کہ دینِ اہِ تنگ زان گلِ تربوے دہندت نہ رنگ  
سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب پنجگیش ہم ز نظامی طلب

و ملوک غلت گزین ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمت اور جاہ طلب بادشاہ کے  
مقرب اور کاروبار میں ذیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات  
کی بے دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا	سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگِ شوم	بے غرض آماجِ خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے	خلعت عیسیٰ فلکم بر خرے
مختماند دریں روزگار	مس بزیاندو دہ ناقص عیار
کور دل از دولت و کوتہ نظر	دولتِ شاں از دلِ شاں کور تر
گوش گرانے ہمہ ناموس حے	سفلہ و نش و دوں صفتِ تنگ حے
بے کرے نام فردشی کمند	بے گمرے مرتبہ کوشی کمند
خوردہ بدرویش نیاز پذیرش	بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) برگدائے	یک درے دہ طلبند از خدائے
پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :-	

ایں سخن چند کہ بیخو است ست	شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرانیت راہ	جز بجنس دیا بدر بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست	ز ہر نخور دم غم تر یا ک نیست
نیت آں دارم ازیں پس بداز	کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیکا گر نپد من آری بگوش مصلحت آن ست کہ بانی خموش

چل شد در چنبت آنشت پیش ہیں پیش کہ اُفتی شست

نوبت تو بہت گرانی مکن رے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کی قہاد کے حصو میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! من غافل بر اراد ق این ورق سادہ کہ لستم طراز

گرچہ کہ امروز جہاں من ست عاقبت الامر وہاں من ست

عفو کن آن کہ رنکے پوشیت توبہ وہ از ہر چہ بے پوشیت

چوں تو شد ایں ہمہ ناخیر چیز ہم تو کنی در دل خلق غریب

عیب شناساں بہ مکیں من اند بے ہنزاں جملہ بہ مکیں من اند

تو بکر م عیب من عیب کوش در نظر عیب شناساں بوش

بوکہ برآرد بہ چنیں نامہ نام بر در شہ خدمت من و اسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کی قہاد زندہ ہی تھی۔ تو یہ اُسی

زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلفِ خس و فاکترست چاشنیِ سوختگانِ دیگرست

غزلِ سعدی کی شنا و صفت | امیر صاحبِ صنفِ غزل میں سعدی کے  
مقتدٰ ذرا اور مستلک ہیں۔

و غزالتِ یادِ جوانی و صدق و زخوشیِ طبعِ نشانی و صد

تن زنِ ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن ! شرمِ نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف | اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کے مطابق  
یہ ہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمہ کتاب اور اصل  
کا زمانہ

کتاب کی تئوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد

اشعارِ مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ  
مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس

وقتِ خسرو کی عمر چالیس سے گزر کر پچاس تک پہنچ گئی ہے مثنوی

کہی تھی چھتیس سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد

کا ہوا۔

ثنوی کا صلہ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دینا چہ غزۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کی قباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

### کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں مافیہ بالا

**خصائصِ مثنوی** | اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن شعرے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لو انا مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسرو کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلاویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

**نظم عنوان** | مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانیں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ، ۳۴ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی۔

کیتباد کا انجام کیتباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باب کی نصیحتیں چہرہ روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کر دی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا مگر باب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اور اثنا سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی۔

آفتِ نہد و توبہ شد ترک شر و خوارین یار گرا دست کے بود توبہ وز ہدایین دلی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس ندی و باد و خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اول ۱۰۸۹ء میں دم واپس آ پھنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی گل ہو گئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلیجیوں میں منتقل ہو گئی۔

یہ مثنوی کیتباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرضِ الموت کی تکلیفات نے اُس کو



شروع کر دیتے ہیں۔

**تضمین غزل** | خواجہ نظامی سکندر نامے کی دہتاؤں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساتی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے

کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کی قباد کے اصلی ساتی و معنی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک عالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

ثنوی میں غزل کا اضافہ :-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر

غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساتی نامہ و معنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں :-

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسبِ حال

کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے :-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم	ساتی او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہ حال شد	وین غزل از حال نشد ادا دیا

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و حر گاہ کجاست	بادہ روشن رخسار دل خواہ کجاست
آتش اینک دل و دگر یہ خونیں ترین	خبر کہ گرم دے ماہ بخر گاہ کجاست

کتنا مضمون اس شعر میں کھپا یا ہے! یعنی میرا دل سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

اشعارِ عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ۷

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوند جہاں  
بر سرِ نامہ زحید کو شتمِ عنوان  
نامِ ایں نامہ والامت قرآنِ سعید  
کز بلندیش بسعیدین سپہرستِ قراں  
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگار اں را  
داد بارانِ گنہ شوے ز عینِ غمراں  
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدیش  
پردہ داری ست نشستہ زیش درواں  
وصفِ معراجِ پیمبر کہ لبش روشن شد  
سیرا سرش ز زلفِ سیبِ مشکِ نشان  
۵۔ مدحتِ شاہ کہ منشِ فلکِ فت چنانکہ  
نقشِ آں داغ شدہ خنکِ فلکِ ابر راں  
در خطابِ شہِ عالم کہ بسکِ خدمش  
آیم و این گہرِ خنکِ فشاں ز زباں  
۶۔ صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم  
ہست منشورے از حرِ سہا اللہ نشان  
صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو  
شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجاں  
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعتِ سنگش  
از پے خنجرِ خورشید شدہ سنگِ نشان  
۱۰۔ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں کوئی  
رنجستہ دستِ فلکِ آبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اول تو صفتِ شہر کی طرف باز گشت ہو

جس کا بیان عنوانِ ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفتِ مردمِ شہر۔ کیتباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی اور دہ پر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفتِ نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

۱۔ اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام ۱۶  
لفظ اسری جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں رشتہ راہ رفتن۔ را توں رات چلنا۔

من اندر خاک میدانِش لکد کو بستم گشتم  
 سہنوز آں شہسوارِ من سرِ چو لاس گری دار  
 مسلماناں! نگہدارید بچارہ دلِ خود را  
 کہ تیر اندازِ من مست است کیش کا فری دار  
 توئی دیوانہ و ش جانان کہ داری سائیکس  
 دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دار  
 مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جا  
 نئی گوید کیش "لیکن سخن در لاغری دار  
 بہ بدنامی بر آمد نامِ تحس و کرنے دید  
 نہ یک تہ دہنی دارد کہ صد ا من تہی دار  
 تر دہنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو الٹ کر مفدا رنگناہ ظاہر کی ہے اور  
 یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد ۷

چنگ نوا زں بہ ہوا سر کشید  
 چنگ نواز زندہ نوا بر کشید  
 گفت بر آہنگِ نطہاے تنگ  
 ایں غزلِ نغمہ بر آوازِ چنگ

غزل

برگِ یز آمد و برگِ گلِ گلزارِ برفت  
 سرخِ رومی ز رخِ لالہ گلزارِ برفت  
 (پتِ جہڑ کا موسم آگیا۔ گلِ گلزار کا سامانِ رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخ عاتقی ہے)  
 خونِ دل گرچہ کہ بسیارِ برفت اندک ماند  
 صبرِ ہر چند کہ بود اندک و بسیارِ برفت  
 (اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھوڑا سب جاتا رہا  
 یعنی بالکل نہیں رہا)

لے کیش، مذہب و تیر دان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ ۱۵ نطہاے تنگ راگ کے  
 باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہے۔

دی ہی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بجا گفت یارب کہ بچا پائے نم؛ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ گئی تھیں۔ بولا اٹھ دیا! کہاں پاؤں رکھوں؟

ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعہ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے۔

ماہ من! کورشد ایں دیدہ زبیداری شب آخرا ز زلف نہ پُرسی کہ سحر گاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے

کیوں نہیں پوچھتا کہ وقت سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلف سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ

سر کے اور تیرا رخ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

غرم حج دار و خسرو زپئے توبہ عشق توشہ اینک غم دل بارگہ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زاد راہ تو یہی غم دل

ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگہ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لوں گا)

۲۔ جب کیتیاؤ کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملہ عالم بونفا جویش خاطر خسرو بہ ثنا گویش

ایں غزل از مطرب زواں اصول یافتہ در گوش ہمایوں قبول

غزل

سوار چاہک من باز غم لشکری دارد دل من بُرد پار۔ ہمال با جان داوری دارد

اپنے آگے آگے لانا

ورہنیش کہ مست بود خفتن مدہ  
من مستِ خوشِ حریفی اویم کہ آں لہف  
ہم ہچانیش مست بنزد من آر خوش  
سرخوش خوشست مست خوش دہوشیار خوش  
آں سر و من پیادہ خوشست دسوار خوش  
ازوے خوشست برنگنی بابرہ ناز  
وزخسر و شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵۔ جس وزیرانِ مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ  
غزل اُس قصے کے ذیل میں تصنیف کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان  
سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جامِ مافت  
بادِ ہمہ وقت بشادی و ناز  
شہ ز مے و مے ز لبش کام فیت  
بادہ کُش و جسم کُش و بزم ساز  
گفت ہی ز ہرہ بر بطنش  
ایں غزل تر ز زبانِ نش

غزل

تیر بکشاے کز نظر بر ہم  
ہم ز سر ہم ز دردِ سر بر ہم  
تینج بر گیر تاز سر بر ہم  
آشکارا بکش کہ تبارے  
وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم  
از تو روزے کہ لے پس بر ہم

(لے لڑکے! جس دزیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب در میان ہے)

لے سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو زیادہ نشہ ہو۔ یہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲  
لے سر و پیادہ چھوٹے قد کا سر و ۱۲ سے برنگنی۔ مونہ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو اندرین غارتِ غم - جملہ بیک بار برفت  
( عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعۂ سب  
غارت ہو گیا )

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں -

شاہ درین فضل بعثرت گری باگل و بلبل بطرب گستری  
مطرب بلبل نفس از نغمہ مست وین غزلش بردہ بے دل دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لاله زار خوش و تھے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش  
در باغ با ترانہ بلبل دریں ہوا مستی خوش ست بادہ خوش ست و نما خوش  
مایم و مطربے و شرابے و محرمے جائے بزیر سایہ شاخ چنار خوش  
اے باد! کاہلی کن سوئے دست مارا کہن بآدن آں نگار خوش  
ذیل کے قطعہ بند اشعار میں باد صبا سے درخواست ہے کہ در تو میرے دست  
کے پاس جا اور اس کو ہلا کر لا ۔

چیز دگر گوے وہیں گو کہ دچمن سبزہ خوش ست آب خوش و جو بہار خوش  
گر خوش کند ترا بجدیثے کہ باز گرد پیشش کن دیار - مشورینہار خوش  
( اگر میرا محبوب تجھ کو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہونا بلکہ اس کو

لے یہ جملہ عانیہ یعنی اس کو خوش مالی نصیب ہو فعل باد، یہاں سے مخدوف ہو مثلاً اے وقت تو خوش  
کہ وقت بخوش کر دی ۔

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیا کوس اور کیتباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ ترزند      جملہ بنامِ شہِ کشور زند  
بر در او مطربِ فرخندہ فال      دور مباد از غزلِ از غزال  
با خوشی دل چو شود بادہ کش      زیں غزلِ گوشِ گرامیش خوش  
غزل

بباغ سایہ بیدستِ آبِ رسایہ      ازیں سہیں منِ جانانِ خوابِ رسایہ  
بسایہ خفتہ بدم کے یار آمد و گھنت      چہ خفتہ کہ رسید آفتابِ رسایہ  
چوپایے بند تو شد جانِ در آفتابِ گلد      مسوزِ جام و باز آشتابِ رسایہ  
گھنتِ خسرو کشائے زلفِ تاشند      حرفِ مطربِ چنگ و بابِ رسایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیتباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں :-

چنگی او عقلِ فراے جہاں      عاقلہ عیش و نشاطِ شہاں  
ایں غزلِ از تارِ ترغم سراے      در سر او یافتہ چوں عقلِ چاے

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی، کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگویمت کہ اگر از رقیبانِ بے ہنر برہم  
۶۔ جب خانِ جہاں مغلوں کو نہر میت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہو

اور کیتیا کو فتح کا قرعہ سنایا ہو اُس موقع پر یہ غزل تھین کی ہو۔

زاوَلِ دُورِش بطرب تابشام دور نشدے ز کفِ دلبِ جام  
گاہ بہرِ جرعہ گہ می فشاند گاہ بہرِ مزہ ز رمی فشاند

[کبھی شرب کے ایک گھونٹ پر کبھی راک کے ایک ترانے پر لوگوں کو زرد و جاہر انعام دیتا تھا]

عمر ابد بادِ بعیش اندرش ویں غزل اندر لبِ غینا گرش

## غزل

دشِ ناکہ بمنِ دل شدہ آں مہ برید دلِ مقصودِ خودِ المنت شدہ برید

آمد آں روشنی چشمِ باستقبالش مردم دیدہ دواں تاب سرہ برید

آمد آں سادہ زنجِ برمنِ بہوشِ زوآب بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برید

خسرو اگر سدا بلہ بہشت ایں عجب عجب آں ہیں کہ بہشت تہو بلہ برید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہے اہل الجنة

بلہ یعنی اکثر اہل بہشت بھولے بھالے آدمی ہوں گے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہے کہ نہ کہیں دشمن پر چڑائی



آفتِ بد تو بہ شد ترک شر بخارِ من  
یارِ گر او ست کے بود تو بہ موزہ دیا رِ من؟  
چوں تو سوار بگری دیدہ گہر نشانِ کھم  
خواہ قبولِ خواہ رنویتِ بڑیں نشانِ من؟  
۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہِ مبادا! کہن  
ایں غزلِ ختمِ بریں شد سخن  
غزل

نامہ تمام گشتِ بجاناں کہ می برد؟  
پیغامِ کالبدِ لبوے جاں کہ می برد؟  
ایں خطِ پیرِ زمرہ۔ بلب کہ می برد؟  
وینِ ردِ سرِ مہرِ برِ ماں کہ می برد؟  
مایم و شرطِ بندِ گیش با ہزارِ شوق  
ایں بندگیِ بھڑتِ ایشاں کہ می برد؟  
گفتم ببادِ گشت کہ ”دیوانہ گشتہ“  
اندوہِ مورِ پیشِ سیلماں کہ می برد؟  
گفتی ”نگاہدارِ فرمانِ خویشِ دل“  
”دارم۔ وے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟  
دردِ اکہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود  
واگاہ نے ز برنِ دل آں کہ می برد

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند گانا حضرت  
مثنوی میں قصیدہ  
خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو  
اور غزل کا پیوند  
بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دنگاہ تھی جیسی کہ

فارسی شاعری میں -

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دہا یا چوبائی یا چھند لاتا ہے اور  
ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگارنگی سے اس کا مقصد

## غزل

خرم آں بخت کہ مشتاق بیارے برسد      آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد  
لذت وصل نہ اندک مگر آں سوختہ      کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد  
قیمت گل نشاند مگر آں مرغ اسیر      کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد  
خسرو! یار تو گرمی نہ رسد خود میگو      بہر تسکین دل خویش کہ آئے برسد  
۹۔ ناصر الدین اور کیکاؤ کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندرش      بادِ خونِ رنگ صفا پرورش  
داد مرا این غزلِ پر خیال      بردلِ چوں آئینہ اوجال

## غزل

ز سرِ کرشمہ یکہ گزے بسے من کن      بغایتی کہ داری نظری بے من کن  
من از آرزویم دم دلت ارچہ نیست بہن      تبکلف از توانی شبے آرزوے من کن  
منم و دے دورے ز غمت چہ ناتوانا      بزکوۃ تندرستی گزے بسے من کن  
۱۰۔ کیکاؤ نے ایک روز مجلسِ نشاط و ہوم و حام سے آراستہ کی ہو :-

شاہِ گراں سرزمینِ خوش اثر      باد! مبادش گراںی بسر  
دست بیک زخمہ مطربِ برود      عود گراں سر بنوائے سرود  
مجلسِ اویں غم گشت بست      مست و گراں سر شدہ ہر کس بہت

## غزل

۲۴ صفت اسپاں	۷- صفت شہر نو و قصر نو
۲۵ شب	۸- فصل خزاں
۲۶ شمع	۹- فصل بہار ان
۲۷ چراغ	۱۰- موسم نوروز
۲۸ سیر بروج	۱۱ پترسیہ
۲۹ اختہ و طالع	۱۲ لعل
۳۰ بادہ	۱۳ سپید
۳۱ قرابہ	۱۴ سبز
۳۲ صراحی	۱۵ گل
۳۳ پیالہ	۱۶ دورباش
۳۴ ساقی	۱۷ تیغ
۳۵ چنگ	۱۸ کمان
۳۶ رباب	۱۹ تیر
۳۷ نانے	۲۰ رایت لعل
۳۸ دف	۲۱ موسم گرما
۳۹ آپردہ	۲۲ خرنیزہ
آپردہ شناسان	۲۳ کشتی

تفنن طبع ہے کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکٹا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہے ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت لطف و بامفرہ ہے مگر اس کی تقلید ایک فن شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا مدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا | اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہے کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

### فہرست

- |                  |               |
|------------------|---------------|
| ۱۔ صفت حضرت دہلی | ۴۔ صفتِ حوض   |
| ۲۔ جامع          | ۵۔ مردمِ دہلی |
| ۳۔ منارہ         | ۶۔ آتش        |

ایک لادیز مضمون ہو اس کا نام ہے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہی بجا ہے:-

انچہ ز سر جوش دل نقشبند      معنی نو بود و خیال بلند  
 موے بمولیش بہ ہنر بنحتم      پختہ و سنجیدہ در و ختم  
 وصف زان کو نہ شد از دل برو      کان دگرے را بدل آید کہ چوں  
 دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

ہر صفتے را کہ بر انجختم      شعبہ تازہ در و رختم  
 مور شد م بر شکر خویش و بس      در نہ ز دم دست بدامان کس  
 نیست ز کس لولے لالے من      زرف ہیں در تہ دریائے من  
 نکتہ من کو ہر کان من ست      زان کسے نیست از ان من ست

وصف نگاری کا نقص | البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر خطاب

نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی کئی گراں کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں :-

چوں سخن از لطف لسانے ندرت      کالبدش صورت جانے ندرت

۴۰ صفت مادہ خاص	۴۶ صفت صبح
۴۱ = بیرہ تنبول	کلاہ سیاہ
۴۲ = نغمہ گری	چتر سپید
زنانِ مطربہ	۴۷ = چشمہ خورشید
۴۳ = تاج مکمل	۴۸ = موسم باراں
۴۴ = تخت	۴۹ = قلم
۴۵ = پیل	۵۰ = مجرہ (یعنی دوات)
	۵۱ = کاغذ

امیر صاحب کے یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمعِ اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیتباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول ثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسرو نے اس ثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجبِ انسا طِ خاطر ہو۔

دلی اور دلی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

## صفت مسجد جامع

مسجد جامع کہ زفیض آلہ زفرمہ خطبہ اوتا ماہ  
آمدہ دروے ز سپہر بکود فیض ز یک خواندن قرآن فرود  
غلغل تبیح بکبند دروے رفتہ زنہ بکبند بالا بروں  
ہر کہ سعادت بودش رہنما بردر اوسر ہند آنکھ پا

## صفت منارہ

نکل منارہ چو ستون ز رنگ از پے صفت فلک شیشہ رنگ  
دیدن اور اکلہ انگند ماہ بلکہ فتادش کہ دیدن کلاہ  
از پے بر رفتن بہفت آسمان کردہ زمیں تا بفلک نے دباں  
مسجد جامع ز دروے چوں ہشت حوض ز بروں شدہ گوہر شست

## صفت حوض

در کمرنگ میان دو کوہ آب گہر صفوہ و دریا شکوہ  
ساخۂ سلطان سکند صفات درسد کوہ آئینہ ز آب حیات  
یعنی سلطان شمس الدین لہتمش نے یہ حوض مستحکم بنا دیا میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات  
کا آئینہ ہو۔ یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا:-

شہر گرازوے بنود آب کش کس نخورد در ہمہ شہر آب کش  
ور نخورد آب وے اندر زمیں کے بز میں در خورد آب خے نہیں

وصف براں گو نہ فروزانده ام      کز غرض قصه فرزانده ام  
 خال تکلف ز روش برجبال      نظر نماید مگر اندر خیال  
 عیب چنان نیست کہ نہفتہ ام      کاخچہ بگویند ہمہ گفتمہ ام  
 ہست امیدم کہ سخن پرور      چون نگرند از رہ بنیش در آں  
 عیب یکے نیست جو نید باز      چوں ہمہ عیب ست چکو نید باز

ابے صف اشیاء میں سے ہم ”مشتہ نمونہ از خروارے“ پیش کرتے ہیں :-

### صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کف دیں و داد      جنتِ عدن ست کہ آباد باد!  
 ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات      حرسھا اللہ عن الحادیتا  
 از تہ صہار شُد و جہاں یک مقام      دزد و جہاں یک نفس دہ سلام  
 حصنِ برویش ز عالم بروں      عالم بیرونش بخصن اندروں  
 حصنِ رونیش تو گوئی مگر      چرخِ بزریرست صہار ش زبر  
 قبة سلام شدہ در جہاں      بستہ او قبة ہفت آسمان  
 ساکن او جملہ بزرگانِ ملک      گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک  
 تختگہ تا جورانِ بلند      گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

لہ کف - پناہ ۱۲ لہ نام ایک بہشت کا ۱۲ لہ ایک شہر تھا قوم عاود کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اَوْدَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہر دنیا میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۳ لہ گنبد خیمہ ۱۴



قطرہ کہ شد زابر چکاں برہوا      مہرہ بلور شدہ در ہوا  
 ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز      کردہ باندا زہ آں پادراز  
 دانکہ زاندا زہ بردن برد پا      سردی ایام نمودہ سزا  
 گرم شدہ از مرد و جامہ مرد      مرد مے جامہ بجاں گشتہ سرد  
 دلکد وندان برہنہ تنان      پویشغت بک چوبک زناں  
**صفت آتش**

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد      دود بر آمد نفس مے سرد  
 یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کر لی ہے اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں  
 نکلتا ہے یہ حسن تعلیل ہے کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہے اس کا  
 سبب یہ قرار دیا ہے کہ دل میں آگ نے جگہ کر لی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ  
 محبت و الفت سے ہے۔

گرچہ زبردست غنا شست      گشت بسر ما ہمہ رازیر دست  
 پنختہ از و گشت ہمہ دیک مرد      دیک لبے پنختہ وے خود و خود  
 گاہ بہر خانہ وطن خستہ      گاہ بسے خانہ برانختہ  
 خلق بہ پیش آتش و پنبہ زپ      خود بمیان ماندہ چنیں دیکس

لے چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے  
 بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سونہ جائیں ۱۲  
 ۱۳ یہ قدیم خیال ہے کہ کرۂ نار سے بالا ہے۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پیرا ۱۳

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہوئے  
قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں  
جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جہنا میں جا کرتا ہے۔

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں      چوں تہِ شمسیتِ زمیں آں سب  
حوض نہ گویم کہ جبابے ز نور      نورِ کز و دیدہ بد باد دور!  
اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے  
ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

### صفتِ مردمِ شہر

مردم او جملہ فرشتہ شہر      خوش دل و خوش خوی چو اہل بہشت  
ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم است      ہست در ایشان زیادتِ ہم  
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند      اہل سخن خود کہ شمار د کہ چند  
ہر طرفے سحر بیانے نوست      ریزہ چیں کمترِ شاں خسروست  
پنج ہزار از ملک نامدار      لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

### صفتِ فصل وے

زالِ جہاں سپنج زدن کردار      دادِ لبش شہِ بغایتِ دراز  
روز چہاں تنگِ مجالِ آمدہ      کش بگہ چاشت زوالِ آمدہ  
لبقنِ نخ بود بہر بوستان      گرچہ نہ بد برف بہند و ستاں

## صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں کجمن خانہ بست	باد رواں کرہ بہ گلزار خست
جامہ خود کرده نبشت کہ بود	گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوخته از آتش خود لاله زار	گشته درونش ز خزاں پرغبار
ہر شجر باغ ز سر تابانہ	ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
ز گس بے دیدہ رواں کو روش	خار عصا باد خزاں کو رکش
رنختنی کرد و درختاں ز سر	گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنین	لرزہ کنناں بر سر شاں یاسین
گرچہ ز کہ لالہ نہاں کرد پے	لالہ نو ساخت شہ از جام مے
گرچہ چمن بود پر از برگ زرد	شاہ زمیں در تہ دینار کرد
گرچہ کہ بر بست ہوا سیم آب	شاہ کشاد از کف خود سیم ناب
از کرم شہ کہ عدو سوز بود	فصل خزاں موسم نوروز بود

## صفت فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید	ابر سر پرده برا ختر کشید
سگہ گل چوں درم شد زوند	سکہ لصدوجہ مہجہ زوند
جامہ گل پارہ شدہ بر تش	غنجہ گرہ بر زدہ برداش
گل ز کرم زرد ہواں را کہ بست	وز پے خود جامہ نسا زد ست

## قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیتباد نے کیلو کھڑی میں جہنا کے کنارے  
تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتِ فراخ	روقتہ طوبے درِ اورِ اشاخ
بامِ سفیدشن فلکِ سودِ سر	کرد بخورشیدِ سفیدی اثر
آئینہ گشتہ ز گج صافِ خشت	دیدہ در صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بندِ جواں	پیر درانِ خشت بہ بندِ ہاں

یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گج کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ  
میں دیکھتا ہی بوزِ حادی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی (

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی  
”نچہ پیر درخشتِ خام بندِ جواں در آئینہ نہ بند“ اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ  
اہل تجربہ تو ہبٹ پٹ بات کی تہ کو پھینچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے  
بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاشِ بیکِ سوسید	عکسِ بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عرو سے شدہ آراستہ	آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دلن ہی اور جہنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جہنا ہی

اس کا عکس منو ا رہی)

کا فرِ تاتار برون از ہزار  
 رے چو آتشِ کلہ از پشمِ پیش  
 سر تراشیدہ زہبِ سرِ قلم  
 رخنہ شدہ طشتِ مس از چتنگ  
 زشت تر از رنگ شدہ بونے نسا  
 چہرہ شاں و بے خم یافتہ  
 بینی پر رخنہ چو گوئے خراب  
 معے زہنی شدہ برب فراز  
 کردہ زنج شاں ز محاش کنا  
 از پششاں سینہ سپید و سیاہ  
 برتن شاں از سپیش بے شما  
 خورہ سگ و خوک بزدان بہ  
 شہ عجیب ان ہمہ روہائے شہت  
 دیو سپید آمدہ ہر یک برو  
 کرد دگر گونہ بر اشتر سوار  
 آتش سوزاں شدہ بالشمِ خولش  
 زان قلم انجیختہ خدلاں رقم  
 دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ  
 پست تر از پشت شدہ رے نسا  
 جاے بجا کجنگاہ و خم یافتہ  
 یا چو تنوے کہ ز طوفانِ آب  
 سبست شاں گشتہ بنایتِ راز  
 اہل زنج را بہ محاسن چہ کار  
 کاشتہ کنجہ بزینِ تباہ  
 پشت چو کینخت شدہ اندا  
 ہر ہمہ دندانِ خرو بے خرد  
 کایزوشاں آتشِ دوزخِ شہت  
 خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

۱۰ کاٹے جانے کے لئے ۱۲ بے برگی۔ بے نصیبی ۱۲ تھ کپہ ۱۲ تھ سلوٹ ۱۲

۱۰ موچ ۱۲ تھ بال ۱۲ تھ جوں ۱۲ تھ تل ۱۲ تھ کنایہ ہر احمق سے ۱۲

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر  
 ہر گل بالاکہ دہد بوستاں  
 ویں گل بندہ کی چمن کرد را  
 کیورہ ہر برگ چو سیم سپید  
 ماندہ چو در جامہ شمیمیش میقم  
 یک گل بیل و دہ دیگر دروں  
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر  
 بلوے فے آں را کہ بمغز آرمید  
 چند نہ در شہر کہ در روم و رسی  
 طرفہ گل چنیہ بعالم کہ دید  
 کشت ز سر شرف گل ز روم داد  
 جمع شود بر سر شاہ و عرب  
 کان زمرہ کہ زر آمد پدید  
 گل بز میں گو نہ زر و ام داد

### ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیران مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوے کا صلے <sup>۱۲</sup> سے اڑ سال <sup>۱۱</sup> جا  
 یکم نوگشت بدہ سال <sup>۱۱</sup> ست  
 ہم چو کماں پر خم و تیر از میاں <sup>۱۱</sup> نام درخت  
 بیشتر از مرغ پر و در کشاد  
 گر چہ بدریا گزرد بیش و کم  
 آب نہا شد مگر شش تا شکم  
 بگزرد از آب و سوارش بخواب  
 غرق نگردد چوں سواران آب  
 با سبکی بار تواند کشید  
 از سبکبار کشیدن کہ دید؟

### صفت اسپاں

تیرنگانے ہمہ تاثری نژاد  
 چوں دژ آتش و انبان باد  
 تیرنگ گوش چو پیکان پدید  
 بر سر یک تیر و پیکان کہ دید؟  
 از ہزار آستہ پاتا بفرق  
 گاہ روشن ابر بختن چو برق  
 کوہ گراں لیک گراں سنگنے  
 یک تگشاں جز بد و فرنگنے  
 از تگشاں کاں ہ صرصر د  
 باد بد یوار بسے سر زدہ  
 آب و اں از پئے صحر اگشت  
 پیکر آں راہ نور دان پاک  
 باد صبا از پئے کلگشت دشت  
 تیزی <sup>۱۲</sup> تھکان محیط آرموں  
 باد مجسم شدہ برے خاک  
 آب بجز فلک نیل گوں

۱۱ لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ تھ لوہاروں کی چڑے کی دھونکنی ۱۳ تھ سپید گھوڑا  
 تھ کا وہ لگانے والا ۱۴

## صفتِ موسمِ گرما

آتشِ خورشیدِ عالم گرفت	ہر دمِ صبحی کہ دامِ گرفت
روزِ چو شہلے زمستانِ دراز	شبِ شدہ چوں روزے اندر گداز
سایہ گرِیزاں بہ پناہِ دخت	خلق کشاں در پنے سایہ خست
سایہ بدنبالہ مردمِ رواں	جانبِ سایہ شدہ مردمِ دواں
خوے شدہ از پوستِ برونِ آمدہ	خوں برگِ مردِ زبوں آمدہ
ز آبلہ بر قبتِ چو نانِ تنور	پایے مسافرِ برہِ گرم و دور
آہوے صحرا شدہ آہوے خواں	ز آتشِ گرنا کہ شد از سرِ خواں
وز دمِ او باد بدستِ ہمہ	بادِ زنہ باد بدستِ ہمہ
مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز	بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز

## صفتِ خریزہ

گوے بود از ثمراتِ بہشت	خریزہ کوئی کہ بصرِ او گشت
خامِ خضرِ پختہ چو آبِ حیات	از مزہ گرد آمدہ درے نبات

## صفتِ کشتی

خانہ گردِ زندہ بگردِ جہاں	ساختہ از حکمتِ کارِ آگہاں
خانہ رواں خانگیلشِ مقیم	نادورہ حکمِ خداے حکیم

لہ وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲



رُے چو در حلقہ بند گاہِ کیں      زآدمیاں حاملہ گرد و زیں  
چوں جبرش در روشِ آواز داد      گنبدِ گردنہ صدا باز داد  
بانگِ بلندش زودہ بار عد کوس      ابرِ بلندش بقدمِ داد بوس

ف

ہست سہ چیز آنکہ چو آرنش      بیش کشد دل چو بیند بیش  
بوزنہ و طفلِ نخل کوے و پیل      دیدہ ام ایں راتِ جاربِ دلیل

( یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو بقنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندہ  
باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے )

مقاماتِ مثنوی      شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زور طبع  
صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے مجدد، رزم، بزم، سراپا،  
وصال، فراق، چنانچہ خود مصنفؒ نے بعض مقامات کی نسبت فخر یہ کہا ہے۔

ساختمِ ام ایں ہمہ لعل و گہر      از خوںِ پیشانی و خونِ جگر  
ہر خطِ توحید ہریں لوحِ راز      ہچو بلالے ست ببا نگِ غار  
ہر رقمِ لغت رموزش بحیب      چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب  
ہر غزلے دستہ عشاق کش      پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پُش  
ابوحِ معانی نہ بمقدارِ طبع      بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

## صفت بیرہ تنبول

نادرہ برگے چو گل بوستان      خوب ترین نعمت ہندوستان  
 طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن      خوش چو حیواں بدر آید ز تن  
 خوردن آں بجے دہن کم کند      سستی دنداں ہمہ محکم کند  
 سیر خورد - گر سنے در دم شود      گر سنے را اگر سنگی کم شود  
 [شکم سیر شخص پان کھائے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھائے تو بھوک کو کم کرتا ہی]  
 سُرخِ رویش ز خدمت گرش      چونہ وفوفل شدہ رنگ آورش  
 گرچہ کہ آتش بنوی ہست بیش      کہنہ شود بیش کند آبخیش  
 (اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)  
 برگ کہ باشد بد زخاں فراخ      زود شود خشک چو افتد ز شاخ  
 برگ عجب ہیں کہ گستہ زبر      از پس شش ماہ بود تازہ تر

## صفت پیل

پیل چو کوہ ہے کہ بو بے ستون      چار ستون - زیر گہ بے ستون  
 پیچش خرطوم بسان کند      اُترے افتادہ ز کوہ بلند  
 در زمین آنجا کہ سرافراختہ      مار ز سر - غار ز پا ساختہ  
 کشتی عاج ست تو کوئی رول      گشتہ دو گوشش زد و سوباد با

ہستی مانندِ خرد اند کے ست      واں ہمہ ہستی مالیکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری ہستی کے برابر ہے)  
یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے ہستی کی  
برابری۔

من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست      ہستی بے نیستِ مذہم کہ پست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)  
یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے جو صفات و اسمائے الہیہ کا منظر ہے۔ اس لئے  
بطاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوٹ عدم سے مُنترہ ہے وہ ایک عارضی  
موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسدہ ہستی مگر      آنکہ در نیستِ زہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)  
مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثباتِ مطلقِ بصفاتِ احد      زندہ باقی بہ بقائے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت جگانہ ہے)

اس کی حیات و بقا ابدی ہے {

بود در اول کس از و پیش نے      ماند در آخر کس از و پیش نے

(وہی اول تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس ثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار حسبہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

### حمد

واجبِ اولِ بوجودِ قدّم نے بوجودِ یکہ بود از عدم  
[ خداے تعالیٰ کی ذات واجبِ ازل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی ]

نورِ فزائے بصرِ دور ہیں دیدہ کشائے دلِ عبرت گزین  
[ جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے ]

رخشِ عللِ درِ ہش انگندہ سم علتِ معلولِ دروہر دو گم  
[ معرفتِ الہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکماً جو علتِ معلول کے طریقے سے استدلال کرتے اور ذاتِ حق کو علتِ لعل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقہ عرفانِ ذاتِ حق کے لئے محض ناکافی اور پیچ و پوچ ہے ]

کس نبردِ راہ بہ تحقیق او در بزدِ اِلّا کہ بتوفیق او  
[ حقیقتِ ذاتِ الہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے ]

(وہ آبِ خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کاپاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اوست ز مردم دروغ      تاہم ازودیدہ نیابد فروغ  
(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: سَرَّیْتُ سَرَّی بَنی بَرَبِّی۔

دورِ زمیں را بزمیں باز بست      دام و دواڑے باماں باز بست

(گروہش زمیں کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی

موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسائش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر

اور ان سے بھی متقدم حکما گردشِ زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

”بعضے حکما گویند حرکتِ یومیہ از حرکتِ زمین ست یعنی فلک کو اکب بر جاعے خود

ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچه بروست آنرا بخود ہمراہ

میگرداند و ازوے کو اکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چنان کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد و حدت اور اسجود ثانی اور متمتع اندر وجود  
(مخل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)  
حکماء صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) متمتع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔  
(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے  
اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) متمتع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی  
ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سے خود نتواں بود بشرکت خدا

(اُس کی حکومت میں شریک نہ ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرک کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد نہ خیال و صورت چون؟ و چرا؟ کے گنڈ آنجا گزرے؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی

نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک آلودگی آب و خاک پاک تراز ہر چہ بگونید پاک

نورِ بخشش چو علم بر کشید      شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اول نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اس نور سے معدومات پر فیضان و وجود ہوا)

ہستی اور تابعدم خانہ بود      نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کمرش غرقۂ آبِ فنا      یافتہ در بحرِ لبّ آشنا

بے خط و قرطاس ز علم ازل      مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔

اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازہ علمش نہشت      علم بدل کرد و قلم را گزشت

نعت کے ضمن میں قرآنِ مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی

ہو کہ رسولِ کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں

ہونے آئیں مگر فرمانِ خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہو جیسا کہ

بوقتِ نزول تھا۔ اگر یہ دینِ میتن (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسولِ اکرم صلعم

اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلامِ مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی

کیونکہ جو آیاتِ الہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

تازہ ترست ایس خطِ والا با

مدتِ ہفصد شد از و تا با

اوشد و ایس نیز نما ندے بجائے

گر ز گداز فے بدے ایس ہ بیا

کہ چون کشتی حرکت کند چنان در تخیلک اش در آید کہ ساحل متحرک است و نفس الامر حرکت از کشتی است۔ بریں مذہب زبان وابستہ بدور زمین شد۔

**مناجات** | یہ مضمون بھی پراثر اور عارفانہ ہے :-

سوے خودم کش کہ الہی شوم	خازنِ گنجینہ شاہی شوم
آں عمل آور زمین اندر وجود	کاں بتو ام راہ تو اند نمود
آنچہ دلم را تو دوری دہ است	دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر من رسوا شدہ عیب کوش	عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکم تو دریں کار گاہ	از عدم ایں سوزدہ ام بار گاہ
بجز تو شناسندہ ایں از کسیت ؟	کا آمدن و رفتن من ہر بیت ؟
بہ کہ چو آوردی و باز مبری	ہم بسوے خویش فرازم مبری
سر مرا چوں ہمہ اندہ	باز رہا بخم کہ رہا نندہ
گرچہ تن من نیے سوز را	رحمت تو از پے ایں وز را
از عمل خود چو نشینم خجل	ذیل کرم پوش بریں نگدل
<b>نعت</b>   پیش رو کو کبہ نبیا	کو گیش از منزلت کبریا
از حدِ ناسوت بروں تاختہ	بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

۱۔ انبؤہ شکر ۲۔ عالم اجسام۔ ملکوت عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الہیہ ۳۔ مقام ذات ۱۲



منزلے یافت منازل نورد      کیف و کم از راه برون برد گرد  
 پروہ خویشی زمیاں خاستہ      مرتبہ بے خودی آراستہ  
 چوں زمیاں رفتہ جانیل      بے جہش جلوہ نمود آن جمال  
 جام عنایت ز صفا نوش کرد      وز خودی خویش فراموش کرد

**مدحت شاہ** | اگرچہ ممدوح کا رویہ نامدوح تھا مگر شاعر کو شیوہ شاعری کے  
 کاظم سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلاک سخن را کہ دُرافشاں کنم      پیش کش حضرتِ سلطانِ کنم  
 لے سخن! از رشتہ برون آرد      وز دُرخود کن ہمہ آفاق پُر  
 زانکہ چو بوسم در دولت پناہ      تحہ ازیں بہ بنود پیش شاہ  
 شاہ سکندر و دوارانش      آئینہ رُف سکندر و شاہ

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو قیقاہ  
 کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتہ ہمہ عالم بنام      تیغ فروخت میانِ نیام  
 یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور  
 ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

**بزم مغربی** | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں  
 کے تحت میں کر چکے ہیں جس کے بیان میں خسرو شاعر نے ہر ایک ادنیٰ

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد      کے ہمہ وقت روانی دہ  
 نیست شمس کو زجاں بست با      دولت اوتابہ ابد پے دا  
 معراج رفتہ و باز آمدہ دریکے ماں      رفتن و باز آمدنش تواماں  
 دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہو اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع  
 کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔  
 معراج سے مراد مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار  
 میں بیان کیا ہے:-

”واں سفر عشق نیبا ز آمدہ      در نفسے رفتہ و باز آمدہ“  
 مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بید لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشم یقینش چو بر حمت قتاد      اُمتِ بیچارہ ز رفتش زیاد  
 آب کہ خود خورد ازاں زمرہ      قطرہ چکانید بجام ہمہ  
 قطرہ او چشمہ والا شدہ      چشمہ چگویند کہ دریاشدہ  
 نیم شب آں یک الہی دُو      آمد و آورد بر اتقے ز نور  
 واد نویدش کہ ازیں قعر چاہ      خیز و بد ریایے ابد جھے راہ  
 برق صفت جست بہشت برقی      کردہ بمیثاق شباب از وثاق  
 جست بروں جو ہر ش از کن نکا      یافت مکانے بعد لامکاں  
 از زبرد زیر بروں برد ذات      زیر و زبر پیچ نماں از جہات

پیش رو راه ز نورِ بصر گم شده را در دلِ شب راهبر

### صفت باد

محو که عرق از تن مردان کِشد گوهرِ هر مرد از دشت پدید  
پیش چنان گوهرِ یاقوت رنگ کوه زده بر سرِ یاقوت رنگ  
نامِ حرام ارچه برود شد وبال هر چه نمک خور مدال جز طلال  
طرفه حرامی که بهر دست گاه حق نمک دارد ازین سان نگاه  
لاجرم او دشت نمک غریز حرمت او دشت همه خلق نیز

### صفت قرا به

سینه قرا به بر آورده شور دزخس خود چشم بدان کرده کور  
خون دشت گرچه بسا غری هم نه کشد سر تو واضع گری

### صفت پیاله

گشت به لب ز می جان شست کرده حدیث از لب جو شست  
باد تو گوئی که دروازه صفا هست معلق بمیان هوا

### صفت ساقی

ساقی صوفی گشت و مردم قریب برده بیک غمزه ز عالم تشکیب  
نگرِ نازنده او نیم باز نیمه از خواب و در نیمه باز  
از کف او دود و دود مدام خوش است و بمثل جور بود هم خوش است

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہی اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

### صفتِ شب

شب چو بیارست سر پر سپر	گشت مکمل تنقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردہ گوہر نگار	رشتہ شب از پئے آں بود و تار
طاقِ سما کردِ چرخِ آشکار	طاقِ یکے بود و چرخِ ہزار
جوہری شام بود اگر ی	کردہ گہ پیشکشِ مشتری
چرخِ یکے حلقہ انگستین	بر سر یک حلقہ ہزار ان لکین
خوشہ چرخ از علفِ خانہ خیز	بہر خروسانِ سحر دانہ ریز
کرکبِ شب تاب ز بہر جہاں	ہیچو شہر از سر آتش جہاں

### صفتِ شمع

شمع بہر بزرگے سر فراز	خاصہ بہر مہر شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز	دردِ دلِ شب شمعِ پیوند روز
ساختم از دودِ مدادے ز سر	دادہ بہر دانہ سوادے ز سر

### صفتِ چراغ

گشتِ واں خانہ بخانہ چراغ	آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہلنے بزبانے دراز	باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری ز طرب تپتہ بست زان کہ بخوانِ شہِ عالم شست

### صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری      انجمنے پر زمرہ و مشتری  
پردہ بر انداختہ از آفتاب      کردہ بیک غمرہ جلانے خراب  
روے چو خورشید برافروختہ      جانِ کساں ز آتشِ خود سوختہ  
یافتہ از نغمہ کلوشاں خراش      صوتِ خراشیدہ شاں جانش  
ز ابروے خم پشت کماں ستہ      تیرِ قرہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور قرہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات متبذل ہیں مگر تیرِ قرہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ ”نیم کش انداختہ“ اس میں ایک اداس خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

دلی میں کیتباد نے جشنِ نوروزی کیا ہے خسرو نے  
جشنِ نوروز مغری | اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے گھوڑوں

اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و براق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش  
تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے۔

(۱) زریں (۲) مو میں (۳) اصلی یعنی گلہتوں کا

دیواریں طلسم سے سجائی گئی ہیں۔ زرِ لبث کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ  
زبا ہے۔ فوجی سردار صفت بہ صفت حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

چوں بدہد بادہ و گوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

### صفتِ چنگ

چنگِ سرافکنده سرافراخته موے بمویش ز مہرِ ساخته

### صفتِ رباب

کاسِ رباب ز شغَبِ دلنواز برده دلِ مردم و جانِ آدہ بان

### صفتِ نئے

نامے دہاں بستہ و بسیار گئے نامے مگو کش بفسوں مار گئے

باز کند لب چو زباں آورے لیکِ بانس بلبِ دیگرے

### صفتِ دف

زہرہ زدوش بسرود آمدہ چنبرش از چرخِ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکر جا بجکا چوں مکر چرخِ جلاجل مکتا

ہر سخنِ نغز کہ بادوست کرد آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

### صفتِ مادہ خاص

گرم ترین کار گزارانِ خواں مادہ کردند ز مطبخِ رواں

خوانچہ آراستہ پیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ لغم کردہ بار

صدق از شیرہ آبِ نبات در مزہ ہم شیرہ آبِ حیات

نانِ تینک صافِ بدان گونہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

از درو یا قوت درختان فراخ مرغ ز زر ساخته بالے شاخ  
 شاخ تو گوئی کہ بخوا ہد حکید مرغ تو گوئی کہ بخوا ہد پرید  
 (یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اس میں سے پہل ابھی ٹپک پڑے گا اور  
 چڑیا ایسی ہو کہ گویا اڑا چاہتی ہو)

ساختہ از موم بے نخلِ حِست کاں بجز از موم نیاید دست  
 باغِ سوم چوں گزری نرسد باغ یافتہ از لالہ و ریاں فراغ  
 بستہ بے دستہ گلِ دل فریب کوششِ صد دستہ نمودہ برب  
 (بہتیرے دل فریب کھدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش

صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ ز چمن ہا درود بہر درود آمدہ آں جا فرد  
 قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک ز یور زر بستہ چو فردوسِ پاک  
 طلسمِ رلفت بدیوارِ سنگ دادہ بہر سنگ ز یا قوتِ رنگ  
 کردہ مسلسل ز گمر بویا کانِ زرشخِ اندہ فلکِ بیا  
 خاکِ ازاں مفرش زربافتہ خلعتِ نوروزِ زشہ یافتہ  
 جشنِ چو آراستہ شد یک سرہ از طرفِ مہینہ و میسرہ

۱۱ کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں تحنیں ۱۲ ۱۱ نام ب  
 ایک ستارہ کا ۱۲ ۱۱ بے تنک و شبہ ۱۲ ۱۱ مفرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو  
بزمِ نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعتِ انعام۔

از دو طرف رایتِ لعلِ دیا سایہ رسانید ز ماہی بہ ماہ

یک دہزار سپ مُرّقعِ ستام از دمِ خود بستہ صبار امدام

[ ایک دہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باز رکھتا تھا ]

میں نے جہاں سے انداختہ آتشے از دو دِ سلبِ ساخته

[ دائیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس

دھوئیں کا ]

میسرہ از پوششِ جہاں سے لعل جلوہ کنناں با دِ نکلِ بے لعل

[ بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سنخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول ]

وز پسِ سپانِ صفِ پیاہنست ابرو ہوا کرد بصحرانِ شست

قلعہ آہن تیر ہر گستاواں قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

[ باقی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھڑ پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی

ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں ]

باغ زر آراستہ شد بجائے باد کردہ برد ابر جو ہر زنتا

۱۱ ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ مینہ۔ دائیں طرف ۱۳ سلب۔ لباس ۱۴

۱۵ میسرہ۔ بائیں طرف ۱۶ مراد گھوڑوں سے ۱۷



(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں	بادشاہ از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر وصف از صفِ شگنائِ گشتِ رست	تیغ و رنِ دست چپِ دستِ رست
حاجبِ فصّالِ چو قمری و سار	نغزِ نوا گشتِ بفصلِ بہار
شبِ چو برآینِ بہارِ زمیں	کرد ہوا پُر ز گل و یاسمین
شاہِ بخلو تگرہ دولتِ شنافت	خلوتِ ازود دولتِ جاوید یافت
کرد رواں بر کفِ چوں لالہ زار	بادِ کلِ رنگِ بہوے بہار
شاہِ ہرجہ جہ کہ بر خاکِ رخت	در جگرِ خاکِ دُرِ پاکِ رخت

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی رجن میں خاص متفرق مقامات | خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں ہمیش کرتے ہیں۔

### جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ۵

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر	پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تین من ز پے سوزِ رست	رحمتِ تو از پے ایں روزِ رست
من کہ نہ نیکی بہمہ بد کردہ ام	نیکُ بد خود بتو آوردہ ام

۱۵ تفصیل بیان کرنے والا چو ہمار ۱۲ ۱۳ پے کے بعد ”را“ بمعنی برے

زائد اور یہ متحدین کا محاورہ ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سیرِ چشمِ جہاں دُختہ از قد چوتیر  
 آبِ دُر از تلج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر  
 چونکہ بادِ شاہ کے تلج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی  
 چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تلج کی سر تک تھی۔ اس شعر میں  
 ایک توف و نشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہے لفظ آب کے  
 حقیقی معنی سے۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہے مگر بندش الفاظ اور  
 حسن معنی کے لحاظ سے پُر لطف شعر ہے۔

تن چو دراز غلعتِ دشمنِ جگر خونِ یوقیت بگردنِ حکمت

(بادشاہ نے جب یہ غلعتِ زب تن کیا تو یا قوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا۔ یعنی یا قوت  
 اس رشتکے خون ہو گئے کہ غلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یا قوت جو گریبان میں ٹکے  
 ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھ کر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کرل سہمِ زناں ہر شہمِ اخترال

(فوجی سردار جو ادھر ادھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا تاروں  
 کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شعنہٴ بار آمد وصفِ رہت کرد ترکِ فلکِ سہیت از خوشت کرد  
 پیشِ کیشند کراں تاکراں خدمتی ہر ہمہ خدمت گراں

تاجک گردن کش و لشکر شکن	بیشترے نیزہ درو تیغ زن
راوت و پیش زن خارا شکاف	پشت بہ پشت از پٹے روے مصاف
خشت زمانے کہ گہ آزمون	خشت نشانہ بہ سنگ اندرون
پایک بازی گرموزوں خرم	دادہ بازی سرخود بہر نام
پیک گراں سنگ سبک ایشا	تذچو ابرے کہ رود روز باد
بحر رواں بشکر دریا نورد	موج زناں آب زمردان مرد
کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلی سے روانہ ہوتا ہے	آتش کوئی بہ نیتاں گرفت
نورِ علما کہ بہ کیواں گرفت	در رخ مہ کرد محاسن پدید
پرچم بیرق کہ بگردوں رسید	کوس زدہ بان فلک کا سہ و شش
دیمہ کا سہ باد از خوش	پیر فلک خانہ ز نے ساختہ
نیزہ کہ بر چرخ سرافراختہ	زلزلہ در عرصہ عالم فگند
ہیکلِ پیاں بزمیں خم فگند	رے زمیں عرصہ شطرنج بود
زاں ہمہ دندان کہ بلا سنج بود	لرزہ در افگند زمیں را بناف
جلبش ہپ از سم خارا شکاف	رقص ہی کرد بہانگِ صیل
ہر یک از اں کوہ تناجی چیل	

۱۱ اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ سے سردار۔ راجپوت ۱۳ سے نیزہ کوچک ۱۴ سے ہندوستان  
 کی ایک قوم ۱۵ سے آواز نقارہ ۱۶ سے مراد از اسپاں ۱۷ سے بالفتح آواز اسپاں ۱۸

عذر ز عاصی بود اندر گناہ      طرفہ کہ من عاصی و عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ے

تا بسریر عرب آں جم نشست      رعب عرب در ہمہ عالم نشست

خطبہ لولاک سپرداختہ      منبر نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستی او تا بہ عدم خانہ جود      نقش وجود از ہمہ بیکانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواہیا      تختہ ہستی رسم تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ے

جام غنایت بصفانوش کرد      وز خودی خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پو      فرق نہشت ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبریل      وہم ملائک نشد آنجا دلیل

غم ازاں قبلہ کہ دل کشید      بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک نماں      رفتن و باز آمدنش تو اماں

یہ اُس شکر کا بیان ہے جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ نبھالے ہو

آیا تھا ے

شکر مشق زاودہ تا بہ بنگ      چیرہ دل خیرہ گش و تیر خپک

ترک خدنگ افکن سنداں گزرا      ہر ہمہ شیر افکن و اثر در شکار

۱۔ جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے سنداں لوہاروں کا وہ اوزار ہیں پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جو      من دہم از تیغ بہ بحرِ بس  
 از تو زہند و سندن پلِ مال      و ز قبل من مینبل قیل و قال  
 تاجِ زمن - سر ز تو افتختن      عاج ز تو - تختِ زمنِ ستان  
 تا تو بمشرق بوی دمن بغرب      حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب  
 سلطان ناصر الدین کشتی میں سوار ہو کر دریائے سر جو کے پار اترتا ہے  
 آب شد از بحرِ رواں تختہ پوش      کردہ زہرِ تختہ معلّم خروش  
 (یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلّم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا  
 چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرہ ملاح کہ می شد با وج      برتن خود لرزہ ہی کرد موج  
 آب ازاں غلغلہ زاندا زہیش      گرد نمی گشت بگردابِ خویش  
 جس وقت کشتی منجھدار سے گزرتی ہو تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے  
 اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ  
 ”ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور  
 کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا“

کشتی پویندہ کہ چوں تیر بود      بود بجائے کہ زمیں گیر بود  
 (نیز وہ کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گرد سواراں کہ بخورشید جست  
قنطرہ بر چشمہ خورشید لبست  
بلکہ ازاں گرد سرفراختہ  
چشمہ خورشید شد اپناستہ  
موی شگافاں بکماں بستہ زہ  
زہ زندہ ابروے کماں راگرہ  
تیغ برہنہ کہ پوشید دشت  
برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت  
تیغ نہ بل کاتش فولاد خیز  
بر دل سنگین عدو گشتہ تیز  
کیقباد کا شکر کوچ کرتا ہے

صبح چو بر زد علم آفتاب  
لشکرِ سیارہ فرو شد باب  
کوسِ غریمیت ز درِ شہریار  
لرزہ در آورد بدوینِ حصا  
دمدمہ را کرد دماٹہ بلند  
دم بدم نائے دما دم فگند  
کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام ہے  
من کہ ز دروازہ اقلیم ہند  
لشکرے آراستہ ام تاہند  
سد سکندر زدہ ام از سپاہ  
فتنہ یا جوج مغل را پناہ  
روتو۔ چو خورشید ز مشرق برا  
من بسم ہکندر مغرب گشا  
شو تو۔ سوے کامروا نگیر بخش  
من کنم اقصاے عراقین بخش  
خیز تو۔ از قلعہ چیں بجے گنج  
من ز درِ روم شوم سیم سنج

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا۔

بود بیک جلے صف تیغ و تیر ہچو نیتاں بلب آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صف تیغ کو آب گیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب تاب کے اور صف تیر کو نیتاں سے۔

شد زمین از نعل نقبش و نگار چوں شکم ماہی و اذام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقبش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اذام مار

کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اذام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکان پدید بر سر یک تیر دو پیکان کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کونیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر

دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے

مصرع میں تعجب مفید ملح ہے۔

دائرہ خیمہ ببنری قطار ابر فرد آمدہ در مرغزار

ہر بادل میں خیموں کا کیپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

## سوز و گداز

ز سرِ کرشمہ گیر گزے بسوے من کن      بنایتِ کہ داری نظے بسوے من کن  
منم و دے و دے ز غمت چو ناتوانا      بزکوۃ سندرستی گزے بسوے من کن

## ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید      شست فرو داد پیشِ دید  
سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیتباد کو تخت پر بٹھادیا تھا۔ دوسرے مصرعہ  
میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہو کہ

کیتباد تبیلِ حکم تخت پر جا بٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تنبیہ و تمثیل | اس مثنوی کے اشعار میں تنبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے  
اور بعض جگہ معمولی تنبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف

دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تنبیہ و تمثیل نذر ناظرین کے جلتے ہیں۔

شکرِ اسلام کہ آنجا رسید      بود ز میں تشنہ کہ دریا رسید

اسلام کا شکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی

اس شعر میں شکرِ اسلام کے پھنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہو کہ پیاسی زمین  
پر جا پھنچے۔ اور اس کو سیرابِ شاداب کر دے۔

نخجہِ قطرہ آبے شمار      قطرہ کہ نبش از زمیں را بخوا

(بادشاہ کے نخجہ کو قطرہ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی



کو لاٹھی سے اور بادخزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکف دست چنار از روش زیم لرزاں بکف مرتش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے ریشہ واسے کی ٹہلی پر پارہ کا پتہ ہے) یہاں چنار کے پتوں پر پنی کے بننے کو ایسے زیمت سے تشبیہ دی ہے جو کف مرتش پر لرزاں ہو۔

جامہ گل پارہ شدہ برنش غنچہ گرہ برزدہ برداش

(پھول چونکہ گل چکا ہے تو اس کے تن پر جو کپڑا بٹا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہو) یہاں پھول کی پتیوں کو جامہ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو متبدل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا مہرہ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جگر مہرہ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرہ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید یکہ تابہ شام کردہ طلوع و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیائے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کے آفتاب سے

اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

پیکِ گراں سنگِ سبکِ التیاؑ تہِ چو ابرے کہ دو در و زباد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز روا یا جیسے آندھی کے دن ابر) یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصرِ کلیو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ :- [یہ قصرِ دیزیا میں ایک عروس ہے جس نے جہان کے آبِ رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے]

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہچو دو آئینہ مقابلِ زتاب آبِ رواں عکسِ نما۔ رود آب

(یہ قصر اور آبِ جہنم دو مضافات آئینے میں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے)

اور قصرِ پانی کے اندر اس شعر میں قصر اور آبِ جہنم دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینے سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روشِ خارِ عصا۔ بادِ خزاں کو رکش

(یہ موسمِ خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ انھوں کی طرح چلتی ہے۔ کافیا اس آندھی کی لالٹی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچ کر لے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

عہ استاد ذوق نے ایک حقیقہ میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے

ہوا پہ وہ ڈٹتا ہے اس طرح سے ابر سیاد کہ جیسے جلے کوئی پیلِ مستلے زنجیر

تو دہ لعلے کہ بہر گوشہ بود      رے زمیں پر ز جگر گوشہ بود  
 (لعل جو نثار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگارنگ لعلوں سے پڑتی یا  
 وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے) ]

آمد آں سادہ ز رخ برین ہیوش ز دیک      بر سر تشنہ نگہ کن کہ چہاں چہہ بر سید  
 یہاں زرخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت متبذل تشبیہ ہے مگر دوسرے  
 مصرعہ کے مضمون نے کہ ”چاہ بر سر تشنہ رسید“ اس تشبیہ میں ایک دلاویزی  
 پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمر ز رشده      رشتہ بیا قوت دگر در رشده

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت      چہ خنثہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ      غرق بخوں ناخن سیریلہ آزاد<sup>۱۲</sup>

ز ابروے خم پشت کاں ستہ      تیر مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیتباد کی خمیہ گاہ میں آیا ہی۔ اور  
 دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

لے پلہ یا پکس۔ درخت ڈھاک ۱۲ عہ بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

شبہ چتر سیہ می جمید اول شب صبح دوم می دید

[بادشاہ چتر کے سلیہ میں خزاں خزاں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی] اس شعر میں چتر سیاہ کو اول شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اول تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکھ کٹ دندان برہنہ تنال چوں شغب چو بکت بک زنال

[جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے مکے اُن کے دانت بچ رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجارہے ہیں]

سبزہ نورستہ تو کوئی مگر بچہ طوطی ست کہ شد سیخ بر

[سبزہ جو تازہ آگیا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے بھی کلیاں نکالی ہیں]

رودزن از سینہ بروں بردہ صبر آب چچکان دست چو باران ابر

[مطرب ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے میٹھ برس رہا ہے]

وربکمان دست برد چوں نہر بر قوس قزح داں کہ برآمد زابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتے از بار گہر خم زدہ چوں بسحر گلشن شبنم زدہ

[بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم

کے بوجھ سے]

۱۱ شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیدار ان ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۳ رودزن۔ مطرب ۱۴ آب چچکان۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۵

کشتِ زمیں آبِ دوباراں چشید مغزِ جہاں بچے دو بتاں کشید

چرخِ یکے شد بہ دو ماہِ تمام بزمِ یکے شد بہ دو دورِ مدام

صوفیانہ خیالات | صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرِ بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے مگر موقع ایسا

دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادلے نال سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقی صوفی کُش و مرمِ فریب برونِ بیکِ عمرہ ز عالمِ تکیب  
ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قائل ہے عوام الناس کو دہو کے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے

کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادائے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمِ شدہ با خوابِ جنت لیک گئے فتنہ چشیش نہ خفت  
بظاہر اُس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی

ہمیشہ طالبانِ حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ چنایِ نرگسِ ست و خراب ہر ہمہ را سمرہ دہد در سراب  
اُسکی بخودانہ نظر کی تاثیر جذبہِ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیکِ جرعہ اوسر ہند بے ہشیشِ بسیند و برتر دہد  
جو شخص ادنیٰ فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بخود کی کا اندازہ

کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسر و شمر نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ۷

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شد	بر فلکِ تخت چو مہ بر شد
گشت بہ برجے دو قمرِ حلبے گیر	گشت فرین بدو سلطان سریر
ملک یک تخت و دار نمود	دہر بیک آب و دوریا نمود
رے زمیں فرد و جمید یافت	پشتم جہاں نور و دوشید یافت
خاتمِ جم را دو نگین دست داد	افسر کرے بہ دو فرق اوقاد
دبدبہ کوس دو شکر زدند	نوبت اقبال دو سحر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت	صوتِ دو بلبل بیک آواز گشت
مصطفیٰ چرخ دو بخبر زد و د	آئینہ ملک و صورت نمود
سایہ یکے کرد و دفر بہاے	پایہ یکے ساخت و لشکر کشاے
شاخ بہم سود و سرد جواں	موج بہم داد و آبِ واں
گشت یکے باغ و فاراد جو	گشت یکے منبع صفاراد و رو
گشت زمیں آب و باران چشید	منغر جہاں بجے و بستان کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام

بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام



طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

## حکمت و اخلاق

اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ از ہنر خویش زبردست شاہ

ننگہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی

چوں ہنر مرغِ فتنہ رواں شود مرغِ زبردستِ سلیمان شود  
واسے بر آں آدمی بے خبر کو کم از اں مرغِ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بنِ مردخوں بہ کہ بہنِ شتر کند از تنِ ہروں

دیگر

دجلہ چو آئینختہ گردد نہیل ہست جدا کردنِ آن مستحیل

دیگر

تا بچمن سر و بود سایہ دا کس خنزد ز زیرِ گیا سایہ دا

دیگر

چشمہ چاہ ارچہ کہ بالا شود چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراثِ نیا بد کے تانزند تیغِ دو دستی بے

دیگر

مے دہد و خون خورد از دل تمام      حسبِ عہد باقی نگذار د. بجام  
 مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک و صاف کرتا ہے  
 یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے  
 در نہ شود مست حریف از شراب      رو بنماید کہ بعفیت خراب  
 اگر طالب پر فیضان مرشد سے بخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ  
 کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بخود ہو جاتا ہے

مست درو بند و اوسوے می      اوشدہ مست از میوستان زوی  
 پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور  
 مرشد فیضان غیب کا متظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بخود رہتا ہے اور طالب تو  
 مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او      ہر کہ بود خون خورد از جور او  
 ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے  
 ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور و مادہم خوشست      در مثل جور بود ہم خوشست  
 ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا  
 چوں بہد بادہ و گوید کہ نوش      مست بر وزدگر آید یہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نویہ عطا مانتا ہے تو طالب پر ایسی بخودی  
 لہجہ ستم۔ جام لبالب پلا کر پیئے دے کوٹا دینا یعنی مست و بخود کر دینا ۱۲



گر سنہ زانی کہ دریں تنگناے      ماں ز ملک می طلبی ز خنداے  
غزہ بہ نزدیکِ سلطان مشو      بلبلِ باغی بگس خوان مشو  
ہست ہے از خرمن ہستی خستے      تا تو چہ باشی کہ کمی ز پد بے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تیکا۔ پھر تو جو اس سے بھی

کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دست بدمیش      تات ز کوئے دہد از ملک خیش  
تشنہ بمیر آب ز دونال خواہ      خوں خورد از خواجہ نشان ناخواہ  
چوں بُردیدی طمع از ناکساں      صرف مکن گوہر خود با خساں  
گل بچسپراگاہ ستوراں مبر      آئینہ در مجلس کوراں مبر

تخیل | تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری      کردہ گمر پیش کش مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خزیلاً

کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو تارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقہ انگشتیں      بر سر یک حلقہ ہنر اراں گیں

دیگر

بکہ صراحی طلی گشتہ صان      بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ کہ سہراب برستم کشید      ہیج شنیدی کہ ز گیتی چہ دید!

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت      آنکہ نمی خواست برود و نہشت  
رفت یکی در طلب لعل ننگ      ریزہ نگیش نیامد بچنگ  
واں دگرے را کہ غم آں نبود      لعل چنای یافت کہ در کاں نبود  
کوشش ہیویدہ ز غایت بُروں      کوبش آب ست بہ ہاؤن دروں

دیگر

ایں ہمہ بیداری با خفتن ست      کا مدن ما ز پے رفتن ست  
گر بودت خوش خورد بد خو مباحش      در نبود رنجہ مشو گو مباحش  
تنگ مباحش از پے عیش فراخ      کاں بری از باغ کہ خیزد ز شاخ  
ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور      در نرسد ہم برسد عسّم مخور  
ہر چہ بخوئی و نیابی - مرنج      زانکہ نخواہش نتوان یافت کج

دیگر

آنکہ شکیش بقناعت درست      قرص خور از قرص زرش بہتر ست  
کاں بغذا لذتِ کامش دہد      دیں بطمع خستِ نامش دہد  
خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دا      تانشوی چوں خجلاں شرم سا

دیگر

آہوے پویندہ ببالا وزیر خانہ خود ساختہ در کام شیر  
آفتاب<sup>۱۲</sup>

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیس پس زحیا در دوا نذر زین  
آفتاب<sup>۱۲</sup>

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں گشتہ دو گوشش بدو سوبادبا  
گوش کہ با چشم ہی کرد لایع مردحہ بود بہ پیشش چراغ  
طرفہ کہ آں مردحہ ز آسب با ہیچ گزندے پچر اغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضہ طوطی شمار بیضہ یکے بچہ اوصدھ سزار  
یعنی کرہ زمین طوطی کا اندا ہے اس ایک اندے سے لاکھوں بچے نکلے۔  
سبزہ نورستہ تو گوئی مگر بچہ طوطی ست کہ شد سیخ بر  
نیا اگا ہوا سبزہ گویا اس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

افسوس اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر فصلوں  
اسالیب بیان جگہ ایک نئے پیرائے میں بیان کیا ہے۔  
کی تازگی

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کرا و صافِ صفائش از برو بادہ برون بست و صراحی درو  
 طلی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکم او کفِ صافی گم از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر  
 صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو ان جھاگوں کو شراب کی یہی  
 ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ :-  
 صراحی میں شراب ہے - شراب میں جھاگ ہیں - اور جھاگوں پر بلبے اُٹھ رہے ہیں -

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب بستہ بہ پہلوئے ننگالِ طناب  
 جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں  
 جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں -

طفلِ کم سن سال دلعا بشِ رواں دایہ او سپرخِ دلے مہرباں  
 آفتاب ایک کم سن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان  
 کی گود میں ہے مگر آسمان گوتمگاہ ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایہ مہربان ہے -

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہاشم یک تن و ہرجا کہ بجوشِ ہست

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خراں چن چمن خانہ ساخت      بادِ وِاں کرۂ بگلزارِ آخت  
شاہِ سپرِ غم ز ولایت براند      کشِ بچمن ہیچ ولایتِ منہاند  
گلِ ریحاں ۱۲

## فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسمِ برسات آپہنچا اور برابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو سلم در کشید      ابرِ پروردہ بر خستہ کشید  
سکہ گل چوں درمِ شہ ز زُد      سکہ لبِ بد و جہِ موجبِ زُد

## آفتابِ برجِ ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتابِ برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چن بکمان دست برد تیرمہ تسلیم بسرما سپرد  
شاہِ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے - تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان =  
بج قوس بلفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہاں ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کا تنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا  
دھاگہ کاٹ کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخِ زدن کر دساز داو شب رشتہ بغایت دراز

زالِ جہاں = کنایہ ہے دنیا جہاں سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخِ زدن = چرخہ کا تنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

## فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی  
بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے جہن میں گھرنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدالے لگی

## صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا  
یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شب حاملہ مہر گشت      برشبِ حالِ مہِ کامل گزشت  
حائلِ کیا ہمہ نہ بل یکشبہ      تاجورے زاد دریاں کو کبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے

ہیں۔

صبح چو بزدِ علم آفتاب      لشکرِ ستیارہ فروشد بآب

دیگر

رات گزری صبح ہونے آئی

کر دچو شبِ نوبت خود را تمام      صبحِ دُہل پر دِبالا سے بام

آفتاب ۱۱

دیگر

صبح برآوردہ چو پستِ سپید      بستِ سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کو سحر کہ فلک آوازہ گشت      دبدبہ روزِ سرتازہ گشت

بلند آوازہ ۱۳

دیگر

چون حل رفت بہ تور آفتاب پخت ہمہ دانہ پڑیں ز تاب

### آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لوہے کی لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔

اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ جو خورشید بجز اگر رفت رفت در آں خانہ درں طا گرفت

بادز جو زائند و آتش ز مہر سوخت جہانے ز زمیں تا سپر

### آفتاب برج سرطان میں

جب آفتاب برج سرطان میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب

کو یوں ادا کیا ہے

کرد چورہ در سرطان آفتاب چشمہ خورشید فرو شد آب

ابر سر پر دہ بالا کشید سبزہ صفت خویش بصحر کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اگا ہے، باج پانی بھرا ہوا ہے اس

مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرائندہ چون نو خطاں ملک جہاں گشتہ بکام بظاں

۱۵ پڑیں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

۱۶ جوزا برج بادی ہے ۱۲



صنیع بدایع | صنیع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس شہنوی کے اکثر شعار  
اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنیع ہیاں نقل کیے جاتے ہیں :-  
صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ ایک جا ذکر کریں جن کے معانی  
فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں :-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند      صبرِ ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت  
اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایک بازندہ برون از قیاس      پُر دل و خالی دل شاں از ہر اس

دیگر

مستی او مایہٴ ہشیاریش      خفتہ ہمہ حلق ز بیداریش

دیگر

کرنِ نبرگی بحقِ کھتہ را      دادِ سبک با ہمہ بقیمتِ گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ناخستین      کا آمدنِ مانپے رستخیز

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیج کشید اخترِ عالم منہ زد لشکرِ شب کرد ہر میت ز روز

دیگر

زنگی شب کرد پسیدہ برے خندہ زناں شد فلک از چار سو

دیگر

مسئلہ صبح کہ شد نورد آ ساخت یکے شعلہ ز چندیں شر

تارے ۱۲

دیگر

از تفتِ آں شعلہ کہ در تاب شد یسم کو اکب ہمہ سیاب شد  
آفتاب کی روشنی دگر می کے اثر سے تارے سیاب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دما دم گرفت آتش خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کر دچوناٹِ جہاں مشکِ شب از آہوی مشرق بنا

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آنگوں داد رواں حشمتہ خور را بروں

دیگر

شد گرہ چرخ چو گنبد نما نعلِ مہ انگند گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو صفاک شد مارِ سیہ در شکمِ خاک شد

خندہ زن ۱۲

## ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ  
ثانی کے آخر میں مثل اس لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا  
حرف ردی معلوم ہو۔

شعۂ دیبا بر زیبا شد سیمبراں صورتِ دیبا شد  
پہلے مصرعہ میں لفظ ”دیبا“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ  
یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ ”زیبا“ معلوم ہے۔

سرِ پیادہ خوش بود اندر چینِ لیک آں سرِ دمن پیادہ خوش ست سوار خوش  
اس غزل کے قافیہ ہم کو معلوم ہیں کہ ”زار“ ”بہار“ وغیرہ ہیں پس لفظ  
”پیادہ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ ”سوار“ ہوگا۔

موے ہو گیسوے اوشکِ خشک فرق نہ بون سرِ موئے ز مشک

دیگر

آئینہ صورتش ازینہ رفت صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم چغدِ قدمِ شوم شدہ بارِ بوم

از پئے نامے کہ مبادش امیدا نامہ سیدہ کردی و دیدہ سپید  
 دیدہ سپید کردن سے مراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ  
 و سپید میں تضاد ہے۔ دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آب سخن دل مرا  
 نو کم اندازن رسم کہن پس دی پیش و ان سخن  
 نو۔ کہن۔ پس و پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملک جہاں پختہ بن شد تمام کے دہم از دست بود ای خام؟  
 پختہ صند خام۔ دیگر

بستہ تست این دلم بادگرانش بند کاش! کہ بادیگران دل نخواست  
 یہاں بست و کشاد میں تضاد ہے۔ دیگر

تیز چو شد خجراں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از دیچ رو  
 یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو  
 میں تضاد ہے۔ دیگر

نشستہ بزمہ زیں سود چپ گل ستادہ سر و زان سو جانب تست  
 دیگر

گرم شدہ از د و جامہ مرد مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد  
 گوش کن این گفت و کن گفت کس بشنو و شنو۔ سخن این ست و بس  
 دیگر

آب فروماند چو کوہ از شہاب      کوہ درآمد تزلزل چو آب

دیگر

چشم پر بہرِ بگر گوشہ تر      گوشہ ہر چشم شدہ پر بگر

حسنِ تعلیل

اس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں  
مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہ ہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیل ہے جس سے  
طبیعت مخطوط ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں :-

از تگِ شاں کاں ہر صرصر      باد بدیوار بے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آدھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوائے اکثر دیوار سے سر  
پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار  
سے سر پھوڑنا اس شک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکتی  
شدتِ سرا اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از آنجا کہ بدل جائے کرد      دود برآمد ز نفس ہائے سر

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے  
مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل  
دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

## عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مقدم کو مؤخر بنائیں اور مؤخر کو مقدم۔

خواب من از دیدہ من آب برد      آب من این دیدہ بی خواب بُد  
مصرعہ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعہ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔  
چرخ نداند در دیوار کس      تکیہ بدیوار درش کردہ بس

دیگر

مردم یک خانہ و صد شتری      خانہ یک مردم و صد مردی

دیگر

چترشہ آن ست کہ شد چرخ ماہ      چرخ ماہ این ست کہ شد چترشاہ  
چترشاہ اور چرخ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے  
یہاں صنعت مرد العجب علی الصدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اول کے شروع میں تھا  
وہی مصرعہ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

وستم از سحر زباں بر کھتم      سحر زباں را بستم در کھتم

دیگر

آمد بہار و شد چمن لالہ زار خوش      وقتے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔  
 یہ امر ثابت ہے کہ پتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا  
 بے پردائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پردائی اس وجہ سے ہے  
 کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیش دراز شرم پہر کبود نیمہ کامل بزمیں شد فرد  
 دیگر

پشت بنفشہ بہ سمن زار رہا کوزش از چیدن دینار  
 ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے  
 کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ کبک بُرید دل از تیغ کوہ  
 موسم خزاں میں لالہ کی بار بار پٹا پر ختم ہو چکی ہے اس لئے کبک نے بھی پٹاڑ کی چوٹی  
 سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے  
 تیغ کوہ سے خود کشتی کر لی ہے۔

شستن و باہمہ دہندگان رفتن و جانبِ خونہندگان  
 دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس ٹھہرتی ہے اور لکھے پڑے لوگوں

گرمی کی شدت کے بیان میں کہتے ہیں کہ :-

جانبِ سایہ شدہ مردومِ رول      سایہ بدنبالہ مردومِ دواں  
آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔  
یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا  
خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے  
بچنا چاہتا ہے۔

ابرو باراں کے بیان میں فرماتے ہیں :-

پردہ نشیں گشتِ فلکِ سوسو      باہمہ زالی شد پوشیدہ رو  
یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم  
کے سبب سے منہ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ بادل جو دیرِ زال ہونے کے اتنا پردہ  
کرتا ہے۔

گلِ زکرمِ زرد ہڈاں اکہُبت      دزپے خود جامہ نسا زردست  
گل کے زیرہ کو زگل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زرخشی گل کی طرف سے  
ازراہِ کرم ہے۔ مگر خود پھٹے پھٹے پھنٹا ہے۔ اور پھٹے پھٹے پھنٹا کنا یہ ہے اُس کے  
کھلنے سے۔

از رُخِ شہِ رنگِ چہ در یوزہ کو      پشتِ بنہ قبۃ فیروزہ کرد  
مہِ چتر شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگِ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا



اس موقع پر تائل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مراد قائل ہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہیں گے۔ ایہام کے معنی ہیں ”دہم میں ڈالنا“

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ ”کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنی ہوں اور اُس محفل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو“

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پر لطف اور پسندیدہ ہے اب ہم اس ثنوی کے چند اشعار متضمنین ایہام یہاں نقل کرتے ہیں :-

روم بکیر دگب کار زار تیغ وے - ار زنگ نکیر زعار

لفظ زنگ کے دو معنی ہیں۔ نام ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں معنی درست ہیں۔ یعنی مدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملک دم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملک زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہی نہیں لیتی۔

دوسرے معنی بھی صحیح ہیں۔ یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

دکشش تیر چہ سخت کوش زہ - زکمان خودش آید بکوش

لفظ زہ کے دو معنی ہیں (۱) چلہ کمان (۲) کلمہ تحسین و آفریں یہاں دونوں

معنی درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کاں کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس ٹہیتی ہے اور جو بھلائی ہیں  
 اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا  
 شاخ بہر بار گئے کرد راہ جائے گمہ باز شدہ بارگاہ

### رجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلامِ اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی  
 فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔  
 سلطان کی قباد کی مدح میں منتر تے ہیں۔  
 افسرِ خورشید بشاہی توئی نے غلطم ظلِ الٰہی توئی  
 یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

### ایہام

صنعتِ ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنی  
 ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔  
 معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام  
 سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً  
 ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت  
 سے اول اسی معنی کا دہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شیریل نور کا ورداں بے نمکاں اپہ نور  
لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غلّ  
یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بد صورت آدمی۔  
مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بد صورت لوگوں پر حملہ آور  
ہو اور وہ ڈر کر شور و غلّ مچائیں۔

ہچو کماں پر خم و تیراز میاں تیر ستادہست و کمانش رواں  
یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان  
سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا  
اور کمان چل رہی تھی۔

مسلمانانِ محمدیہ بیچارہ دلِ خود کہ تیر انداز من بست و کش کا فنی دار  
لفظ کش کے دو معنے ہیں (۱) تیر دان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے  
دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مُرد شاخ بدید و بنوادل سپرد  
لفظ عناد دل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عند لیب دُوم عناء  
بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ  
نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عنذ لبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ :-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ!  
کی آواز سنائی دی۔

ناوک پیکانش بنیائے جنگ ایں زخاؤ و رشداں زنگ  
یعنما ایک شہر ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنی قریب  
ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنی ہیں۔ یعنی  
یعنما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لَفّ و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بڑ خطا  
ہی اور پیکان بے زنگ۔

گر در ہش کاں بہر شدیل سرمہ ہر چشم شدہ چندیل  
مصرعہ دوم میں سرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنی  
قریب (سلانی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنی ہیں یعنی مقدار مسافت)  
صورتِ اُن تحت گمہ بے بہا عین چو ابرو شدہ بر چشمہا  
لفظ عین کے کئی معنی ہیں (۱) اکٹھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل  
ذوات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں  
پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

## لف و نشر

وہ صنعت ہے کہ اول چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملًا ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصہ اول کو لف اور دوم نشر کہتے ہیں:

آب دُر از تاج و قبا کمر      تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بس  
اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آب دُر پنکھ کی وجہ  
کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔  
دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز  
کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔  
تیغ خوش تیغ زباں ناخوش است      تیغ چو آب ست و زباں آتش است

اول تیغ ہونے میں تیغ اور زباں دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق  
ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف  
ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعین۔ یعنی تیغ مثل آب ہے اور زباں مثل آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل بتلائے رنج و غما ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رخِ خود پیش تو خاقانِ چین صورتِ چسپدہ بے زین  
دیگر

سایہ او بر سرِ حسد و فتنا ہندش از دے ہمہ عظم سوا  
اس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے  
حضرت خسروؑ کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب  
ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

### استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہو  
اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سے سوا دِ اودھ آدھ چو باد کرد حک از خنجر تیزاں سواد

لفظ سواد کے دو معنی ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعے میں پہلے معنی مراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعے میں اُسی لفظ

سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنی لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حاک

دالالت کرتا ہے۔

۲۔ اعراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳۔ غلو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سیم پیش کہ زمین کہ چاک خاک پُر از مہ شد مہ پُر ز خاک  
یعنی خاک پُر از مہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور مہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ اور اکلا انگند مہاہ بلکہ فادش کہ دیدنِ کلاہ  
منارہ کی بندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لئے چاند نے اپنی ٹوپی اتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی  
خواست کہ پیش ز سپہریں ماہ فرود آید و بوسد زیں

دیگر  
سوئے فلک ز میدانِ گد ہم بفلک مہاہ زیں بوسد

دیگر  
اوج معانی نہ مبتدا بر طبع بلکہ گزشتہ ز سموات سبع

دیگر  
عمق دروکار بجائے کشید کرتہ او گشت زیں نا پدید

دیگر  
رفت زیں اچو حجاب ز میا گشت پدید از تہ آب آسماں

نافہ و خلقت کہ زدا ز مشک دم ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم  
 لیک جز این فرق نہ باید گزید کہ ظرف مشک شد آہو پدید  
 یہاں نافہ او خلق مدوح کو مثال مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق  
 بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہے اور آہو معبوسنی عیب ہے۔  
 بگفت خسرو بکشاے زلف شنید حریف و مطرب چنگ و باب در  
 یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔

### تجربہ

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو  
 شخص غیب سے سمجھ کر باتیں کرنا۔

خسرو من! بگذر ازین گفتگوئے نیکی خویش بد مردم مگوئے  
 چشم تو از عیب تو دیدن تہیست از در گے پرس کہ عیب تو؟  
 چشم بخود باز مکن چوں خصال میں سوئے خود لیک بخیم کمال  
 مُبَالَغَہ

مُبَالَغَہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا  
 پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔



پس خدا وہ جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجربینس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ لفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متعارف

باشس بجامم کہ بجام تو ام زندہ و نازندہ بنام تو ام

دیگر

گل کہ سپر باشس فراہم شدہ پیش سپر غم۔ سپر غم شدہ

دیگر

فلک فلک مہتہ خوش سبت رحبت خود کردہ سبت دل دست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد دزدال ہم ز خلل خالی جسم از خیال  
پہلے مصرعہ میں تجنیں ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بردر تو آمدہ ام شرمسار از شرمین در گزرو در گزار

دیگر

ایں خط پُر ز مہر دلبر کہ می دہ؟ دین در دسر مہر دباں کہ می بُز؟

دیگر

اُشتر پویندہ پولاد پائے کوہ متا از تن کوہاں نائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بریزیں چوں تہش نیت میں آں ہیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہمراہش گاہِ زمیں شد خوشِ ماہش  
ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بردِ تو ہر کہ نہ بند دگر عرق شود تا کمر اند گھر

دیگر

نیزہ درانے بنان و مصاف دشب تار از سر کسِ موشکا

دیگر

آئینہ گشتہ ز گچ صاف نشت دیدہ در صورتِ خود بہشت

مذہبِ الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلامِ دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطورِ دلیل  
نتیجہ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در ملکتش دست سے خود تہاں بود بشرکتِ خدا

اس شعر میں صورتِ دلیل یہ ہے۔

جس کی سلطنت میں کوئی صاحبِ شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقصِ خدا  
نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدہ دیدارِ تست دیدہ دُنا دیدہ گرفتارِ تست  
 دیدہ۔ نادیدہ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کن کن اور است ز نو تا کن انچہ کند کیست کہ گوید کن ؟  
 کن۔ کن۔ کن۔ کن۔ مشتقات ہیں ”کردن“ سے۔

دیگر

نامہ گل را بہ منا خامہ کرد نامیہ را حرف کش نامہ کرد  
 لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے  
 یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے اسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون دمکان در خط امکان کائن و من کاں۔ گمراہ کاں او  
 اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہر ان سے  
 ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکہ خود زین فن اندیشہ زلے تانہ نشام۔ نہ نشیم زپے

دیگر

حاجب فضل آمد تفصیل داد کر و مفصل ہم در فصل یاد

حضرت ہانی کفِ عدل و داد      حُبِّتِ عدنِ ست کہ آباد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ      برق شدہ بر سرِ اوتیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود      آتشِ طبعِ مِ قلمِ داد و دود

قلب

تجنّیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے  
حروف بترتیب الٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بترتیب  
الٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:-

تا برِ عربِ ایں جمِ نشست      رُعبِ عربِ برہمہ عالمِ نشست

دیگر

فقتہ چشمِ آمدہ ز ایں سودا م      تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام  
ان شعرا میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنّیس ہے۔ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں تو اس کا  
نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادہ دونوں کا جدا ہو تو اس کو شبہ  
اشتقاق کہتے ہیں۔

صفتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکینِ سرش بادِ شلخ      وز دُمِ او مشکِ بھرا فراخ  
یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شلخ ہشک  
صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے۔

در طلبِ صوف تراشیدہ سر      گرچہ ہمہ جب کندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام      در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

، پیچ نبودہ بقیامش قعود      طرہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موجِ برآبِ دگر      بر تنِ دریا صفقانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کیڑا ہوتا ہے اس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے

اُس کیڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے

ہیں۔ پس :-

موج، دریا، آب الفاظ متناسب ہیں۔

چشمِ چو بگلشنِ بختش فدا      گشت پیادہ چو گل از پشتِ با

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود      وز دو طرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ تریص بھی ہے:-

چوں اثر شوق ز غایت گزشت      کفہ دانش ز کفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہر سپہر      شش بہت آستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید      در کُہ شش بہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ باز ہشت باغ      ہشت بہت از نہ ادبا فراغ

مراعات النظیر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت

رکھتی ہوں (سوائے نسبتِ تقابل و تضاد کے)

وقتِ چنیں میوہ پُر و گرم تاب      وز دوا بر جہاں غرقِ آب

ابر در افشاں شہرِ ریائال      ابرش خود را ندبارِ کجلاں

ان اشعار میں ابر، آب، دور، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ او۔ ابر و ابرش

خرم و خداں چو گل از بارگاہِ سحر گلستانِ دگر حبتِ راہ  
خرم خداں، گل، گلستانِ الفاظ مناسب ہیں۔

رَدِّ الْعَجَبِ عَلَى الْهَدَرِ

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قاری کہ ہی داد دود غالیہ می ساخت گل از دودِ عود  
اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بغزلت نہ نشاند خیزر پیشتر از مرگ بغزلت گریز  
دیگر

باد کہ اندر سہ پہد فناد تاجِ سلیمان ز سرشس بُرد باد  
لے سرِ حیرت تو ز اختر بلند  
گرچہ تبدِ برگ و نوئے بشاخ برگِ نوا بود بجا بس فراخ  
می کنم از تیغِ خود آں دم درین چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں  
اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔  
بادۂ نوشیں بصفاء خواست کرد وعدۂ دوشیں بوفارست کرد

رے چو گل بود بہ نشت میں گشت زمیں پر سمن دیا میں  
گلشنِ بخت سے مراد کیتباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیا دوس نے جب کیتباد کو دیکھا تو گھوڑے  
سے اتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سامنے نشتِ زمیں پر جا رہا (ازراہِ تعظیم)  
گویا زمین سمن دیا میں سے پُر ہو گئی۔ رے و نشت میں تضاد ہے۔

ساتی خورشید شہ ماہِ ہر دور ہی کر چومے بر بہر  
اس شعر میں خورشید، ماہ، سپر، دور الفاظ متناسب ہیں۔

سینہ خسرو زنت آئینہ زنگ خود مصقلہ وصل کو بہا بزداید مرا  
آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظ متناسب ہیں۔

حوض کہ دُور شہ ز تسلسل نشت دُورے از دُور تسلسل بخت

فصل ہے اور شدتِ سرا کے بیان میں کہتے ہیں کہ :-

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہِ رے  
کے دور کا تسلسل قائم رہا۔

دور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنی یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری ہو دُور

ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود اندھے پر اندھے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔

تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیاء کا وجود ایک ہی دقت میں ایک

دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری ہے۔ ختم نہوتا ہو۔



گم شدہ ام۔ راہ نام تو باش      بے بصرم۔ نور فرایم تو باش

دیگر

بے کرے نام فردشی کند      بے گہرے مرتبہ کوشی کند

دیگر

برق ہرے بتا بے دگر      دشت زہر حے با بے دگر

دیگر

یتخ برگیر تاز سر جسم      تیر کشائے کز نظر جسم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کثیت      سے چہ بنی بھفاے کثیت

دیگر

منزلِ سعدین شود بُرجِ تخت      مجمع بحرین شود رُفِ بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتا بے دگر      ہر قدش سیر رہا بے دگر

دو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہر میت سپرد      بردن جاں را بہر غنیمت شمر د

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچرا غم رساں      بوئے عنایت بدما غم رساں

دیگر

از حدِ ماسوت بروں تاختہ      بر خطِ لاهوت وطن ساختہ

دیگر

ہر ہنسی یک گل صد آجوبے      ہر چہنے صد گل صد آبروے

دیگر

بر نکلش سایہ طرف بر طرف      تا نکلش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دود طرف تخت مطرف شو      وز دود شرف بخت مشرف شو

دیگر

غمزدگاں را بطرب لکشاں      گمشدگاں را بکرم رہنماں

دیگر

حقہ تن را بفناد رکشاں      جوہر جاں را بہ بقا رہنماں

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا رنجیت شیر      مغزِ جاں را از صبا ز دعبیر

دیگر

اشارہ ہے۔

رفت و براوزنگ سکندر ت  
ورصف پیلاں سدیا جوج بست  
یہاں اشارہ ہوا اس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یا جوج و ماجوج کا حملہ روکنے  
کو سدر وئیں بنائی تھی۔

### تنسیق الصفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے درپے ذکر کریں۔  
باد! ہمہ وقت بشادی و ناز      بادہ کش و خصم کش و بزم ساز  
لشکر مشرق زاو دھما بے بنگ      چیرہ دل و خیرہ کش و تیر خنک  
خیرہ، چیرہ میں تجنیں خطی بھی ہے۔

چند ہزار شن سواران کار      تیغ زن و کینہ کش و مادر

### نظم مسجع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سولے مطلع کے تین تین قافیے ہوں  
اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مشنوی میں ایک مسجع غزل موجود ہے۔

اے زندگانی بخش من! لعل سحر گفتار تو      در آرزوئے مردم از حسرت دیدار تو  
گر شہد باشد بزباں۔ یا آبِ حیوان در دہاں      گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتار تو  
زیں پس سخن بان نگر۔ در کویشاں گنجم      گرینچ بیکرہ جاں برم۔ از غمزه خوئی ار تو

چرخِ زبیدا و غماںِ تافتہ      مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازل بہو اسر کشید      چنگِ نوازلہ نوا بر کشید  
ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیہ ہیں۔

دیگر

خوشمِ چرخ از علفِ خانہ خضر      بہرِ دسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملہ عالم بوفنا جویش      خاطر خسرو بہشتِ گویش

دیگر

آتش از ان جا کہ بدلِ عالم کرد      دو دہرِ آندِ نفیس ہا می سرد

دیگر

آپِ معانی زو لم زاد زود      ز آتشِ طبعم بعتلم داد دود

تیلح

یہ ہر کہ کلام میں کسی قضیہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ اکرم میں کہ ہنگامِ جنگ      گوہرِ خود رنجیت بیادِ اش سنگ  
اس شعر میں جنابِ سالت مآتب کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔  
 ہست نیکو تو میراث شاہ من نہ شام تو میراث خواہ  
 مصرعہ ثانی میں زس بیش کے اجتماع سے کبھی قدر ثقالت  
 پیدا ہو گئی ہے:-

زشت ترازنگ شدہ بے ثبات پست تراز پشت شدہ بے ثبات  
 دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔  
 پائے تنوراں بنیں رُشدہ گاؤں ریں رُسم شاں سرشدہ  
 دوسرے مصرعے میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے اس بیش کے  
 اجتماع سے

مولانا شبلی مرحوم نے شعرِ مجسم میں حضرت خسرو کی  
 لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ ”کیس کیس  
 وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں“ لیکن اس مثنوی میں تو  
 صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفل شگوفہ برہ افتاد و مرد شاخ بدید و بغداد لپیڑ  
 جس طرح خوب نظامی کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ  
 کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی نام  
 مثنویات میں قرآنِ عہدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو برہرے۔ افتادہ می نیم سرے  
 این نیست کار دیگرے جز کار تست کار تو  
 خواہی نمکن نیش۔ خواہی کیش دریش  
 ہر چونکہ خواہی خویش۔ بر بستہ ام در بار تو  
 چون غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم  
 یار و بد یار آورم۔ باکے ہمارے یار تو

خواہی کہ بر ہنزدہ۔ پیش افگنی افگندہ

اینک چون سر و سر بندہ۔ نو بردہ بازار تو

دو ایک جگہ اس شنوی میں شاٹگاں قافیہ بھی آگے ہیں

اگرچہ اس قسم کے قافیہ کو اہل سخن نے جائز رکھا ہے مگر اس کو

قافیہ معیوب

معیوب سمجھا ہے۔

بادزنہ دست بدست ہمہ وز دم اوداد بدست ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیہ ہیں جن کو شائع ہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

باد حسن آمد از آن کہ بود خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

مکن ہے کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہے۔ تنافر اسے کہتے ہیں

کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فیض ہو مگر ان کے اجتماع سے تلفظ

میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ

حضرت نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہے:

ز نیم ستوران راں ہن دشت زمیں شش شد آسمان گشت

# خامستر

(از خاکسار مُفتدّمه نثار)

ثمنوی چند جز این مشنوی  
 خرم و خداں چو گل بوستان  
 باں بگرای نامہ کہ دانش نام  
 چشم ہنر ہی شدہ حیران او  
 دیدہ بیندہ گمہ دیدنش  
 ہر چہ فزون دید - فزون شد ہوس  
 بیت قصیدہ جو منہ در گشت  
 موج زان نظم جواب رواں  
 داد و نوا سنجی آن غنہ گو  
 طوطی ہندار بنوا آمدے  
 من کہ ندانم روشن پرسی  
 من ز کجایفت سخن از کجا؟  
 گرز کجی ساز خطامی ز غم  
 و قلم افتادہ دریں باب راست  
 خان فضائل ششم اسحق خان  
 پر خدرم از سر سودا و سود

ہست نثارِ سلم خسروی؟  
 تحفہ نغزست پیے دوتاس  
 یافت از اں جملہ فرا تر مقام  
 ریختہ نیزنگ ز الوان او  
 سیز نگردیدہ ز گل چیدنش  
 کرد شاہا حسنہ و نکتہ رس  
 ہر غزلے ہجو غزال بہشت  
 از نفس طوطی عذب لہیاں  
 تا بدہ بلبل شیراز کو؟  
 بلبل از ایراں بہ شا آمدے  
 بے خبر بندیم اردو اسی  
 کاسہ تہی و تمس از کیمیا!  
 بانگِ کرم زن کہ کجای ز غم  
 رایتش حضرت نواب راست  
 آئینہ حسرتی نکتہ داں  
 دایم دلم خاطر دالاش بود

۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عالمِ دل تھا سکندر نامہ اور قرآن السعیدین یہ دونوں ثنویاں ہمارے مکاتب میں داخل درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شریں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رولج کا دسے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قرآن السعیدین کے اسبابِ قبولیت سے اول یہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس ثنوی کو محض ثنوی نہیں لکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلاثہ کا ایک بافرہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور ثنوی کی جگہ ثنوی۔ پھر ثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انسا و خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؑ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حقیقت سے بھی وہ حالات قدر و قیمت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیتقا و کی سلطنت کے ذکر میں اس ثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نثر و الفاظ کی کثرت اور سببِ بالا تر خسرو کا سخن بیان ہے جس نے اس ثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔



مثنوی

# قرآن السَّعید

خسرو

ساخته گشت از روشِ خامه  
از پسِ شش ماهِ پندِ نامه  
در رمضان شد بعبادت تمام  
یافت قرآنِ نامه سعیدِ نام  
آن چه بتاریخ ز هجرت گزشت  
بود سینه ششصد و هشتاد و هشت  
(از مثنوی قرآن السَّعید)

تا ختام ہرزہ براہِ دراز  
 نوبتِ پیری و نمِ طفلِ راہ  
 خوش مثلے گفتہ و درِ سفتہ اند  
 نیز سپاسے بجنابِ بشیر  
 یاوری او کہ بے کار کرد  
 خامہ زنِ من کہ حسنِ خشتی ست  
 ہر ورقے نقشِ نو آنچہ خستن  
 کہ لکِ او بر رخِ کاغذِ داں  
 عارضِ کاغذ کہ سخنِ آربود  
 لاجرم آن کاغذِ زارِ حسیں  
 از خمِ شانِ عامہ کہ دُردی کہست  
 شعرِ تو لے خسر و شیریں بیان  
 خضرِ توئی و سخنِ آبِ حیات  
 شعرِ تو بردردہ در دستِ وسوز  
 گرچہ گزشتہ بہشتِ شبش صدوں  
 تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید  
 بر اثرِ حکم نہ از رویِ آرز  
 عاجز و عاجزیم عذرِ خواہ  
 ”پیری و صد عیبِ جنسِ گفتہ اند“  
 خلقِ وے آمیختہ شکر بہ شیر  
 از کتبِ خواستہ انبار کرد  
 رہرو آیم و طشِ کشتی ست  
 لعل و دراز نوکِ قلمِ یحییٰ  
 لیک نہ بینی ز سترونِ نشان  
 گشتہ کنوں سُرخِ و سیاہِ کبود  
 شد ہمہ تنِ پیرینِ کاغذِ  
 یادِ بزرگانِ دور وے خوش  
 زندہ جاویدہ تو ہم زندہ ما  
 نوشِ تو باد سخنِ از عینِ ذات  
 شعلہٗ او سوزِ نگشتہ ہنوز  
 لیک نہ کم شد تفتِ سوزِ دروں  
 آتشِ سوزِ زندہ زباں در کشید

شاد بجاں خسر و جنتِ نشیں

بادِ بجاں تو بحقِ مسرین

۱۰ شیخ بشیر الدین صاحب دس لال کرتی آنہری مجتہد مرثیہ ۱۵۲ ایلام حسن چشتی اندر کوٹ شاہیناں سرسئی

## امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ۵ درزجہل باز کشتائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳۷ متن ۵۹۰ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے۔ یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۷۸ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں  
محمد مقتدی خاں شہرانی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں نامِ ایں نامہ والاست قرآنِ سعید	۱
۲	در تضرع بہ در حق کہ گہنگاراں را داد باران گنہ شوے ز عینِ غفران	۷
۳	نعتِ سلطانِ رسل آئیکہ میجاہدیش پڑہ دارے ست نشہ زبس شاد رواں	۱۱
۴	یصفتِ عراجِ پیمبر کہ شب روشن شد سترِ اسری ش زلفِ نیلِ شک نشان	۱۶
۵	مدحتِ شاہ کہ نامش بفلکِ فہ چنانکہ نقشِ آن داغ شدہ خنکِ فلکِ براں	۲۱
۶	در خطابِ شدہ عالم چو بسکِ خدمت ایم: ایں گہرِ چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم ہست منشوروی از خزینہ اند نشان	۲۸
۸	صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبی الجہاں	۳۰
۹	صفتِ نکلِ منارہ کہ ز رفعتِ نکلش از پے تہجیر خورشید شدہ نکل نشان	۳۰
۱۰	صفتِ حوض کہ در قائبِ نگیں گوئی ریختہ دستِ ملکِ آبِ خضر صورتاں	۳۲
۱۱	صفتِ فصلِ دے و سوزی ہر شہِ شرق و آمدنِ تیغِ کشیدہ ز پے ضبطِ جہاں	۳۷
۱۲	صفتِ آتشِ دآں گرم رویاںش ہی کہ شب در ذر بود تیغِ دل و میوہ جہاں	۳۹

# فہرست مضامین

## متن

### قرآن السعدین

ثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بیک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقبل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ۵

طہر سخن را روش نوہم	نکہ ایں ملک بختہ و دہم
نوکم اندازہ رسم کمن	پس روی پیش روان سخن
درنگم تاچہ در افشا نہ ام	تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامہ عنوان کشاے	نام بلند ست کہ ماند بجایے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور حسنہ لیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں ان کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ ثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد امین صاحب مرحوم غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	ذکرِ پیغامِ پدر سوئے جگر گوشہ خویش	۱۱۴
۳۴	گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	۱۱۶
۳۵	باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود کہ بزم	۱۲۰
۳۶	باز پاسخِ ز پسر سوئے پدر کا سپہ مرا	۱۲۳
۳۷	باز پیغامِ پدر بجانبِ فرزندِ عزیز	۱۲۶
۳۸	باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	۱۲۸
۳۹	از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کی کا دس	۱۳۴
۴۰	رفتنِ شاہِ کیومرث و بتوزکِ عارض	۱۳۷
۴۱	اتصالِ مہ و خورشید و قرآنِ سعیدین	۱۴۴
۴۲	صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی	۱۴۵
۴۳	ذکرِ در اسبِ فرستادنِ سلطانِ بہ پدر	۱۵۲
۴۴	وصفِ اسبِ کہ ز سرعتِ بخرج و بہ خول	۱۵۳
۴۵	صفتِ آن شبِ با قدر کہ تا مطلعِ فجر	۱۵۹
۴۶	صفتِ شمعِ کہ چون بر سرِ شایدِ قمر	۱۶۲
۴۷	صفتِ نو چہرِ مرغی کہ اگر پر تو او	۱۶۳
۴۸	صفتِ سیرِ رُوحِ در دوشِ منتر لسا	۱۶۴
۴۹	صفتِ اختر و آن طالعِ دو وقتِ مسعود	۱۶۷
۵۰	صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش	۱۶۲
۵۱	وصفِ قراہ کہ بہ حرمِ خستہ روز	۱۶۳
۵۲	سخنِ از وصفِ صراحی کہ گراں نازک را	۱۶۴
	سوئے یا قوت و اس گشتنِ خوننا بہ کال	
	قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنگاں	
	پیلِ خویش از میِ خونِ مست کہ نہ دمی	
	پیلِ بندست دوا لے کہ بہ پیدِ لعل	
	ماجرائے کہ ز خونِ لودلش را بمیاں	
	شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ جہاں	
	بر برادرِ چو گلِ نویرِ سرِ فرداں	
	بر شہِ شرقِ بیکجا عرضِ اس جو ہر آن	
	چرخِ گردِ دانست بگردِ سرِ نشاں گزراں	
	موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بہ کراں	
	ہم ہر اں گونہ کہ در باغِ وزد بادِ وزاں	
	نتوانِ خارجِ شاں گفت نہ داخلِ چاں	
	نزد آں روحِ ملکِ بردِ سلامِ نرداں	
	دزماں چاکِ نہ پڑہِ ظلمتِ زمیاں	
	بنو در دلِ شبِ کور بو پیر و جواں	
	کہ ہمہ کار گزراں فلکِ اندازد و راں	
	کہ گرفتند دوسو و بیک برجِ قراں	
	بے سوادیش بخواں نسخہ آبِ جواں	
	نیشہ خانہ است ببالا سرش و شندل	
	در گلو دست زنی خویش بر آید ز دہاں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	جنیش شاہ زوہلی زپئے کین پدر	۴۸
۱۴	صفت قصر نو و شہر نو اندر لب آب	۵۴
۱۵	صفت فصل خزاں و مغل غرم سپاہ	۵۸
۱۶	صفت فصل بہاراں کہ چناں گز داغ	۶۸
۱۷	صفت موسم نوز و زوہطرب کہ در شاہ	۷۳
۱۸	صفت چتر سیہ کہ پئے چترم خورشید	۷۴
۱۹	صفت چتر بید از پس آں چتر سیاہ	۷۵
۲۰	صفت چتر کہ لعل ست چو خورشید بصبح	۷۵
۲۱	صفت چتر کہ سبز ست ز سر سبزی شاہ	۷۶
۲۲	صفت چتر کہ گل گز شدہ از گل گزاو	۷۷
۲۳	وصف در باں کہ نزدیک از بہیت شاہ	۷۸
۲۴	صفت تیغ کہ باخضم نیامش گوید	۷۹
۲۵	صفت چرخ کماے کہ بازوی شست	۸۰
۲۶	صفت تیر کہ بارانش بغایت سخت ست	۸۱
۲۷	صفت رایت لعل و سیہ اندر سر شاہ	۸۲
۲۸	غرم سلطان بسوے ہند بپایان بہا	۸۷
۲۹	ذکر باز آمدن قلب شہ از قل مغل	۹۱
۳۰	نامزدگشتن لشکر بزرگ سوے اودھ	۱۰۰
۳۱	صفت موسم گریا و برہ رنستن شاہ	۱۰۶
۳۲	صفت خرپزہ کہ پردلی آنجا کہ بود	۱۰۹

مضمون	صفحہ	نمبر شمار
صفت کاغذ سیس کے پے دو د قلم	۲۲۸	۷۳
ذکر باز آمدن شاہ بدولت لکھنؤ	۲۳۱	۷۴
سخن از ختم کتاب و خطا خواہش عذر	۲۲۵	۷۵
صفت خانہ و قطع تعلق کردن	۲۳۴	۷۶
شد سخن ختم قبولے کہ خدائیش دادہ است	۲۵۶	۷۷

## غزلیات

۲۷	-	-	-	۱	اے زندگانی بخش من لعل شکر گفتم تو -
۳۶	-	-	-	۲	اے دہلی داے تمان سادہ -
۳۷	-	-	-	۳	شد ہوا سر کنوں آتش و خرگاہ کجاست -
۵۷	-	-	-	۴	سوار چابک من باز غم لشکری دارد -
۶۷	-	-	-	۵	برگ ریز آؤ برگ گل و گلزار برفت -
۷۲	-	-	-	۶	آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش -
۸۶	-	-	-	۷	محل امر و ز آخریں شب مست برخاست -
۹۰	-	-	-	۸	دوش ناگہ بمن دل شدہ آں مہ برسید -
۹۵	-	-	-	۹	تیغ گیر تراز سر بر ہسم -
۱۰۵	-	-	-	۱۰	از دل پیام دارم بردوست چوں رسام -
۱۳۶	-	-	-	۱۱	بباغ سایہ بیدست و آب در سایہ -
۱۴۳	-	-	-	۱۲	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا -
۱۵۲	-	-	-	۱۳	خورم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد -

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۳	سخن از وصف پیالہ کہ ز بس جنبش دل	۱۴۴
۵۴	صفت ساقی رخا کہ کند مستان را	۱۴۵
۵۵	صفت چنگ کیبے مورت تن کی اختر	۱۴۶
۵۶	صفت کاس بابی بسرش کفچہ دست	۱۴۸
۵۷	صفت نائے کہ ہر لحظہ ز دم دادن اد	۱۴۹
۵۸	صفت دمن کہ درد دست کسان بدیا	۱۵۰
۵۹	صفت پردہ آل ہرہ نشینان شوگون	۱۵۱
۶۰	صفت ماندہ خاص کہ از خوان بہشت	۱۵۳
۶۱	صفت سیرہ قبول کہ نزد ہمہ خلق	۱۵۵
۶۲	صفت نعمہ گری ہائے زمان مطرب	۱۵۶
۶۳	صفت تاج مکمل کہ سپہ یافت ز شاہ	۱۵۹
۶۴	صفت تخت کہ همچو فلک ثابتہ بود	۱۵۹
۶۵	صفت پیل کہ شد داد بفرزند عزیز	۱۹۰
۶۶	صفت تیج و کلاہ سیاہ و چتر پیہ	۱۹۵
۶۷	صفت چشمہ غور شد بد ریائے پہر	۱۹۷
۶۸	شب دیگر ز پئے عیش ملاقات و نشا	۲۰۱
۶۹	درد دل و گرامی کہ پدر را در اشک	۲۱۱
۷۰	صفت موسم باران و برہ رفتن شاہ	۲۱۶
۷۱	سخن از وصف قلم آنکہ بلوح محفوظ	۲۲۵
۷۲	صفت مجبرہ کو گر چہ سیاہ دارد دل	۲۲۷
	خون قرابہ سوی او دست ہمہ وقت کشاں	
	بیک آمد شد خود ہمیشہ مست و غلطان	
	موی ساقی دگرش تا بر میں آوینراں	
	کہ در آں کاسہ خالی ست نعم چند الوان	
	کلمہ مطرب پرباد شود چون نیسان	
	صحن کرداشتہ و کوبش پابیں بچہ سال	
	کہ بہر دست نمایند ہزاراں دستان	
	چاشنی داد بہر کام و زبان لذت آں	
	بہ ازاں نصیت بنای تہمہ ہندوستان	
	کہ بے لحن کند ز ہرہ جو گیرند الحان	
	آں سپہ کر سر کس تاج ستاد خاقان	
	وازشہ شرق بخورشید شرف داد مکان	
	کہ شد از جنبش اد کوہ چو دریا لرزاں	
	رفتن شدہ پیدر روز و شب نور افشاں	
	کہ کند پر تو او ماہ سمار آباں	
	دزد پدر دادن پند و ز سپر گوش بر آں	
	مردم دیدہ ہمہ رفت ز چشم گریاں	
	جانب شہر شدن از لب لکھ بکراں	
	ہست اول صفقت با خلق اللہ بخوان	
	آں سیاہی دلش مایہ علم ست و سیاں	



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں	بر سرِ نامہٗ توحید نوشتم تمغوں
نامِ اس نامہٗ والا ستِ قرآنِ السعید	کہ زبندیشِ سعدینِ بہرست
حمدِ خداوندِ سرِ ایمِ نخست	تا شود اس نامہٗ بنامشِ درست
واجبِ اولِ بوجودِ دم	نے بوجو دے کہ بود از عدم
بیشتر از وہمِ خسروِ پوراں	بیشتر از فہمِ فراستِ گراں
نورِ فزائے بصیرِ دوریں	دیدہ کٹائے دلِ عبرتِ گزین
فکرتِ صاحبِ خرداںِ خاکِ او	معترفِ عجزِ درادراکِ او
دلِ میجر کہ چہ دانند و را	روحِ دریں گم کہ چہ خوانند و را
زہرہٗ ندارد در دستِ خیز	تا کند اندیشہٗ دریں راہِ تیز

۱۔ یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود است ای ذاتِ مطلق وجودِ اوست اولِ ست ای وجودِ ہے پس از ہمہ  
خیرست پس واجبِ اولِ صفت بعد صفتِ ست مر خداوند را اولِ راعفت واجبِ اشتق از برائے احتراز مکنے کہ  
واجب بالغیرست ۲۔ یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و نحوہ مضحک و مصالح اینزدی می اندازد نور لعین و فتناسازی  
اور ای افزاید ۱۲۔ اس راں روست خیر گفتم کہ جولانِ مے اولِ درازتست و بدیافت آثار و زمانہ ۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	زمرہ کثمتہ یک رہ گزرے بسوے من کن	۱۵۹
۱۵	مُہر بکشاے لعل میگوں را	۱۹۴
۱۶	آفت زہد و توبہ شد ترکِ شرابِ خوار من	۲۰۰
۱۷	آرامِ جاغم میر و دجاں را صبور سی چوں بُو	۲۱۰
۱۸	سخت و شوارست تہناما ندن از دلدارِ خویش	۲۱۶
۱۹	بازا بر تیرہ از ہر سوے سہر بر می گسند	۲۳۰
۲۰	عمرِ نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آد	۲۳۴
۲۱	نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد	۲۵۵



**نوٹ** - مندرجہ بالا طریق پر مضامین متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۃ النقیۃ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہر کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مشنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمثیلہ تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قرآن السعیدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں یوار د در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسرؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برد اللہ مضجعہ۔

محمد مقصدی خاں شہر دانی



آدمی ایں جالبخں راہ جوست  
 ہر کس از و آمدہ در گفت و گوے  
 رخشِ عل در ہش افگندہ <sup>۱۱</sup>م  
 کس نہسد در راہ بہ تحقیق او  
 من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست  
 ہستی مانزد در داند کے ست  
 نیست شناسندہ ہستی مگر  
 نیستی از ہستی اوشت دست  
 ثابت مطلق بصفات احد  
 بود در اول کس از و پیش نہ  
 حادثہ را با از شش کار نے  
 سکت و حکمش کہ نہ از و زوال  
 کرد خرد و وحدت اور اسجود  
 لیک سخن کے رسد آنجا کہ ہست  
 معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے  
 علت و معلول در و ہر دو کم  
 در برد الا کہ بتوفیقی او  
 ہستی بے نیست نہ انم کہ ہستیت  
 واں ہمہ بانہستی مایکے ست  
 آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر  
 ہست بود نیست شود ہر چہ <sup>۱۲</sup>ہست  
 زندہ باقی ببقائے ابد  
 ماند در آخر کس از و پیش نہ  
 نقش فن با ابدش یار نے  
 ہم ز خل خالی وہم از خیال  
 ثانی او مستغ اندر وجود

لے سم افگندن کنایت از بجزہ در مان است رسل معنی ایں کہ چون دلیل در راہ معرفت حق بجائے  
 نہ رسید بے مددے کہ بوسے ثابت شود و معلومے کہ از وے حاصل آید نیز کم و لا شے خواہد بود پس ہم علت مگر  
 وہم معلول <sup>۱۲</sup> لے ثابت لے موجود ایم مطلق اسے منفرہ از جمیع قیود۔ مراد باحدیت صفات آنکہ ہر یک  
 از صفات حق فی نفسا و احدیت تکرر و تعدد بکثرۃ معلومات است مثلاً علمیکے ست و کثرت او با متاثر نہ  
 معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او با اعتبار تعدد مقدرست ایں پنیں سایر صفات <sup>۱۲</sup>

حقّ تن را بقنادر کشای  
ز آبِ عنایت گمرا نیگخت  
قطرہ احسانش بفسیض عیم  
جملہ کش جملہ بکرانِ باغ  
نقش طرائف کہ بصنع بدیع  
نامہ گل را بہ منسا خامہ کرد  
سبل تر بر رخ گلشن کشید  
طفل گیار از ہوا ریخت شیر  
نافِ شگوفہ ز بخور نسیم  
جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز  
چشمِ سحاب از نم دریا کشاد  
چار گہ کرد ہماں را پدید  
دور زمیں را بزماں باز بست

جو ہر جاں را بقنادر ہنماے  
در صدف کن فیکوں نیختہ  
حلّ صدف بستہ ز درِ یمتم  
خاص کن عطرِ قصہ دلغ  
را ند قلم بر صفحاتِ ربیع  
نامیہ را حرف کش نامہ کرد  
سبلہ را دادانہ بخر من کشید  
مغرِ ہماں را ز صبا زخمیہ  
کرد بعنبر نفی مستقیم  
مہرِ خوش داد بعنوانِ راز  
چشمہ آب از دلِ خارا کشاد  
در کرہ شش بہت اندر کشید  
دام و دواڑے با مان باز بست

۱۵۔ تواند کہ از گہر ہوا قل کہ روح مجدی است مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد اوست و تواند کہ از گہر  
انسان مراد باشد و از صدف کن فیکوں فلکِ عالم ۱۲۔ ۱۵ اضافت نامہ گل بیان بہت نہاد و تویکے است بمعنی بالیدگی  
نامیہ قوتے کہ صفت نمودار تقریر یعنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برلے نوشتن نامہ گل بے بہتہ آفرین گل نما را بجائے قلم و نامیہ افزہ  
کاتب نامہ گل ساخت ۱۲۔ ۱۵ بخور و شبنم معنی نیکو کہ فاسی باشد یعنی نیکو یعنی یک عزیز آلود نفس مستقیم  
ای درست و پراپا و کھل کیلے عربی معنی مصدر باشد لے عزیز الو نفس بودن فاعل اللہ تعالیٰ است و مفعول و ناف شگوفہ  
یعنی ناف شگوفہ مغز نفس است یا آنکہ مغز نفسے بودن و بوجہ تعلقات و او و بعض نیکو بے نفسے است لے ناف شگوفہ بے نفسے لے عزیز  
نفس بودن ثابت نکر ۱۲۔

راست روی بردہ زبے حاصل	دادہ درستی بشکتہ دلاں
غمز دگاں را بطرب دل کشائے	گم شدگاں را بکرم رہنمائے
مونہ ہر دل کہ فرغیش نیست	محرم ہر شب کہ چرخیش نیست
ہر چہ نہ او در خط امکان است	ہر چہ جزا و بندہ فرمان است
روزی ہر کس برساند بے	منتِ روزی نہ ہند بر کے
داد بے روزی تن را کلید	جستہ و ناجستہ بخوابد رسید
کن کن اور است ز نوتا کن	ہر چہ کند کیست کہ گوید کن
عالم بر حق نہ تسلیم کس	ہر ہمہ زو یافتہ تسلیم دس
ہر چہ کند در کل و در جزا اثر	کلی و جزیش بود زان خبر
مورچہ جائے کہ ہند پائے است	اوبشب تا رہد اندک جا است
انچہ بہستی ریش حرف جوست	خامہ گزرا قلم صنع است
صانع بے عیب نعلت بری	نور ز فرائے قلم و مشتری
غالیہ سائے شب مشکیں پرند	پردہ برانداز سپہر بلند
نور وہ انجسم خورشید تاب	سبز کن خاک بتا شیر آب

۱۔ اسولے حق داخل امکان است ۱۔ از جملہ ممکنات مخلوقہ است یا انکار قدرت است یعنی ایجاد و عدم آن نزد او برابر است امکان یعنی قدرت بیا را ۲۔ ۱۔ یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از ۱۔ در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق است مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنت روزی است و میوہاں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل مہاسباب معاش است ۱۲

گرچہ نیاید ز من خاکدار      ز آنچه شوم بر درِ تورستگار  
ہم بتو ام بہت اُمید تمام      کز درِ تور دشتوم واسلام

در تضرع بہ در حق کہ گنگاراں را

و ادبار ان گنہ شومے ز عینِ غفران

لے بجلالت قدم آراستہ	شبہ شبہت زمیاں خاستہ
ذاتِ تو پیدا ہونے نے چون	من ز تو پیدا ہو تو از خویش تن
نیست شناسائے کمال تو کس	ہستی خود ہم تو شناسائی بس
دانش بہر کس کہ بسویت گزشت	یک دو قدم رفتِ مغان تاب گشت
فلک دریں پردہ بہ راز ایستاد	بانگِ ندش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطہ مانے نیافت	خطِ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو دادہ است نشانی مرا	در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خود دم کش کہ الہی شوم	خازنِ گنجینہ شایہی شوم
آں محلِ آور ز من اندر وجود	کاں بتو ام راہ تو اندر نمود
و آنچه دلم راز تو دوری دہ است	دور ترک دار کہ دوری بہ است
نورِ بصر دہ بشناسائیم	تا بنو جب نہ بہ تو بنیائیم

لے شبہ اول یعنی شک و شبہ بالکسر یعنی اظہار یعنی ایں شبہ از میاں برخواست کہ کے نظیر تو باشد شرح آیہ پس کشد شئی

سلسلہ آب زن بر ز رہ  
 باد محیط کرہ آب ساخت  
 کل شب از دیدہ انجسم نمود  
 طالع مردم ز شمارِ نخست  
 ز آب چنان کرد مصوّر خیال  
 نقش چنان بست بہر تن کہست  
 قصر بند را بہ ہمیں داوری  
 دفتر دل را خط شاہی نوشت  
 جاں کہ بہ جسم روایش داد  
 گوش باواز سخن تانہ کرد  
 ما کہ بنو دیم۔ بنو د آیدیم  
 کیس در اگر او نکشادے بہا  
 نورِ بصر داد کہ بینا شدیم  
 معرفت گر نشدے رہنمائے  
 گر ہمہ زانیدیشہ جگر خوں کم  
 طاعت مانے کہ مش بہ قیاس  
 اے صفت بندہ نوازندگی

طوقِ زمیں کرد گرہ بر گرہ  
 نار بہ سپہ امن آن بر فرخت  
 نور دل از سینہ مردم نمود  
 کرد بتقویم خنایت درست  
 کاں بتصور نماید جمال  
 کش بدل خود توان نقش بست  
 ز آب و گلے کرد عمارت گری  
 جائزہ سہرا لئی نوشت  
 پرتوے از نور خدایش داد  
 وز سخن آفاق پُر آوازہ کرد  
 از عدم از مے بوجو د آیدم  
 دولتِ ایں نانہ کہ دادے بہا  
 چشم کشاد کہ شناسا شدیم  
 تے ز خود آگہ بدے تے از خدا  
 شکرِ جنیں مہمحتے چوں کم  
 ولے براں کس کہ نگویہ سپاس  
 از تو خدائی وز ما بندگی



جز تو نشاندہِ ایس رازِ کیت  
 بہ کہ چو آوردی و باز مِ بری  
 جز برہِ خویش ندارم مدار  
 پردہ بر انداز کہ چوں لاشوم  
 گم شدہ ام راہِ نمایم تو باش  
 دامنِ تر آبِ ندارم بجوئے  
 ساختہٗ سوختنم چوں خصال  
 گر چہ تن من ز پئے سوز رہست  
 لے گنہِ آمر ز شفاعت پذیر  
 من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام  
 نیک بدم نیک نشد ہیچ بد  
 در بد و نیکم بتو اُمید وار  
 خود منم از فعلِ بد و کرد و نشت  
 کُنہ چو در سوختنِ آرد و بال  
 ہست چو انعامِ تو لے کار ساز  
 مہمتے کن کہ گنہ کردہ ام  
 عدلِ تو گر حکمِ بطاعت کند

کا مدنِ و رفتنِ ماہرِ صیت  
 ہم بسوئے خویش فرازم بری  
 ورتو اُمید ندارم مدار  
 پردہ کشائے درِ لاشوم  
 بے بصرم نورِ فرایم تو باش  
 دامنم از عینِ عنایت بشوئے  
 آبِ زمرِ حشمِ پیغم رساں  
 رحمتِ تو از پئے ایس روز رست  
 پر گنہاں را بکرم دستگیر  
 نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام  
 از من بد ساز مکش نیکِ خود  
 نیکی بپذیر و بدی در گزار  
 کُنہ دوزخ نہ نالِ بہشت  
 پیشتر از سوختنِ کن نال  
 از من و از طاعتِ من بے نیا  
 نامہٗ اعمالِ سیکہ کردہ ام  
 پہچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم  
 تا چو ز عونِ تو قوی دل شوم  
 درد ندارد دل بے حاصل  
 حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم  
 بر من رسوا شدہ عیبِ کوش  
 گر ہمہ نیک ست عمل یابدم  
 چوں کثریِ دل کندم خود پرست  
 و رہبوںے راستی آید سرم  
 ہر رہ خیرے کہ بگیرم ہمیش  
 و اپنے بد رہ بردا بجامِ کار  
 معرفتِ مہ کہ ثنا سا شوم  
 نورِ ہدایت بچرا غم رساں  
 اے ز کرم بردلِ مادر کشاے  
 بردر تو بستہ ام امید بار  
 باز کن از روضہ رحمت دے  
 از درِ خویشم بدر کس مراں  
 من کہ بکلم تو دریں کار گاہ

سینہ قوی کن بقیسینِ خودم  
 بو کہ تو انم کہ بمنزل شوم  
 چاشنی درد نہ اندردم  
 عذر بر سوایِ خویش آورم  
 عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش  
 دیدہ برافروز بعب خودم  
 آئینہ راستی ہمہ بدست  
 راست چناں دار کز ان نگذرم  
 راہبرم بخش بہ توفیقِ خویش  
 از من و از خاطر من دور دار  
 بخردیم بخش کہ دانا شوم  
 بوے عنایت بد ما غم رساں  
 گم شد گاں را سوے خود رہنما  
 بار کشا بر من امید وار  
 بو کہ بیا ہم ز سعادت برے  
 خود چہ کثاید ز درِ دیگران  
 از عدم ایں سُوزدہ ام بار گاہ

اے کرمِ تغل گنہ راسحاب ق مرحمت کن کہ بیوم الحساب  
گر بیش نیک و اگر بد شوم در کفِ ظلِ محمد شوم

## نعتِ سلطانِ رسل آنکہ میجا بدش

پردہ دالے ست نشسته ز پس شاد و دیاں

پیشہ و کو کبہ انبیا	کو کبش از منزلتِ کبیرا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او	کاین و من کاں گہرِ کانِ او
کرد لو انصب در ایوانِ ہو	تحتِ لواءِ آدم و من دوتہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ	بر خطِ لاہوت وطنِ ساختہ
لعل وے از خامت آگہ شدہ	خاتمِ انگشتِ یدِ اللہ شدہ
خاتمِ از ہفت فلکِ حلقہ سنا	یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گر چہ سلیمان شود انگشتِ تریں	خضرِ اورانز سد درنگیں
گرد شدہ حلقہ پیغمبران	نا تمش مہرِ نہادہ بران
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او	مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد	محمد تش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند	فائدہ خاص فراہم کنند
گردہنِ میم شود ز و نہاں	حمدِ خداوند کند بے دہاں

تاناشد و عون تو ام دستیای  
 خاصه که چون بنگرم احوال خویش  
 لے بغایت علم افزاخته  
 در تنقیر ستر تو ام رانمیت  
 ستر مرا چوں همہ دانندہ  
 گرز تو بر خلد برات من ست  
 در تو کنی سوئے جہنم رہم  
 غدر ندارم چه کنم برگناہ  
 بردر تو آمدہ ام شہ مسار  
 روئے سیاہم بتو دار د امید  
 کار بدستم چون دادی نخست  
 دست من آن دم کہ بماند ز کار  
 از عمل خود چون نشینم خجل  
 در شب تاریک چو مینی رہم  
 چوں شب من تیرہ شود در بخش  
 صبح قیامت کہ بود گرم تاب  
 پیش تو آرم چو حساب جفا

کے شوم از طاعت خود تنگ  
 غدر نہ و جرم زاندا زہ میش  
 کار دو عالم کرمت ساخته  
 جز تو کس از ستر تو آگاہ نیست  
 باز رہا نم کہ رہا نہ دہ  
 نامہ من خط نجات من ست  
 در کہ سپاہم کہ ز تو وارہم  
 عفو تو کو تا شود دم غدر خواہ  
 از شہر من در گزرو در گزار  
 ہم تو کنی روئے سیاہم سپید  
 کار من آخر ہمہ بردست تست  
 دست ز کار من مکیں مدار  
 ذیل کرم پوش بریں تنگدل  
 مشعل دہ ز انار اللہم  
 شام مرا شمع شب افروز بخش  
 ظل خودم بخش در آن آفتاب  
 حسب کفم بخش ز حسب کفا

در تبتی با گشس گاہ بار  
 پیش چنان چشمہ دریا قیاس  
 موسی اگر در رہ او نیست پیک  
 زان رخ گلگون کہ گل افشان شد  
 خوں خوشش چون خوں گل گشت پا  
 گل کہ لباس خوشیش در برست  
 ساخته نہ حجرہ بہ از ہشت باغ  
 حجرہ نہ و خلہ نہ از ہشت بیش  
 تابسریر عرب آن جم نشست  
 خطبہ لولاک سپرداختہ  
 ہستی او تا بعد م حنا نہ بود  
 چون ز وجودش عدم آواز یافت  
 سایہ محش کہ ز گردوں گزشت  
 سایہ زبس نور نہ بد پیش و پس  
 سایہ نہ و ظل سلامت ازو  
 از پئے خورشید قیامت جہاں  
 مئے مئے گیسوئے او مشک خشک

مایہ کش عیسی و خضر آید ار  
 نوح تبتی آبی خود دھس اس  
 کی آر نی گوید و انظر الیک  
 نابر براہیم گستاں شدہ  
 از خوں او گل بدیسدہ ز خاک  
 از خوں دیباچہ پیغمبرست  
 ہشت بہشت از تہ او با فراغ  
 یعنی از ان ہشت بیک حجرہ پیش  
 رعب عرب در ہمہ عالم نشست  
 منبر نہ پایہ از ان ساختہ  
 نقش وجود از ہمہ بیگانہ بود  
 تختہ ہستی قسم تازہ یافت  
 رزق رساں بر ہمہ آفاق گشت  
 سایہ خورشید ندیدہ ہست کس  
 سایہ خورشید قیامت ازو  
 ساختہ از گیسوئے او سائبان  
 فرق نبودہ سر موئے ز مشک

و ز میان حلقه ها گشت دو  
 و ر کمر میسم دگر بر کشاد  
 نادره نامی که به حرف خویش  
 نام محمد بدو تدویر میم  
 یعنی اگر کس ز محمد پرد  
 بلکه محمد بدو میسم درست  
 حلقه او سلسله یافت  
 در شب تاریک عدم ره نبود  
 نور نخستش چو علم بر کشید  
 هستی از آن نور چراغی بدست  
 یافت نخست آدم از آن نور تاب  
 چشمش از آن نور چو بینا شده  
 با دمی کاش چو دما ز شد  
 مرده می بخش بدم بسندگی  
 سینه را دم دم از ویافت  
 بلکه خود آدم برش خاک بود  
 آتش بدخواه چو شد تابناک

مدظلای دهد آن شیخ نور  
 دال بر حمت شد و آن در کشاد  
 نادره با بخش از اندازه پیش  
 در حد خود یافت و چشم سلیم  
 چشمی آن به که ز حد گذارد  
 یافت دو حلقه بحد خویش حسبت  
 هر دو جهان بسته آن یافته  
 و رچه که ره بود کس آگه نبود  
 شام عدم را سحر آمد پدید  
 راه ناگشت بهر کس که هست  
 عطسه ز دوازدین آن آفتاب  
 عطسه او نور میجا شده  
 مریم از وحالده راز شد  
 دم نروده پیش وی از زندگی  
 زخم عصا مهر هم از ویافت  
 خاک و را کرده ملایک سجود  
 دولت او گشت بیک مشت خاک

من کہ بدل راستم نیست کار	رستہ نگردم بجز آن رستگار
نہ بہو گفت اگر راز گفت	کاچہ بگفتند بد و باز گفت
ماہ ز سیرش اثرے یافتہ	تاب نیاوردہ و بشت گافتہ
گرچہ شب چار دہم راست مہ	چار دہ مہ خوانش نہ بل چار دہ
ابو و مہرگان مسلم و نون ہم	صورتِ او سورہ نون و ہقلم
اُمّی دانا کہ بعلمِ فزوں	رانہ قلم بر ورقِ کافِ نون
بے خط و قرطاس ز علمِ ازل	مشکل لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم از اذہ علمش نہ داشت	علم بدل کرد و قلم را گزاشت
اعلمِ حاذق بوجود و عدم	افصحِ صادق ز عرب تا عجم
آنکہ دریں پردہ مخالف نہ ہست	گو بکجا ز آئے کہ حجت بجاست
اے کہ نبی گفتہ او گفتہ	مردہ تو ان گفت اگر خفتہ
ہست نبی گر سخن آن بشر	تو بشری نیز بگوئی دگر
آپنچہ دل از یک نقطش گم بود	کے بحدِ فکرتِ مردم بود
دور شوا ز حجت غیبت بدور	کیں ہمہ گفت آنکہ بداند حضور
سخت تریں کفر کہ اہراب رست	غیر براہیں نشد سند رست

۱۵ دریں شعر تعقیدت یہی ہے کہ میگوئی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازین رمز غافل ترا  
 مردہ تو ان گفت ۱۲ دریں بیت ہم تعقیدت یہی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی  
 مثل او بگو۔ شرح آیہ ان کنتُمْ فی شک مما نزلنا علی سیدنا فاقولوا سورۃ قمر من مثله ۱۲

مشکِ نگویم کہ ز آہو بود  
 خوش دم از وفاۂ عبدالمناف  
 یافتہ منشورِ نجات از خدائے  
 یافتہ در بحیرہ بقا آسنا  
 کامنِ خود از ایمنہ خود بشت  
 کافبت عبد اللہ اش آسان نمود  
 طرفہ کہ من عاصی و اعدا خواہ  
 مروہ سلم آمد و کوہِ صفا  
 بد گرش میں کہ بسنگِ آزمود  
 رخنہ دندانش از ازاں شد پدید  
 ہم سر برد خواہ بُرد بے دریغ  
 گوہرِ فردِ سخت بیادش سنگ  
 تا کند آئینِ شہیت بیاں  
 رشتہ آں دُر شدہ جلِ متین  
 شاعری گفت ارچہ کہ شعرے نگفت  
 شاعرِ کذاب بدو کے رسد  
 پیش چہاں مرد ندارد فروغ

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود  
 کعبہ ز مشکش بزمیں دادناف  
 امت از ازاں سلسلہ مشکائے  
 از کر مش غرقہ آبِ فنا  
 ایمنی امت از ازاں گونہ جست  
 عونِ عباد اللہ از ازاں ساں نمود  
 عذرِ رعاصی بود اندر گناہ  
 سنگِ قارش بصفِ صطفا  
 تیغِ زبانش کہ چہاں تیز بود  
 سنگ کہ برگو ہر تیغش رسید  
 گرچہ کہ دندانہ قہاشش تیغ  
 شرطِ کرم میں کہ بہنگامِ جنگ  
 خنجر تیزش ہمہ تن شد زباں  
 ریختہ از لب ہمہ دُرِ مٹسین  
 خصمِ رکیکش بے عیان و نہفت  
 آنکہ بدو وحیِ پیایے رسد  
 وانکہ سخنِ رہست کند از دروغ



داد نویدش کہ ازیں قعر چاہ  
 رو کہ کشادہ در احسان مبت  
 منتظر است ملایک بی پیش  
 باز کشادست در آسمان  
 خیمہ ازیں دایرہ بیرون فلک  
 در قدم افزایزک رسم  
 باز کشاصف جناح از ملک  
 قلب رواں کن در سلطان  
 فرصت آن نیست کہ شنی بجائے  
 صاحب معراج کہ ایں مژدہ فیت  
 برق صفت جست بہ پشت برق  
 صف ملایک برکابش دواں  
 طرّ قوا از غیب ندائے رہش  
 چار ملک غاشیہ بستہ بدوش  
 بر فلک ماہ برآمد نخست  
 تاخت ازاں جائے میدان تیر  
 خیز و بیدای ابد جوے را  
 داعیہ دعوت یزداں مبت  
 منتظران را نظرے دہ بخوش  
 پاسے برون نہ زمین و زماں  
 غلغلہ در عالم چوں فلک  
 ساقی سوائے عرش فرست از قدم  
 برگزیناں جنبش قلب از فلک  
 تیغ برون کش سر شیطاں بزین  
 خیزد دولت برکاب آریائے  
 رے ازاں معراج دولت بفت  
 کرد میثاق مشتاب از وفاق  
 پیشرو کو کہبہ خسرواں  
 مشعلہ در پیش ز نور آتش  
 ہفت فلک حلقہ فگندہ بگوش  
 ماہ کہ لشکرت از و شد درست  
 تیر در اں کیش شد آرام گیر

مدت ہفصد شد از و تابا  
 تازہ ترست ایس خط والابا  
 گر بگزافے بڈے ایس رہ پائے  
 اوشد وایس نیز نمائے بجائے  
 ہرچہ نہ آتا رخسار الی دہد  
 کے ہمہ وقت روائی دہد  
 اینت شے کو زجاں بست بار  
 دولت او تابہ ابد پائدار  
 بارخند ایا بجی آں رسول  
 کیس سخن چند کن ازما قبول  
 وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

### سرِ اسرمی ش ز زلفِ سہِ مشکِ فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نورد  
 قدر ہزاراں شب از اں نور زاد  
 شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت  
 دودہ آں رشبِ معراجِ خست  
 چشمِ ملائک ز سوائے کہ شمت  
 کدہ بسم گوئے آں شبِ بخت  
 مئے مئے از گیسوئے کلی نشان  
 بازیہ کرد ہمہ چشمِ شاں  
 نیم شبانِ پیکِ الہی ز دور  
 آمد و آورد بر اتے ز نور  
 پائے براقتش کہ ز اختر گزشت  
 چشمِ کس از پائے مئے اگر نگشت  
 پاں آں شب ہمہ دیدہ سپید  
 انجم آں نور بحشمِ اُمید  
 دیں نتوان گفت کہ بود او بخواب  
 خفتہ کہ دیدست مدد آفتاب

آنکہ بانہار دریں دم زند <sup>۱۵</sup>	بر دہش زن کہ ترنج نمی زند
لے کہ ترا عقل دریں شبید	ایں خبر او داد کہ عقل آفرید
با خبرش عقل تو گر خویش نیست	عقل تو از دانش او بیش نیست
عقل تو تحقیق ترا در نیافت	کے بتواند بچاں رہ شتافت
طورِ دوگریشتر از عقل هست	واں نبود کے رسد آنجا دست
دست ہماں مرد باں جارسد	کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر	چشم زما زغ شدہ گوشہ گیر
اں دو کمانش کہ بیکجا کشد	بانگ زہ از چرخ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش بُرد	دست با ما جگہ خویش برد
منزلے یافت منازل نور د	کیف و کم از راہ بروں برد گرد
پردہ خویشی زمین خاستہ	مرتبہ بخودی آراستہ
آئینہ صورتش از سینہ رفت	صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال	بے محبت جسدہ نمود اہل حال
رفت چو حدِ جہت از پیشِ پس	از پس و از پیش خداوند و بس
نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت	نور بقا دید و ثنا در گرفت
بانگ بروں ز دبا دے پاس	شکر فروں کرد ز راہِ قیاس

زہرہ کہ دریافت از اں صبح تاب  
 دید چو خورشید بدریائے نور  
 گشتہ در اں کو کبہ بہرام پست  
 یافت غبارِ نئے رہش مشتری  
 پر تو اوتافت بروئے زحل  
 کرد از آنجا بنو ثابت عروج  
 پاش چو کرسیِ فلک اگر زشت  
 پیشتر کز اں پوشدندش دلیل  
 دامن از اں پایہ فرو ترکشد  
 طائرِ عرشِ بسوئے سدرہ راند  
 جست بروں جو ہرش از کن فلک  
 از زبر و زیر بروں برد ذات  
 در محلے کز جہت آمدبری  
 پیشتر از عقل کل از جائے خویش  
 کرد حسیں بد فِ آفتاب  
 کرد زن چشمہ بے آب دُور  
 تیغ بیفکند وہم دست بست  
 قیمتِ آں داد نہ انگشتی  
 گشت نحوست بساعت بدل  
 پُر مہ نور شد از بے بروج  
 عرشِ ہواں کرسیِ خود پیش نشست  
 لرزہ در آمد سپرِ جبریل  
 پلے بد امانِ ادب در کشید  
 خطبہ طوبیٰ لکش از دور خواند  
 یافت مکانے بحبِ لامکاں  
 زیر و زبر ہیچ نما نہ از جہات  
 زاب و گلش کرد عمارت گری  
 رفت بکل با ہمہ اجزائے خویش

۱۰ یعنی چوں زہرہ از اں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت دادہ سردی را آغاز نہاد  
 دف را بوقتِ نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

۱۳ یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گلی تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد  
 این ست کہ معراج مع ایجاد بود نہ کہ مجرد دروج ۱۴

قطرہ اوچشمہ والا شدہ  
 اے شبِ توروشنی روزِ ما  
 تو شدہ مخصوصِ بعونِ خداے  
 چشمہ چہ گویند کہ دریشہ  
 نورِ رختِ شمعِ شبِ افروزِ ما  
 بندہ سے حاجت بتو امید بہت  
 عونِ تو ما را بخدا رہنمائے  
 اولش ایں کیں سخنم درپند  
 داں یا جابتِ سدِ امید بہت  
 آں دویش گرچہ نہ اندر فورم  
 ورزِ لہست گرفتہ گیر  
 سویش آنست کہ انجمِ کا  
 سحے خودم خوانِ مہراں از دم  
 دستِ بگیر و بچد ایم سپار

مدحتِ شاہ کہ نامش بفلکِ فتمہ چنانکہ  
 نقشِ آں داغ شدہ خنکِ فلکِ ابر راں

وقت شد اکنوں کہ بجادوگری  
 باز کشایم دردِ داوری  
 در قلم از سحرِ زباں بر کشیم  
 سحرِ زباں را بقلمِ در کشیم  
 بر سخن از غالیہ بندیم بند  
 پیشِ صفِ موجِ سپرِ نیم قند  
 سلکِ سخن را کہ در افتاں کینم  
 پیشکشِ حضرتِ سلطانِ کینم  
 اے سخن از رشتہ بروں ریزد  
 وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر  
 زانکہ چو بوسم دردِ دولت پناہ  
 تھخہ از یں بہ بنودِ پیشِ شاہ  
 شاہِ سکندرِ روش و دارا نشان  
 آئینہ رُفے سکندر و نشان

دل تبضرِ رخسارِ اندوز کرد  
 گاه بخود لاشد والا ک گفت  
 رحمت حق نیز بعونِ تمام  
 ریخت بدامانش زهرِ گفتنی  
 یافت کرامت بخطابِ که خواست  
 جامِ عنایت بصفِ نوش کرد  
 بس که برون برد وصالش ز پو  
 راه که پر گم شد ازاں جبرئیل  
 عزم ازاں قبله که دل کشید  
 بس که رے آں راه بعزت نشست  
 رفته و باز آمده در یک نماں  
 چشمِ یقینش چو بر حمت افتاد  
 هر سخن که ز کرم غیب یافت  
 با شرفِ رحمت و تشریفِ جود  
 آمد ازاں مقصدِ مقصود باز  
 گفتنی آں را که سزاوید گفت  
 آب که خود خورد ازاں زمره

لبِ تحیت ادب آموز کرد  
 گاه بد و نعبه ایا ک گفت  
 گفت سلامش علیه السلام  
 گوهرِ ناسفتنی و سفتنی  
 گشت مشرف بچوای که خواست  
 از خودی خویش فراموش کرد  
 فرق ندانست خود تا بدست  
 و هم ملایک نشد آنجای دل  
 پیشتر از خویش بمنزلِ یس  
 پیشتر از رفتن خود باز گشت  
 رفتن و باز آمدنش تو اماں  
 امت بیچاره ز رفتش زیاد  
 دامنِ پر جانبِ امت نیست  
 گوهرِ اقبال بحیبِ وجود  
 زادره آورد باهلِ نیاز  
 داشتنی هم بدل اندر نفیست  
 قطره چکانید بکامِ همه

تا ز کفش یافت زمین کمیہ  
 گل کہ بروید ز زمین مرنج و زرد  
 سکہ زر ریخت بر فے زمین  
 د کفش از سکہ ضرب کرم  
 سکہ چو از منہ درم ساز کرد  
 گر جہد و الا شش ز بہر کرم  
 ہیں کہ عیار در مش تا چہ شد  
 ہر طرفے کا خیر اور ونہ د  
 خاک درش بر سر شاہاں سزاست  
 چشم خزاں سر منہ نیار دازو  
 بس کہ بجا ک در او گاہ بار  
 سر منہ کہ ہر چشم براں در فتانہ  
 ز اہل بصر ہر کہ براں در شافت  
 از سیم اسپش کہ زمین کرد چاک  
 خواست کہ پیشش ز سپر بریں  
 سونے فلک رفت زمین دانش گرد  
 تیغ زناں گرم شود آفتاب

رست زرا از خاک بجائے گیا  
 تنکہ زرداں کہ کفش تخم کرد  
 گرچہ کہ روز د شدہ زرا زیں  
 کو فت گیا ست بروے درم  
 بخشش او مہر درم باز کرد  
 کردیکے را دو عیار درم  
 کز سہ یکے بودیکے راسہ شد  
 فتح دوید و در دولت کشاد  
 خاک براں سر کہ نہ انیش ہوتا  
 کیست کہ این چشم نہ دارد ازو  
 چشم نہاد نہ سراں صد نہرا  
 خاک ہمہ گم شد و آن سہ ماند  
 خاک طلب کرد لے سر منہ فیت  
 خاک پُر از منہ شد و مہ پُر ز خاک  
 ماہ فرو د آید و بوسہ زمین  
 ہم فلک ماہ زمین بوس کرد  
 تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

ہفت فلک خنصر اور ہشت	برج شرف چوں فلک از ہفت پشت
جاے شرف بر سرِ مہ ساخته	با شرفِ ماہ سرا فراختہ
ہر طرف از ہر دو طرف تاجہ	پشت پشت از دو طرف شہرِ
بر صفتِ تاجِ بگوہر بلند	در گہر از تاجِ اوران سر بلند
شاخِ بناخش نسبِ سروراں	میوہ دلمائے بلند افسراں
میوہ یکے آمد و بالمش چہار	میوہ کہ آمد چو ز بالمش بہار
فرجہ از فرجہ خود یافتہ	نورجہ از جہہ او تافتہ
اظہر من شمس جدِ دیگرش	شمس جب انگیر جدِ بافرش
خوئے خوش نشی باغِ بہشت	ناصر حق شاہِ فرشتہ شہرت
حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم	جدِ سوم شاہِ غیاثِ امم
کردہ دو عالم سجدش را بسود	ہر سہ سجدش کعبہ ارکانِ جود
کیست کہ ایں پایہ بدو درخیزست	پایہ شاہی کہ زمہ بر ترست
تاجِ دہ و تختِ تانِ شہاں	شاہِ جواں بختِ معز جہاں
کافرِ جدِ نہ کیانیش داد	وارثِ اکیلِ کیاں کیقباد
پایہ منبرِ فلکِ بردہ سر	یافتہ از خطبہ نامش اثر
خطبہ او بر شدہ تا آسماں	با ہمہ زان منبر چوں نردباں
بلک بنا مش دم از خاک سست	سکہ نامش چو دم شد درست



## در خطاب شه عالم چو بسک خد مش آیم و این گهر خفت نام ز زباں

لے سر چتر تو ز خست بلند	چتر تو از ماه بیک سر بلند
سو دہم چتر سیاہ تو سر	درمہ از اں کرد سیاہی اثر
گوہر آن چتر کہ بر شد بماه	قطرہ بار است در برابر سیاہ
کلیہ گردوں کہ عماری و شست	بر در قدر تو عماری کشست
رایت میمون کہ شدہ چرخ تاب	کوس زدہ با علم آفتاب
کوس تو کا فاق پر از نصبت او	جز سخن فستح نگوید بوست
لشکر تو از عدد ذرہ بیش	ہر یک از اں ذرہ ز غور شد پیش
افسر خورشید بشاہی تویی	نے غلظم ظل الہی تویی
بارگمت راست بہنگام بار	مہر سلاجی و فلک پردہ دار
صفہ کسری کہ تو اں طاق گفت	بارگمت رانتواں گفت جفت
قصر ترا برج کمان تیر کش	شمہ آں نہ فلک شیشہ و ش
مرکہ در انگیزش ہنگ ست چست	نقش گر صورت ایوان تست
بر در تو ہر کہ بہ بند دگر	غرق شود تا کہ اندر گھر
تینغ بر آور کہ بلند اختر ی	آئینہ بر گیر کہ اسکندری

نورِ جبینش چو بید از کیس  
 دشمن اور رہست ز رفتِ مکا  
 عزم چو پرکشتن دشمن کند  
 گاہِ وغایک تن چوں صد سپاہ  
 بست چو در قلعہ کشتائی کمر  
 سلکِ گہرا ز دُرِ بحری برش  
 رومِ گیسو بگرہ کارزار  
 ناوکِ پیکانش بنیامے و جنگ  
 گر بکمان دست برد چوں ہنر بر  
 درکشش تیر چو شد سخت کوش  
 رے چو خورشیدے اندر کمان  
 آمدہ تیرش ز خطا چندن  
 تیرے از شیرِ جبہ گاہ کار  
 گوے زمیں در خم چو گانِ است  
 ایندش از فتنہ نگہدار باد  
 در شدہ از شرمِ زیرِ زمیں  
 زیرِ زمیں چوں زیرِ آسمان  
 خونِ بداندیشش بگردن کند  
 ملک ستانندہ تر از مہِ ماہ  
 لعل و گہر ساخت عدو را جگر  
 عبرتِ بحرین بہائے دُرش  
 تیغے از رنگِ نیکر د زعار  
 ایں ز خطاد و رشداؤ ز رنگ  
 قوسِ قسح داں کہ برآمد زابر  
 زہ ز کمانِ خودش آمد بگوش  
 کوتاہی روزِ بداندیشش داں  
 لیک ز رفتہ بخطایہ چ کہ  
 شیرِ ز تیرش نخبہ در شکار  
 حالِ گدِ نختِ بمیدانِ است  
 باوے و بادِ دولتے یار باد

نافه خلقت که زد از مشک دم  
 لیک جزین فرق نشاید گزید  
 صحن زمیں پیش تو بایں وقار  
 دور فلک مست ز جام تو شد  
 زهره بخینا گریست کرد غم  
 خوں شده ز احسان تو کال درو  
 مبعی گفت رفته بدریائے آب  
 لاف توالت چو ز دریانشید  
 تو دهمه دریاز گفت خاک شد  
 باد مدام آن کف دریانشان  
 گشت گنجشش درِ نیش

## غزل

اے زندگانی بخش من لعلِ شکر گفتار تو  
 گشتد باشد بر زبان یا آبِ حیاں در دہاں  
 معذوری از زلفِ سیہ پوشی بر آن رُو چو  
 گیرم ترا زین چشمِ تر دشواری آید نظر  
 در آرزوئے مردم از حسرت دیدار تو  
 گفتار میگویم کہ آن نبود مگر گفتار تو  
 سیری ندارد ہیچکہ چوں دیدہ از دیدار تو  
 بیروں کم دیدہ ز سر آساں کم دشوار تو

پیش سریرت کشد اپنرخ پیش  
 از رخِ خود پیش تو خاتنِ چیں  
 کیست فریدوں کہ بند گمت  
 چشمِ سید کو کہ ناید براہ  
 نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت  
 تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام  
 جہتِ تو بار قمِ عدلِ مواد  
 عدلِ چو مئے تو بہر چار سوے  
 عدلِ تو بر بست بہ نیرئے خویش  
 تا در عدلِ تو جہاں بر کشاد  
 عدلِ تو تا ایمنی دہر خواست  
 کفر شد از بس کہ خسرانی پیڑ  
 ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست  
 فتنہ ز بختِ تو بچسپد بے  
 روشنی از رائے تو گیرد جہاں  
 خاتمِ جسم با ہمہ نقشِ کمال  
 خندہ نصیاک برادر نگِ خویش  
 صورتِ چیں کردہ برے زمیں  
 می نمد دیدہ بجا کہ بہت  
 تا نکند خاکِ بہت رسیا  
 نیست مرادِ اہِ ازیں سرِ شہت  
 تیغِ فروخت میانِ نیام  
 لوحِ خدائیت کہ محفوظ باد  
 جلدِ جہاں بستہ بیکتا رموسے  
 گردنِ دہِ گرگ بیک مئے میش  
 بید نمرزید ز طوفانِ باد  
 نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست  
 دیو نگر دد بحد دیو گیر  
 حربہ ز داندرد دلِ شیرانِ مست  
 بختِ تو در خواب نہ بند کے  
 چشمہِ خورشیدِ نمائندہاں  
 از توشہ انگشتِ ناپاچوں ہلال



نہیں پس بجاں ننگم در کوئے ایشان نگزم  
 گر ہیچ یک ہ جاں برم از غمزدہ خوشخوار تو  
 در کوئے تو بہر درے افتادہ بے نیم سرے  
 ایں نیست کار دیگرے ایں کا تست ایں کا تو  
 خواہی نمک نیش را خواہی بکن درویش را  
 بر چونکہ داری خویش را بر بستہ ام در تار تو  
 چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم  
 یار و بد یار آورم بائے ہماں دیوار تو  
 خواہی کہ بہر خندہ پیش انگنی افگندہ  
 اینک چو خستہ بندہ نو بردہ بازار تو

## صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ عظم ہست منشوروی از حرّسہا اللہ نشان

حضرتِ دہلی کفِ دین و داد  
 جنتِ عدن ست کہ آباد باد  
 ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات  
 حرّسہا اللہ عن الحسادیت  
 دورش از انکاہ کہ پُرکار شد  
 دائرہ چرخ ز پُرکار شد  
 تاکہ بنایافت نگنجد پیش  
 در ہمہ عالم ز بزرگی خویش  
 از نہ حصارش دو جہاں یک مقام  
 وز دو جہاں یک نفس دہ سلام  
 حصنِ برویش ز عالم بروں  
 عالم بیرونش بحصنِ اندروں  
 حصنِ درویش تو گوئی مگر  
 چنخِ زبیرست و حصارش زبیر  
 گفت حصار نو اورا سپہر  
 کائے فلک نو بکن دہر

سقفِ سما کز کنی شد نگین  
 در تیرِ او دشته نگین ستون  
 تا سرش از اوج بگردون نشست  
 گنبد بے سنگِ فلکِ سنگِ یافت  
 آنکہ ز زر بر سرش افسر شد ست  
 سنگِ وے از بس کہ بخورشید سو  
 سحرِ سنگین کستونِ سپر  
 گر نہ خرف شد فلکِ شیشه ساز  
 از چہ براں سنگ بود شیشہ بآ  
 دیدنِ او را کلمہ فلک نہ ماه  
 بلک نقادش گزدیدن کلّہ  
 ماہِ نخبہ ہمہ شب تا سحر  
 زانِ ظلمہ ہر بار کہ در ابر داد  
 شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش  
 برق ز جابت و دگر جافاد  
 بر ملکش سایہ طرف بر طرف  
 زد ز بلندی بختِ چرخِ نیش  
 آپے بر رفتنِ ہفت آسمان  
 کرد سرش کرد موزن چو گشت  
 تا فلکش پایہ شرف بر شرف  
 نمودنش آنجا کہ اقامت کشید  
 کرد زمین تا بفلاکِ نردبان  
 مسی جامع ز دروں چون نشست  
 قانتش از مسجدِ عیسی گزشت  
 قامتِ موزن نہ تواند رسید  
 حوضِ زیریں شدہ کوثرِ شربت

لے بیت المقدس ۱۲

لے موزن ظرف از اذنِ معنی کبترہ کہ موزن براں ایستادہ اذانی می گوید ۱۲

مردم کیجئے و صد قوی خانہ یک مردم و صد مردی  
 صفت مسجد جامع کہ چنان ست درو  
 شجرہ طیبہ ہر سوئے چو طوبی بحبال

مسجد اوجامع فیض آلہ	زمرہ خطبہ اوتا بساہ
بر سرینہ تخت گرفتہ شی	منبرش از خطبہ بیت اللہ
آمدہ دروے ز سپر کہود	فیض بیک خاندن قرآن فرود
غلغل تبیح بگنبد دروں	رفتہ زنہ گنبد والا بروں
گنبد او سلسلہ پیوند راز	سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ سار
خواندہ ام کعبہ دین خودش	پیش نشستہ حجر الاسودش
بندہ سنگش درو لعل و عقیق	زوہمہ آزادی بیت العتیق
ہر کہ سعادت بودش رہنمائی	بر در او سرند از گاہ پائے
در تہ سقفش زمیں تا زمیں	نصب شدہ جملہ ستوں بے دی
قامت خود کردہ موذن دراز	دادہ اقامت بہ ستون نماز

صفت شکل منارہ کہ ز رفعت سنگش  
 اپنے خنجر خورشید شدہ سنگ نشاں

شکل منارہ چو ستونے ز سنگ اپنے سقف فلک شیشہ رنگ



مرغ بہرِ رودِے اندرِ سرود  
 شیشہ گری کرد بر آبش حباب  
 باد کہ برے خطِ زیبا نوشت  
 عمقِ دروکار بجائے کشد  
 رفتِ زمیں را چو حجابِ از میاں  
 نیم فلک ہست بزریرِ زمیں  
 بسکہ زمیں رفت بہمہ ایش  
 حوضِ نگویم کہ جہانے ز نور  
 گردِے از اہل تماشا گروہ  
 ناد رہ شہرے کہ بجدش دروں  
 شہر نہ بل بجرِ عجائبِ منا  
 زان بد دل کوہ گرفتہ قرار  
 تابد و فرسنگ بہ پیرِ منش  
 تا فلک از جون بدوداد آب  
 ہر کہ دریں ملک دیو آب خورد  
 بسکہ خنک دید خراساں سپہر  
 رقص کنان ماہی از آوازِ رود  
 شیشہ خالی وہماں پر گلاب  
 نسخہ ماہیتِ دریا نوشت  
 کز تہ او گشتہ زمیں ناپدید  
 گشت پدید از تہ آبِ آسماں  
 چوں تہش نیست زمیں آن سہیں  
 گا و زمیں شد خورشِ ماہیش  
 نور کزودیدہ بد باد دور  
 دامنِ خمیہ شدہ دامانِ کوہ  
 ناد رہ زیناں بد از حدِ بروں  
 بجر دے گشت بکوہ آشنا  
 تا کند اقلیمِ عدو سنگار  
 روضہ بلغ و چمنِ گلشنش  
 دجلہ رواں برد بنداد آب  
 گشت دل از آبِ خراسانِ ہر د  
 گشت ہمہ سال برو سر دہر

## صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی ریختہ دستِ ملکِ زابِ خضرِ صوتِ جاں

در کمرِ سنگِ میانِ دو کوہ	آبِ گمرِ صفت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکنہ صفت	در سدِ کوہِ آئینہ ز آبِ حیات
تا خضرِ آبِ خوشِ او نوش کرد	آبِ خوشِ حتمہ فراموش کرد
شہرِ گرازِ بے نبود آبِ کش	کسِ نخورد در ہمہ شہرِ آبِ کش
آبِ کہ علتِ زبرائے تریست	تری آں آبِ ز علتِ بریست
در نخورد آبِ بے اندر ز میں	کے بر میں در خورد آبِ بے پس
در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد	کو رتواند بہ دلِ شبِ شمر
موجِ بلندش کہ رسد تا بامہ	باز دہد آبِ بابرِ سیاہ
یلِ بے آہنگِ بکھار کرد	کوہِ بتر دامنِ اقرار کرد
چوں مدو جزرش ز نشیب و فراز	ز آبِ ز کوہِ آمدہ و رفت باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب	گشت از اں ساغرِ صافیِ حباب
رود بے زوشدہ تا آبِ چون	چوں نیلے آبِ از وجہِ عون

۱۰ یعنی آبِ آں حوض در زمیںِ نیمہ دوزیر کہ زمیںِ لایقِ ایں آبِ محترم نیست ۱۲  
 ۱۱ یعنی ریگِ آبِ او چنان مصفاست کہ کور ہم در میانہ شبِ ذرا بے اورا میتواند شمر ۱۲  
 ۱۳ چون دریا بے حن ۱۲

پنج ہزار از ملک نامدار  
 کو کبہ زینگو نہ کو اکب عدد  
 بر سر شاں شاہ جو ان بخت زد  
 کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش  
 ضبط چہاں کرد جہاں راز داد  
 گنج بر انگو نہ بصحر انگند  
 مرتبہ عدل چہاں میش گشت  
 بکہ جانے بزر اند و دہشد  
 گرم شد آوازہ بگرد جہاں  
 لرزہ در افتاد بر ایاں ہند  
 رفت خبر بر شہ مشرق پنا  
 کافر اورا پسر انبا ز گشت  
 گر چہ پنجو در راہ نہ ادا یں غبار  
 چتر بر کرد و علم بر کشید  
 لشکر مشرق ز غرض تا بہ بنگ  
 ترک خدنگ افکن و سندان گز <sup>۱۲</sup>  
 تاجک گردن کش و لشکر شکن

لشکر شاں بیشتر از صد ہزار  
 کا بجن چسبج بردزاں مدد  
 تاجور و پاک گمر کیقباد  
 بر سر خود تاج جد خویش خوش  
 کزنکے و جمشید نکردند یاد  
 کز کرم آوازہ بدریا فگند  
 کاتش و خاشاک بہم خویش گشت  
 لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد  
 جز یہ بدر گاہ رسید انشاں  
 از حد لکھنوی تا آب سند  
 ناصر دین ارث ایں تخت گاہ  
 و اں شرف از وی بہ پسر باز گشت  
 عاقبتش بود تغیر بکار  
 ساختہ کیں شد و لشکر کشید  
 چہرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ  
 ہر ہمہ شیر افکن و اثر در شکار  
 بیشتری نیزہ و رو تیغ زن

از خلیکھائے خراساں چہ شرم  
 گرم از انا گشت جہاں اہواش  
 خاک ز گھما شدہ پر ز رویم  
 کوزہ ہر خاک پر آبے دگر  
 نسخہ گرفتہ ز سوا دیہشت  
 ز انچہ نخوردہ بخراساں کے  
 خوش دل و خوش خوی چو اہل بہشت  
 رفتہ چو جان در تن مردم دروں  
 و آمدہ در موعے شگافی بسر  
 ہست در ایشاں و زیادت ہستم  
 و آنچہ بگنج بد بزبان قلم  
 و اہل سخن خود کہ شمار د کہ چند  
 ریزہ چیں کتر شاں خسروست  
 نعمتہ مرغانِ بریشم نواز  
 از رگِ ناہید بت بند رود  
 ہر کہ در آید بظہر بے نظیر  
 گاہ و غا غازی کا فر شکن

گرچہ دریں ملک ہو بہت گرم  
 مہرِ فلک گرم شد اندر و فاش  
 گل ہمہ سالہ بچمن خوش نیم  
 تری صد گونہ بصد برگِ تر  
 خطِ تر بنبرہ بصرہ او کشت  
 میوہ ز ہند و ز خراساں بے  
 مردم او جہند فرشتہ سرشت  
 ہر ہمہ نزدیک دل و گرم خوں  
 ہر سہو بر تن ایشاں بہر  
 ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست  
 و ز قلم ہم ہر چہ بر آرد علم  
 بیشتر از علم و ادب بہرہ مند  
 ہر طریفے سحر زبانے نوست  
 چوں ز سخن بگزی آہنگ و سنا  
 زخمہ زناتے کہ بگاہ سرد  
 و از ہنر نیزہ و پیکان و تیر  
 لشکر مانی ہمہ لشکر شکن

خوں خوردنِ شاں با شکارت  
گر چه پنهان خوردند بادہ  
فرہاں نبرند از آنکہ ہستند  
از غایتِ نازِ خود مرادہ  
نزدیکِ دل آچنانکہ جاں  
برداشتہ گوشہ نہادہ  
جائے کہ برہ کنند گل گشت  
در کوچہ دمد گل پیادہ  
آسبِ صبار سید بردوش  
دستار چہ بر زمیں قتادہ  
شاں در رہ و عاشقانِ بنال  
خوناب زید ہاکشادہ  
ایشاں ہمہ بادِ حُسن در سر  
و اینہا ہمہ دل بباد دادہ  
خورشید پرست شد مسلمان  
زیں ہند و کان شوخ و سادہ  
کردند مرا خراب و سرمست  
ایں مغ بجگاں تاک زادہ  
بر بستہ شاں بوئے مرغول  
خسرو چو گلیست در قتلادہ

## صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہر شہِ شرق

## و آمدنِ تیغِ کشیدہ ز پے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بجاں بہت بُر  
تیر تہ اقلیمِ برہا سپرد  
گشت چو کینا نہ کسانِ سپہر  
داد سپہر آتشِ تیسریش زہر  
قوسِ ہی گشت نمی ایستاد  
زاں فلکش آتشِ خورشیدِ داد

۱۰ مرادہ سرکش ۱۲ تاک لے قومِ نانک ۱۳ تیر مرد و تیراہ باغب پارسیان ۱۴ تا ماندن آفتاب

در برجِ سرطان و خریف را نیز گویند ۱۵

راوتِ ٹروپین زن و خارا شگ  
 خشتِ زنانه کہ گہ آزمون  
 پاک بازی گروموزوں حرام  
 پیلِ گراں سنگ بُک ایتاد  
 بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد  
 ساختہ جنگ سپاہے جنس  
 تند چو باد آمد ازاں خار خار  
 راند ازاں جا بعض باد پائے  
 در عوض آمد کمر کینہ چست  
 شہرِ عوض را ہم ازان دستبرد  
 زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ  
 نوش ہی کر دے از جامِ مہر  
 دورِ خوشی باد مدام از پیش  
 از طرفِ چنگ ہنگامِ نوش

## غزل

لے دہلی ولے بتاں سادہ      پگ پتہ ورثہ کج ہنادہ

بہ ہوا بر دل آب از عمل	عقدہ مشکل کہ نمی گشت حل
سکڑے کردہ بضر کیاں	نقد فروں درم ماہیاں
باد کہ بر آب ہی زد قلم	آب چو شد تخته بماند از قلم
گر بے دیوانہ جنوں در گرفت	باد از آب ارچہ رقم برگرفت
وانہ بہمدے کہ نرسد از گیا	آب شد از گردش دور آسما
گشتہ غدیر از تہ بط نقرہ سائے	زویط ز پائے شدہ نقرہ پائے
حوض کہ دورش تیسل نشت	دورے از نقش تسلسل نخت
چونکہ شمس سلسلہ در پانگند	کرد ہوا سلسلہ راتختہ بند
آب رواں شد گرہ ناکشاد	روے زیں آخر سنگیش داد

صفت آتش و آں گرم رویا شنیدی

کہ شب و روز بوقشع دل و میوہ جاں

آتش از اینجا کہ بدل جائے کرد	دود بر آمد ز نفسہائے سرد
گرچہ زبردست غنا نشت	گشت بسراہمہ رازیر دست
بسکہ جہاں سوزی دگر می نمود	چوب چہاں خورد کہ بر خاکش دود
دود کرد سوختہ در لطف تاب	بر شدہ برابر با میہ آب

۱۱ شمع بقیہ حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج راتختہ بند کرد و دود ۱۲  
۱۳ دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۴

گشت ہمہ خانہ قوس آتش	بسکہ زورشید شد آتش نشین
داد شب رشتہ بغایت دراز	زال جہاں چرخ زدن کرد ساز
نامہ تقصیرِ درازیش ہیچ	رشتہ ز تطویل ہمہ خورد ہیچ
گرچہ کہ برشب مہ کامل گزشت	بندہ بے دید کہ شب کم نگشت
خواندہمی از پے خود و لضعی	گم شدہ روز از شب بے منتہا
کبش بگہ چاشت زوال آمدہ	روز چہاں تنگ مجال آمدہ
کرد حکم روز نادش لقب	خنجر خوریک نقطہ از خطِ شب
گرچہ نہ برف بہند و ستا	بتن بچ بود ہر بوتاس
نقرہ خالص شدہ سیما آب	از عملِ عالم پر افتلاب
جئے ہی داد دیوانہ سنگ	داشت چمن باغے دیوانہ جنگ
بلک ز آہن شدہ زنجیرِ آب	آب ز آہن شدہ زنجیرِ تاب
سلسلہ گم شد و دیوانہ جہت	برکہ کہ در سلسلہ کاری نشست
گشت گراں سنگ زنگی کہ یافت	چتر بے نگلی خود می شافت
سنگ شد و شیشہ خود در شکست	آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست
داد کلیدش بکفِ آفتاب	بتہ جہاں بندِ مسلسل بر آب
مہرہ بلور شدہ در ہوا	قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا



زنده نشد تا که نداد او زباں	شمع اگر گشته شد او داد جاں
گشته بهر خانه از ور و شناس	نور چراغی که شب داشت پاسبان
کوزد خاں یافت کلاه سپاه	سود کلاه سپیش سر باده
زنده کنان آتش مرده بدم	هر که دم زوشده عیسی قدم
شقه بهر پشت شده پشتبان	شعله کشاں از سر آتش زباں
خود بمیاں مانده چنیں دیکس	خلق ز پیش آتش و پنبه ز پس
روئے خود از آتش خورشید تافت	هر که ز پوشش مدد پشت یافت
خاصه که پوشش ایام خز	پوشش شاعسانه خرو آب ز
گردن مراد و آل قصب	سیمبران بسته بگاه سلب
تا بگلو یار مراد زماں	آب تنک شد ز تری بهر ماں
چون گل نسری لب آب گیر	لرزه کنان بر تن خواب حریر
شعر سیه در تیره جعد سیاه	پیر مین از پشت بتان چو ماه
با فته و شعر لقب یافته	تا رب سب ریگی مو تافته
لت که کند بر تن خود خستیا	تن ز کتاں در لت و بالرزه بار
سیم بران صورت دیبا شده	شقه دیبا بر زیبا شده
آتش از دود و برون آمده	اطلس رنگین که ز خون آمده

در ہمہ تدبیر شدہ پختہ کار      خلق و جہاں گشت از و پختہ خوار  
 پُختہ بے گشتہ از و دیگر مرد      دیگر بے پُختہ لے خود خورد  
 گاہ بہر خانہ وطن ساختہ      گاہ بے خانہ بر انداختہ  
 بسکہ زباں آوری آموختہ      جملہ جہاں را بزبان سوختہ  
 تیغ زباں را چو گرفتہ بدست      روئے از و تافتہ ہر کس کہ ہست  
 ذرّہ اوسوئے ہوا در شتاب      ذرّہ کہ گرد ویدمے آفتاب  
 تیز چو شد خنجر آں گرم خوئے      پشت ندیش کس از پیچ روئے  
 گاہ گل شمع شدہ در ضیا      گاہ شدہ فاکھۃ فی الشتاء  
 ہند و از و سوزش تن دید سود      پیشترش گرچہ پرستش نمود  
 ہر کہ شد از دون خد قبلہ ساد      سوختہ گرد و ہم از ان قبلہ باد  
 آب کہ ز و جوش بسیار دید      کشتن او مصلحت کار دید  
 کڑہ ناری نسب و نامہ ار      گام نر و تانہ شش بادیار  
 کڑہ کہ چون باد روانہ شدہ      گاہ شدن حنائہ بخانہ شدہ  
 کڑہ کہ ہمہ بار طبق پختہ کرد      سوختہ شد دم بدم و چوب خورد  
 لیک اگر بست برون ناگہاں      گرم چو خورشید گرفتہ جہاں  
 بس کہ در ویافت لطافت اثر      نامہ کیفیت او در نظر

ہر کہ بشب کرد گئے فراز  
 وانکہ ز اندازہ برون برد پا  
 ایں شدہ پشیمیں ز گلم درشت  
 گشتہ ہم پنبہ و پشم آشتا  
 دک کہ دندان برہنہ تنان  
 گرم شدہ ازہ و جامہ مرد  
 بو کہ ز سر ماش رہا نہ خدای  
 زانوسے مردم بشکم در شدہ  
 دست بکش مردم مغلں ز باد  
 بہ کہ طلب کرد ز خورشید تاب  
 تافت جہاں رشتہ صبح از سپہر  
 مہر نما چرخ بہر مہر بجے  
 بس کہ شدہ پریش خورشید گرم  
 شبہ پچینیں وقت براہنگ سے  
 بادہ ہی خور دہنی خور د غم  
 کردہ با نذا زہ آں پادراز  
 سردی ایام نمودش سوزا  
 شقہ شدہ او ز پے پنبہ پشت  
 گرچہ بود پشم ز پنبہ جدا  
 چون شغب چوبک چوبک زناں  
 مردم بے جامہ بجائست مرد  
 لرزہ گرفته ہمہ را دست و پا  
 آئینہ و شائہ برابر شدہ  
 کش خکے دست کشیدن نہ د  
 گرم روی کرد برو آفتاب  
 دوخت بے جبہ میکس زہر  
 ہم ز پس پشت ہم از پیش روی  
 پشت بدوداد ہمہ کس ز شرم  
 رخش طرب کردہ رواں پے پے  
 عیش ہی کرد دہنی کرد کم

۱۰۰ از بیارے پنبہ پشت ایشاں پنبہ شد گویا کہ پشت ایشاں عین پنبہ شدہ بود ۱۰۱ یعنی ہلاک شدہ ۱۰۲

۱۰۳ مغلں دستا در بغل خود کردہ بود زیرا کہ سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نہ داد ۱۰۴

۱۰۵ قال البیہقی علیہ وسلم الشمس جبہ المساکین ۱۰۶

قرطہ شدہ برتنِ چوکِ سیمِ نہا  
 در کُلّہ شدہ تَنُہِ زمِقیم  
 قائمِ انگشتِ نہا پشتِ دست  
 رقتِ بقا قائم بتِ سنجابِ سکا  
 شانہ براں موچو زباں آوراں  
 شانہ زدہ مویشِ نابافتہ  
 زانبوہیِ موگرہِ مو تنخواست  
 از ہمہ پیوندِ درونیِ سمور  
 سوزنِ موسینہ شدہ حُلّہ توڑ  
 دست کشیدہ ہمہ در آستین  
 موئے بوِ مفلسِ موئینہ دوست  
 قائم و سنجابِ منعمِ رساں  
 بُردِ خطی و قلمِ دم بدم  
 بس کہ خطِ در بہرِ خطِ فرود  
 از خطِ او بیچِ کثریِ بر تنخواست  
 واں قلمِ زان خطِ نوبافتہ  
 زیرِ گیمے شدہ ہر کسِ مقیم

غرقہ خوں گشتہ از و آفتاب  
 خاصۂ مو بر تنِ قند ز بیم  
 بردہنِ مے زد و برہم شکست  
 موئے ز قائمِ تخلیہ ششِ بیجا  
 رفت و بلغزید ز بانہشِ دراں  
 شانہ ز پشتِ ملکاں یافتہ  
 کز گرہِ موئے ز پہلو تنخواست  
 از دمِ سنجابِ نمی گشت دور  
 موئے تنگانی شدہ موئینہ دوز  
 کردہ مہِ مے ہمہ را پویش  
 گرگِ تنگالے شدہ در زیرِ پوٹ  
 بُردِ گیمے بہرِ مفلساں  
 کردہ ہبسمِ دعویِ خط و قلم  
 پیشِ بیارِ بکاغذِ ننو  
 کشِ نئے جوالہِ بقلمِ کردِ دست  
 داغِ خطا بر سرِ خسریافتہ  
 آمدہ مرداں ہمہ زیرِ گیم

چند ہزارش ز سوارانِ کار  
 ہر ہمہ یکدل شدہ کزدستِ برد  
 نیزہ ورنے بناں در مصاف  
 پاک بازندہ برون از قیاس  
 بر سر خود تیغ ببازی کشاں  
 طلسمِ خون دادہ ز شمشیر کین  
 بیلک ترکانِ شکاری شکو  
 کشتن گاومیش بدشتِ فراخ  
 پیش کماں شاں شکم گاومیش  
 بحرِ رواں تیز ز غایتِ برون  
 قصر روانے چو سپہ راجندہ  
 تن ز نمنگیشِ فزوں آمدہ  
 لاہرہ زیں بارگہ سرفراز  
 بتوہ یکے خانہ عمارتِ برآب  
 لوریکے ماہی دُم در ہوا  
 چند صف آراستہ پیلانِ مست  
 تیغ زن و کینہ کش و نامدار  
 جاں سپارند بگاہ سپرد  
 در شبِ تار از سر کین موٹسگاف  
 پردل و خالی دل شاں از ہر اس  
 یافتہ بازی اجل از تیغ شاں  
 جاگی ز روقبایانِ چین  
 دم بدم آلایش خونِ جگر  
 در کفِ شاں داد کاہناکے شاخ  
 زخم بے خوردہ ہم از شاخِ خویش  
 آمد و نامد بنہایتِ دروں  
 از قدمِ شاہ شدہ سر بلند  
 وز دہن مار برون آمدہ  
 چار طرف کردہ در خویش باز  
 ناشدہ از آب عمارتِ خراب  
 ماہی چوبین و آب آشنا  
 رونے زمیں در تہ پاکر دہشت

۱۲ بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲

۱۳ شاخ خویش کماں کہ از شاخ گاومیش ساختہ بودند ۱۳

می زلبِ شاہ رسیده بکام	ریختہ ساقی مے رنگیں بکام
صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر	درخزو دیبا ہمہ دیوارِ قصر
منطقہ بندانِ بگہر تاکہ	تا جوارِ غرقہ دُر تابہ
خرگِ خورشید شدہ پُر زماہ	محرمِ خلوت شدہ خا صانِ شاہ
دورِ نشاط آمدہ پیمانہ را	عیشِ مدام آمدہ فزائے را
دوست شدہ سرخوشِ دشمنِ خراب	ہر ہمہ را سرخوشی از شراب
فتنہ زہر شہر دہے کردہ روک	امن پیدا آمدہ در چار سوے
مملکت از ظلم اماں یافتہ	چرخِ زبید اعداں تافتہ
ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ	ضبط شدہ روئے زمین زیر تیغ
قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار	خنجر شدہ قطرہ آبِ شمار
قاعدہ دولتِ شاہنشاہست	تا کہ از انجا کہ بجائے نہست
تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق	گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق
تیغ بر آورد بکین کرد رائے	ناصر دنیا شدہ کشور کشائے
تا سپہش گرد بر آرد ز سند	رانند ز لکھنوتی و دریائے ہند
کاب فر و میلِ سببِ لال نمود	ہیں کہ سپہش چہ تمنا نمود
آبِ سببِ لال نمود از فرود	قوتِ سیلے بنود تا برود
کرد حک از خنجر تیز آں سواد	سوئے سوادِ اودم آمد چو باد

کرد اشارت که دلیرانِ رزم  
 گفت بجازن که ندارد نگاہ  
 خج و قرات بهم ضمیم کنند  
 خازنِ شه کرد و در گنج باز  
 گشت چو لشکر ز زر آراسته  
 بیدرمی شد ز کفِ مردِ سلب  
 نامه فرستاد بہر کشور  
 جمع شدند از امرائے دیار  
 تیغ زنان بمہ اقلیم ہند  
 عرضہ طلب کرد شہِ سرفراز  
 در قلم آمد زیل و پہلواں  
 مردم و یک ہپ بکائے بنود  
 لشکرِ ایں مہر ستارہ سوار  
 چاکر او گشتہ سکت در بر زم  
 بندہ زیادش بمہ حالِ شاہ  
 ساختہ دارند ہمہ سازِ غم  
 نیم قراری ز قرات خواہ  
 کارِ چشم زین دو فراہم کنند  
 گشت حشم ہمہ برم دل نواز  
 یافت بے خواستہ ناخوہ  
 گشت درم از سر و پام و قلب  
 خواند ز ہر شہر و ولایت سر  
 از شہ و خان و ملک شہریار  
 نیزہ گزارانِ نواحی سند  
 خامہ سرِ محبوب را کردہ باز  
 یک لکہ آراستہ برگستاں  
 پاکباز افغان بشمائے بنود  
 باد چو ذراتِ ہوا بے شمار  
 ساقی او خضر بہنگامِ رزم  
 دیں غزل از حالِ منش دادیاد

## غزل

شد ہوا سر دکنوں آتش و خرگاہ کجاست  
 بادہ روشن و رخسارہ دلخواہ کجاست

ہر ایک ازاں پلِ حصارِ زبلج  
 حلقہ چو بر کوہ برند از سیتز  
 خشکی و تری ہمہ لشکر و اواں  
 در بر و بحر از سپہ خشتناک  
 قلبے از یں گو نہ بر آراستہ  
 آمدہ اقصائے اودہ در گرفت  
 نیست شب و روز بخرائش سخن  
 گردِ پرم رفت جہانیاں منم  
 تا سر من در غورِ افسر بود  
 ہر کہ زد عوی من آید بقیل  
 مردمک دیدہ من کی قباد  
 گو ہر ش از نسبت من و شنست  
 گرچہ جہانگیر شد و تاجدار  
 تختِ پدر کرنپے پائے منست  
 جلے خود از بخت بود رہنما  
 مہر غیاثے کہ بیس سکہ گشت  
 حاصل ایں حادثہ کا مد پدہ  
 بستہ ز آفاق بدنہاں خسلج  
 کوہ قیامت کند اندر گر نیز  
 از شہ و خان و ملک و خرواں  
 غلغلہ در بحر و تزلزل بجاک  
 تیغ شدہ خون زمیانِ خاستہ  
 و از ہمہ تسلیم سر اسر گرفت  
 کایں منم اسکندر دار شکن  
 وارثِ اکیسل سلیمان منم  
 سر کہ نہ تاج کرا سر بود  
 سر کشمش چون دبہ در پائے پل  
 کافر جہد فر بزرگیش داد  
 کاں گہ از مہر پشت منست  
 نیست جہان دیدہ ترا ز من بکا  
 ہر ہمہ دانند کہ جائے منست  
 تانہ ستانم نہ نشیم ز پائے  
 از خط نامم نتواند گزشت  
 شاہِ جہاں یافت پیائے خبر



زان صف ابختم کہ مُہیا شدہ  
 نورِ علما کہ بگیاں گرفت  
 خواست کہ افتد بزمِ چرخ پیر  
 پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید  
 از شغبِ کوس دے کا نہ رست  
 دمدمہ کا سہ با و از خوش  
 نیزہ کہ بر چرخِ سرافراختہ  
 بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار  
 ہیکلِ فیلاں بزمِ خمِ قلند  
 زان ہمہ دندان کہ بلائج بود  
 از حشم و پیل دراپ پیل مال  
 جنبشِ اسپ از سمِ خارِ اشکاف  
 از روشِ اسپ بگامِ فسراخ  
 و از اثرِ نفلِ صبحہ تمام  
 ہر یک از ان کویہ تان چوپیل  
 گرد سواران کہ بخورشید جست  
 مہ بشر ف گاہِ ثریا شدہ  
 آتے گوئی بہ نیتاں گرفت  
 لیک شدش چوبِ علم و تیکہ  
 در رخِ مہ کرد محاسنِ مدید  
 گاؤ زمیں راضل آورد پست  
 کوس زدہ با فلک کا سہ وش  
 تیر فلک خانہ نے ساخته  
 ماند چو سائے زدگانِ بقیار  
 زلزلہ در عرصہ عالم فگند  
 رے زمیں رقعہ شطرنج بود  
 خضرِ جبہ ثابت و سیرِ جبال  
 لرزہ در افگند زمیں را بناف  
 گاؤ زمیں راشدہ سر شاخ شاخ  
 خاک پر از نون شدہ و عینِ لام  
 رقص ہی کرد ببا نگِ صیل  
 قطرہ بر چشمہ خورشید بست

۱۰ سائے جن و پیری وغیرہ ۱۲ ۱۱ یعنی از نفلِ اسپاں بزمیں نشانائے نون و عین و لام بود نہ صفت این  
 کہ در نفل ہیں سہ حرف ست ۱۲ ۱۱ صیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دل دے گریہ خونیں تنِ من  
وے ہی رفت دُزبس دیدہ کہ غلطیہ بجاک  
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری  
ماہِ من کو رشدا یں دیدہ زبیدار شب  
گفتی از طرہ کوتہ شبِ تو روز کنسم  
من برا غم ز زرخندانست کہ در چہ افتم  
پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی  
عزم حج دار دھستہ روز پے توبہ عشق  
خرگہ گرم دے ماہِ بخسہ گاہ کجاست  
گفت یارب کہ کجا پے نغم راہ کجاست  
جانِ من عزم سفر کردہ بگو ماہ کجاست  
آخر از زلفِ پیرسی کہ سحر گاہ کجاست  
اے بریدہ سر آں طرہ کوتاہ کجاست  
یکز ماں ترک زرخ گیر دگو چاہ کجاست  
دل کرا ماند کنوں طاقت آں آہ کجاست  
توشہ اینک غم دل بار گہ شاہ کجاست

## حبش شاہ زدہ لی ز پے کین پد گشتن آغا ز غبار روشن مہر نہاں

روز دوشنبہ گہ چاشت گاہ  
رایتِ منصور ببالا کشید  
شاہ شد از خانہ دولت سوار  
کو کبہ چوں فلک آراستہ  
در مہ ذی الحجہ بیایان ماہ  
ماہِ علم سر بژیا کشید  
خانہ دولت شد از و بختیار  
ماہِ علم تا بفلک خاستہ  
انجمنے ساختہ برگرد ماہ  
صف شکنان صف زدہ دپیش شاہ

زیر علم آں شہِ خورشید تاب  
 لشکرِ انوہ ہم بستہ صف  
 کو کبہ زیں منطِ انجسٹ شمار  
 نصب شد اعلامِ مبارکِ اصول  
 دامنِ دبلیز بر شیم طاب  
 میخ که شد دُور تر از دمنش  
 بار گہ شاہ در آں بوتان  
 چارستوں بود بر سیم شہاں  
 غمِ معزیش بنایش هفتاد  
 بار گئی را دوستوں رسم بود  
 چارستوں بار گہ عرشِ سائے  
 شیر سیه شد ز سر بار گاہ  
 از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر  
 کو شککِ لعلِ وسیہ شد بلند  
 لعلِ چو آتشِ سیش همچو دود  
 ہر دود و دُرجِ مہ و خورشید تاب  
 بود یکے سایہ و صد آفتاب  
 غرقِ عرقِ گشتہ سواراں ز  
 رفت بروں با عِلمِ شہر یار  
 کرد سراپردہ بسیری نزل  
 بر شدہ زان رشتہ با سحاب  
 رفت فردِ دِ زیں از سر زنش  
 رے ظفر داشت ہندوستان  
 در حِسمِ دہلیز جہاں جہاں  
 خانہ ز تبریع بہ تدیس داد  
 شاہِ یگانہ دود گرد و سنود  
 عرشِ دوم گشتہ بدان چاہ  
 خانہ خورشید گزر گاہ ماہ  
 لرزہ ہی کرد ز جہاں د شیر  
 ہر یک از اں سایہ بگردون فگند  
 سوختہ زیں ہر دو سچہ کبود  
 گرچہ بیک برج بود آفتاب

بلک ازاں گرد سرافراشته  
 نے خود ازاں گرد کہ بر شد بہر  
 شاہ براں سوئے چو کشتی براند  
 شاہ فلک رفعت و خورشید تاب  
 گردیش کاں ببصر شد دلیل  
 گرد وے از خاصگیان مراں  
 موئے شکافاں بکھاں بتہ زہ  
 ترکش پُر تیر کسبتہ تنگ  
 پیش رکاب از روش تیغ تیز  
 گردن از ہیبت تیغ یلاں  
 تیغ برہنہ کہ ہو شید دشت  
 تیغ نہ بلک آتش پولاد خیز  
 تیز زباں ہندی سردریاں  
 گرد بگردشہ والا گہر  
 در صف تیغ آں تن آراستہ  
 پیش سپہ روشنی دور باش  
 چشمتہ خورشید شد انپاشتہ  
 گشت جسزیرہ محیطِ سپر  
 کشتی ماہ آمدہ بر خشک ماند  
 زیرِ علم چوں بشفق آفتاب  
 سُرْمہ ہر چشم شدہ چند میل  
 موج چو دریا زدہ از ہر کراں  
 زہ زدہ ابروئے کھاں راگرہ  
 شیر نیتاں شدہ از بہر جنگ  
 سوئے عدم کردہ سلامت گزینہ  
 نے بزمیں بود و نہ بر آسماں  
 پرہنہ راہیں کہ چہ پوشندہ گشت  
 بردل سنگین عدو گشتہ تیز  
 طرفہ بود تیزی ہندی زباں  
 حصن پلارک شدہ ستر تابہر  
 چوں گلے از سوسن تر خاستہ  
 داد جگر گاہِ عدو و اخراش

تختِ شہی کردِ سیماں پدید  
فرق نہ اند سہراں بر زمیں  
خلقِ دو سو صفتِ ادب ساز کرد  
یافتہ چو گمانِ زرا از دستِ شاہ  
حاجبِ خلقے چو در اں فحجاب  
رخس طلب کرد شہ تاجور  
خانہ زین منہرِ خورشید شد  
عزمِ بروں کردِ شکارِ افگناں  
روے زین گشت پر از یوز و بنا  
اشکرہ را گشت ہیں دستگاہ  
چوں ہنر از عیبِ فراوان شود  
ولے بر آں آدمی بے خبر  
باز ز دستِ ملکاں می پرید  
خفت چو خرگوشِ بچاپِ آ  
سار و کلنگے کہ نوامی گرفت  
مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم برد  
خلقِ چو موراں زد و سو صفت کشید  
خاک شد از فرقِ سہراں ناچین  
بار یک آمد شدن آغاز کرد  
حالِ کساں گفت در اں حال گما  
گشت مشرف بشکوہ جواب  
رفت ز یک تخت بہ تختِ دیگر  
سرو ہمایگی بید شد  
بردلِ خورشیدِ غبارِ افگناں  
ہر ہمہ آبوش و پنجر ساز  
از ہنر خویش بردست شاہ  
مرغ ز بردستِ سیماں شود  
کو کم از اں مرغ بود در ہنر  
چوں نہ پردہ ہر کہ چناں عاے پد  
جست ز خواب از خلہ چنگِ با  
چرخِ خود آں را بہوامی گرفت  
صیدِ زین پیشِ سیہ گوش مرد

خرگہ زریں کہ در آمد مش  
 بود چو داخل بنز رگی علم  
 ہر کہ دروں زد قدم دلش  
 میمنہ بر پستہ زد یکسرہ  
 پیل گراں سنگ بہا پور بود  
 پیش بہا پور بت در سہ میل  
 پاکہ خاص بسیری رسید  
 خیمہ زہر سوئے بیک پایے سخت  
 دائرہ خیمہ چو پر کار گشت  
 خیمہ پرانگل چو گستاں نمود  
 دائرہ خیمہ بسیری قطار  
 بس کہ در اں گلشن مینو نشاں  
 ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت  
 یک شبے آں جانخوشی گام را  
 روز دیگر صبح چو صحا ک شد  
 داو حمشید نسب کیفیت باد  
 سر و جانش کہ شد میوہ دآ

پخبر مرشد کمر خرگمش  
 گشتہ پیادہ ز شکوہش حشم  
 راند بہ نیزہ علم داخلش  
 بود میان اند پستہ میسرہ  
 قلب چو دریا شن را آمد بجود  
 سنگ گراں سرمہ شد از پا پیل  
 سبزہ تر بر سر بسیری رسید  
 چار و تد گشت بیک قطب رست  
 نقطہ خاکی بیانش نشست  
 وز گل او دشت چو بستاں نمود  
 ابر منہ دآمدہ در مرغزار  
 شاہ شد از ابر کرم و رنشاں  
 قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت  
 خورد مئے روشن و گوہر فشاں  
 مار سیدہ رشک خاک شد  
 تلخ کیاں بر سر والا نہاد  
 شاخ کرم گشت و درآمد بہار

بادِ بارش و جہاں لپٹا و  
 از شرفِ پایہ او نردیاں  
 کالبدِ پسِخِ بخشش یکے ست  
 آئینہ گشتہ ز گنجِ صافِ خشت  
 ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں  
 ہر چہ کہ نقاشِ بکیو کشید  
 نیست درِ وجاہتِ نقشِ اصفا  
 نقشِ بلندش ہو ا خامہ اند  
 دیدہ بد مردم از اں جانے خوش  
 قطرہ بر آں بامِ نیفتاد تیز  
 شکلِ تنوششِ مقامِ ستاد  
 گشت چو جبارِ دُب و خاک و ب  
 طرفہ عروسی شدہ آ رہستہ  
 جَوْنِ کز و گشت جبابے عیاں  
 ہچود و آئینہ مفت بل ز تاب  
 عکسِ ویش مثلِ نیار و دگر  
 قلعہ نہ در شدہ در بست و  
 پایہ سایہ شدہ بر آسماں  
 خشتِ زمین کالبدِ پیشِ نیست  
 دید را و صورتِ خود در بہشت  
 پیرِ در اں خشت بہ بیند ہماں  
 عکسِ دیوارِ دگر شد پدید  
 بس کہ شد از عکسِ کساں و نما  
 تختہٗ سقشِ بفلک باز خواند  
 تیر بے خوردہ ز حستِ تیر کش  
 ابرِ گریزندہ ز بار اں گریز  
 قصر ارم را شدہ ذاتِ اللہاد <sup>چھم</sup>  
 کوزِ سخنش ہم کس سرِ چوب  
 آئینہ از آبِ رواں خواستہ  
 قصرِ نمود از تہ آبِ رواں  
 آبِ ردِ عکسِ نما و در آب  
 گر چہ کہ سر زیر کند یا زبر

ہرچہ زبالا دُسر رو نمود  
 بود چو خورشید ولایت فروز  
 یکب سیه چشم سیه گوش بود  
 گشت کناں تا بگنیم وز  
 چشم خورشید چو شد گرم رو  
 کرد شہر نو ہوس شہر نو  
 رفت بکیلو کمرے دادِ عون  
 از مدد دست چو دریا بچون  
 چون فلک از منزلت خور بند  
 قصر شد از فرشی اجمند

## صفتِ قصر نو و شہر نو اندر لبِ آب کہ بود عرصہ رفرف چو رن آں یواں

قصر گویم کہ بہشتہ منراخ  
 باچمن بہشت درش دریکے  
 روفتہ طوبی در او را بشاخ  
 با فلک ہفت سرش سریکے  
 قصر گویم کہ بہشتہ منراخ  
 باچمن بہشت درش دریکے  
 کرد بخورشید سفیدے ابر  
 گشت زدوران بہ زمین افتا  
 رفت درون در او آفتاب  
 رفت صبا زان رو دیوار کس  
 رہ بسوے روزن و حبتا  
 بانگ کشادہ در او دم بدم  
 رفتہ بدر بند و بدر د از ہم

۱۰ رفرف باش ہا بساط طے گر نامایہ و تنخے کہ رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شب معراج برد۔  
 ورف طاق ۱۲ یعنی از دوران سر برگردید و بر زمین افتاد ۱۲



گشت بدنِ بالِ حریفِ از نوال      قامتِ هر در ره کشته چو لال  
 بس که نمے شد کفِ شہ گنجِ گنج      بیش در آفاقِ گنجِ گنج  
 موسمِ دیِ جملہ بعثتِ گزشت      ز آتشِ میِ محبسِ خودِ گرمِ دشت  
 بادِ ہمہ وقتِ خوش و شاد کام      کس نہ زبردستِ دیِ لالِ کہ کام  
 مہِ بنسبتِ کشتیِ غمِ او      زہرہِ بختِ گریِ بزمِ او  
 ہمتِ عالمِ بوفِ جویش      خاطرِ خسروِ بہِ شناگویش  
 ایں غزل از مطربِ موزوںِ اصل      یافتہ در گوشِ ہمایوںِ قبل

## غزل

سوارِ چابکِ من باز غمِ شکری دار      دلِ من پُر بردِ امسالِ با جانِ اداری دار  
 من اندر خاکِ میدانِ شلِ کوبِ بلا گشتم      ہنوز آن شہسوارِ من سرِ جو بلا گری دار  
 بہر شکستے کی می آید ز من جانِ می بردار      در غِ ستارے کہ ایں شیوہ ز بہر لہری دار  
 مسلمانانِ نگہ دارِ پدِ چپِ رہِ دلِ خودا      کہ تیر اندازِ من مستِ مستِ دیکشِ کافری دار  
 نہ دارم آپ جانِ سختے کہ خواند بندہِ جو شتم      غلامِ دولتِ اویم کہ با او چاکری دار  
 مثلِ گریکِ سخنِ بامِ من بگوید عاقبتِ آرا      بیار د بر زبانِ و سر ز نشِ خودِ بہر می دار  
 توئی دیوانہ و شِ جانان کہ داری سایہ کیسو      دلم دیوانہ تر از تو کہ آئیبِ پری دار  
 مرا چوں صیدِ خود کردی شفاعتِ میکبغا      نیکوید تکتش لیکن سخنِ در لاغری دار

طاق بلندش فلک گشت جفت  
 کنگر طاقش بزبانِ دراز  
 سنگ سفیدش که شده برپهر  
 یکطرفش آب و دگر سوے باغ  
 آبی از اں باغ برو ماند زرد  
 شاخ بہر برگے کردہ راہ  
 شہ چو در اں خلد بریں جائے کرد  
 باز بے برد کف زرفشاں  
 بادہ کشاں باز کشید نصف  
 رود زن از سینہ بروں بر دہر  
 بس کہ شد اوست ز آواز خویش  
 پنک نہ گزشتہ تواضع نماے  
 زخمہ چو نول بط در رود و پنک  
 مرغک صد مرغ دگر در صفیہ  
 شاہ در اں مزمنہ نائے و نوش  
 دست ندیے کہ ورق برگرفت  
 بر بط مطرب کہ نوا بر کشید

حاصل او شد فلک اندر نمفت  
 پیش فلک گفت سخمائے از  
 آمدہ از مہر و شدہ جسم مہر  
 باغے و آبے زد و سولیش بلاغ  
 باغے از اں آب بجا گشت سرد  
 جایگہ بار شدہ بار گاہ  
 ترم و خنداں بطربائے کرد  
 کرد پراز زر کف ساغر کشا  
 گشت مٹو لعل در افشاں کف  
 آب پچاں دست چو باران ابر  
 ریختہ از پردہ بروں از خویش  
 باد کب سہر افکنده نائے  
 راہ چکاوک زد و ہانگ کلنگ  
 بر ہمہ مرغاں شدہ کنجشکامے  
 بحر کفش گشت چو دریابجوش  
 مہرہ کاغذ بگرہ در گرفت  
 تار بر شیم بُد را ندر کشید

جلدِ سخنِ اشده شیرازہ باز  
 سوسنِ آزاده در اُفتادگی  
 نشترِ آنخستہ شبخ بود  
 شاخِ چو از بادِ حنراں شکست  
 سرود کہ از سایہ شالے نداد  
 ہر شجرِ بارغِ ز سرِ تاتنہ  
 برہنہ گشتہ تنہ گلِ بباغ  
 دیدہ چو نرگسِ جہنمِ این فساد  
 نرگسِ بے دیدہ رواں کوروش  
 ریختنی کرد درختاں ز سر  
 پشتِ بفتہ بسن زار ہا  
 بر زمینِ افتاد بے نازنین  
 خاکِ زردی شدہ بر عفر  
 شاخِ گلِ از بس کہ نگوشد گلش  
 باد بہرِ سُرِ سیدہ فراز  
 سبزہ بے خطِ ترنگِ نختہ  
 گلِ ہمہ خورشیدِ ماں از برن

نامدہ از بادِ ورقِ فراز  
 ہیچ نہ می گفت ز آزادگی  
 ہر دو ہم باز گشتند زود  
 بادِ خنراں نیز از دہر شکست  
 سایہ شیناں ہمہ اداہ بباد  
 ماند ز بے برگی خود بہرہ  
 باد کناں حنر کشتی از نوے لاغ  
 گل شدہ در دیدہ خوش افشا  
 خارِ عصا بادِ خنراں کوشم  
 گشتہ زمیں پُر ز درممانے زر  
 کوز شد از چیدنِ دینار ہا  
 لرزہ کناں بر شیاں ہمیں  
 خندہ نہ با این ہمہ درار غول  
 کرد نگوں سبز نشنِ بلبلش  
 سرودِ حیرتِ بختہ در اُ  
 باد بے خاکِ براں بختہ  
 کش ہمہ پوستِ در افتادون

بید نامی برآمد نامِ حسن و کز پئے دیدہ      نہ یک تردا منے دار کہ صد امان پڑی اڑ

## صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عنبرِ سپاہ

ہم بر آں ساں کہ تبارِ اج چمنِ باخسراں

فصلِ خزاں چون چمنِ خانہ خوست	بادِ رواں کرہ بگلزارِ تماخت
شاہِ سپر عنبر ز ولایت براند	کشِ چمنِ سپح ولایت نامد
کوہِ زنگ آتشِ لالہ فروخت	شعلہ بدامنش گرفتِ بخت
لالہ سر از سنگِ بنگر سپرد	ماند بجالست گرد بادش ببرد
بادِ خزاں آمد از اں جا کہ بود	خشک شدہ باغِ ہماں جا کہ بود
گشت سمنِ نازک و زرد و حقیر	کاب گرفتش لبِ آب گیر
رفت سمنِ رے چمنِ راگزشت	زاں کہ خزاں رے غمازش پست
جامہ خود کرد و بفتہ کبود	گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد بہ تنِ نازکِ زیباے گل	پارہ ہمہ پوستِ سرِ تائے گل
لالہ ز بسیاریِ خوئیِ فساد	ریختہ نازکِ تنش از رنجِ باد
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار	گشتہ در و نش ز خنہاں پغبا
دفترِ صد برگِ فداہ ز دست	آمن در ہر ورقِ او شکست

گفت غایب از کُطے السجّل  
 چغہ قدم شوم شدہ یاربوم  
 حلق تہی گشت ز زیر دوش  
 قمری کو کو ز دنی کو بہ کو  
 تاج سیلماں ز سرش بود باد  
 حُسن چو شد جلہ پس دم کو شست  
 ماند چو پر گم شد گماں زیر سرود  
 کبک برید دل از تیغ کوہ  
 شاربک بیجاں دہن باز ماند  
 شاخ بیدید و عینا دل سپرد  
 گم شد از مجلس شاہ ز من  
 لالہ نو ساخت شدہ از جامے  
 برگ نوا بود بایس فراخ  
 شاہ کشاد از کھن خود سیم ناب  
 شاہ زمیں در تہ دینار کرد  
 فصل خنراں موسم نوروز بود

فرش بہ پیچید گل از رے گل  
 باغ خراب از قدم بوم شوم  
 نائے میسچہ کہ ماندہ دوش  
 در طلب رے نکو سو بہ سو  
 باد کہ اندر سر ہد ہد فتاد  
 گرچہ حنرا آئینہ طاؤس دشت  
 آں کہ پریدے زیر خود تدرود  
 لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ  
 سبز کئی با پسہ خود باز خونہ  
 طفل شکوفہ برہ افتاد و مرد  
 گرچہ گلے بیش نشد و چمن  
 گرچہ ز کہ لالہ نہاں کردے  
 گرچہ نہ بند برگ و نوائے بشاخ  
 گرچہ کہ بر بست ہوا سیم آب  
 گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد  
 از کرم مشہ کہ عدد سوز بود

آب کہ بارانِ بگلِ کوزہ بخت  
 ابر کہ بگرسیت بہستانِ بحر  
 کوزہ بہین تاد و شکست و بخت  
 شد مژہ ہا بخت از چشمِ ابر  
 غم بکفت دست چار از روش  
 گر بہ بید از عمل دست برد  
 بید بارید ز حسہ برگ تیغ  
 لالہ فرد و بخت در پیش باد  
 غنچہ کہ بابا دکشادیش دل  
 جامہ گل پارہ شدہ بر منش  
 دامنِ نسری کہ در آمد بخار  
 گل شدہ بے رستہ بہر بستان  
 از کاکہ مرغ نواسے کہ خواست  
 بر سر ہر خار کہ لبیل گزشت  
 بلبل ازین غصہ چنان خوشست  
 کنگ شد و طوطی ز راغ و زغن  
 کور شدہ فاختہ از نولِ راغ

۱۱ گربہ بید نوعی از بیدست ۱۲

۱۳ بہرت ۱۲

۱۴ رسم است کہ چون جامہ پارہ می شود برداں گوی و ہند ۱۲  
 ۱۵ زراغ و زغن در خزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲  
 ۱۶ فاختہ کور نام عتست کہ در حق را  
 خشک سازد ۱۲

سلطنتِ جہلہ عالم مرا  
 خلق چہ گویند بہر کشتوے  
 بوم کہ باشد کہ بجنگِ دراز  
 گر گرسنگی ہست بر آہود لیر  
 من کہ بہ ہند از ہمہ را یاں سال  
 گزہ بختم زرد ہم از گوجرات  
 اسپ ہمہ تہ کشم از تلنگاٹ  
 مالوہ را وقتِ فاین کنم  
 نیست مرا وجہ تباہتِ خطا  
 زین دگلی چند نگر دگلہ پوش  
 پنہ کنم شکر شاں را پناں  
 گرچہ چو مور و ملخ نہست آن سپاہ  
 پیل من آن دم کہ بجوشد چو نیل  
 می شود دم دل کہ عظیم زجاے  
 لیکنم از تیغ خود آید درینغ  
 دانکہ از آہنگ کساں غم مرا  
 شاہ من و قلمہ کثا دیگرے  
 طعمہ برد از وطنِ جہلہ باز  
 پنہ تنخواہ دزدنِ آخر بشیر  
 جز یہ ستانی کنم از پیل مال  
 گاہ بدیو گیر لو نیم برات  
 پیل ہمہ مست ستانم زبنگ  
 جام نگر و جبہ خزان کنم  
 سرحدیں بستہ بند قبا  
 کر پیلے کیں پنہ کشیدم ز گوش  
 کرتن شاں پنہ بشود ستخواں  
 مور شود کشتہ جو افتد براہ  
 چصیت صفِ مورچہ دریائے پیل  
 فرق قراخاں سپرم زیر پیلے  
 چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

۱ نام ملک ۲ جام نگر نام مقام ۳ قبا یعنی قاف نام مقامی ۴  
 دگل یعنی دغل و دگلہ پوشتین یا جامہ نگر کہ پرا از پنہ باشد ۵  
 پنہ کنم یعنی مثل پنہ پارہ پارہ ساختہ برہو ابراہیم ۱۲

شہ بخین فصل بریں گو نہ شاد  
 کز مغل آوازہ بعالم فتاد  
 نامہ کتے چند چو تیرا کجی  
 آمد و بوسید چو پیکاں زیں  
 کز حدِ بالامغل تیز عنم  
 سوسے فرو راند باہنگ زم  
 شکر انبوہ چو ذراتِ یک  
 جوش بر آورد چو آبِ بدگ  
 بوم بسر بستہ سپاہی چنناں  
 نادکِ شان دیدہ کتے ساز کرد  
 گشتہ ہم قطعہ بارانِ تیز  
 قوتِ آں سیل کز ایشان سید  
 ہر کہ گئے چشم نمی زد ز کس  
 مردمِ آن خاک فرو شد خاک  
 امنِ امان و رشاد از راہِ سنا  
 ایں مہ کاندہ رہِ کرگِ اوفتاد  
 شہ کہ ز گستاخی آں گم ہوں  
 تلخ بجنید چو شیر از غضب  
 گفت کہ تہ نہ بجاں عہدین  
 غازی پاچوں نہ بکارِ غز است  
 کافر اگر تا ختن آرد سزا ست



گشت چو موم ارچہ کہ پولاد بُو  
 چچک بید و بدگر سوئے نیت  
 در گلہ مرغ در آفتاد سنگ  
 عطف نمودند بد امان کوہ  
 پشت مغل بود بہر رد کہ بود  
 رونمودند نمودند پشت  
 تیغ زناں قطع ہی کرد راہ  
 پشت شدند از ہمہ و دیگر  
 کرد پراز گوئے زمین سرسبز  
 شد خرہ سگ ز سرخ سراں  
 دید سرخو دہمہ در طشت نول  
 کرد بکیاے سر و تیغ و طشت  
 کوہ زخوں زیر و زبالہ کرد  
 رفتہ عنان تافتہ بہر نشان  
 یا علف تیغ شدہ یا اسیر  
 فتح و فیروز عنان باز تافت

گرچہ تریزی سختی نمود  
 سرسود کیلی دو بیک سوشتا  
 جملہ زبے سنگی خود بردنگ  
 بر زدہ دامان قباہم گروہ  
 رئے مغل بود بہر سو کہ بود  
 رئے چو بہ نمود سپاہ دشت  
 بار بک اندر پئے شاں کینہ خوا  
 رئے بدند از ہمہ و دینر  
 دست رئے از قوت چو گمان ز  
 بس کہ برید سر آں حسراں  
 رئے پن کردہ چو طشت نول  
 تیغ کہ بر تارک انما کرشت  
 لشکر اسلام کہ دنبالہ کرد  
 خرتنہ چپند ز لشکر کشاں  
 و انچہ دگر بود ز برناؤ پیر  
 خان جہانگیر کہ اینست حیات

کس نژده تیر برادر خوار  
 جز بگرد و ہمنہ کند ایں شکار  
 چون سخن چند از یں در بر اند  
 عارضہ انائے سپہ انجمن  
 گفت کہ خواہم ز سواران  
 نامزد غسل شود سی ہزار  
 بر شہاں بار یک تیغ زن  
 خانِ جہاں شاہک شکر شکن  
 عارضہ فرزانہ بفرمانِ شاہ  
 کرد رواں سوے مخالفِ پنا  
 بار یک دُقلب گئی رزم ساز  
 وز ملکاں صد سر گردن فراز  
 ساختہ رزم چو شیرانِ مست  
 سوے سگ چند کشا دند بست  
 انجمنے چوں فلک آراستہ  
 چرخ از اں خبسم ماں خواستہ  
 ماہ سبک سیر شد اندر تاب  
 خنجر تیز خستہ چوں آفتاب  
 ناحیہ بر ناحیہ راندند تند  
 بود صبا پیش چنایں سیر کند  
 از قدم شویم محل آں بلاد  
 نام و نشانے ز عمارت نداد  
 از حد سامانہ و تالاد ہوسر  
 ہیج عمارت نہ مگرد رقصور  
 لشکر اسلام کہ آں جا رسید  
 بود زمینِ تشنہ کہ بارانِ سید  
 یافت خبر کا فر ناخوب کیش  
 تیز تر از تیر بروں شد ز کیش  
 تن ز غنیمت بہر میت سپرد  
 بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

وقت درآمد کہ حسین بزم  
میر سپہ کرد بے ہدیہ رست  
پیش بزرگان و سران ہزد  
کرد بزرگی بحق کمتراں  
بر ہمہ شنود و خوش از بزم گاہ  
بزم زمہاں چو تہی یافت جائے  
خلوتی چند ز خاصان خویش  
جام کہ شہ چون دل کافر بچوش  
چنگ نازاں ہو اسر کشید  
گفت بر آہنگ نمطہا تو تنگ  
بر طرف خانہ نمایند غم  
داد بیاران و بے عذر نہایت  
خدمتے آورد و سزاوار مرد  
داد سبک جامہ بقیمت گراں  
باز گرفتند بے خانہ راہ  
بزم نشین باز بی کرد راسے  
پیش طلب کرد و می آورد پیش  
کرد بیاد شہ اسلام نوش  
چنگ نواز زندہ نوا بر کشید  
ایں غزل نغمہ بر آواز چنگ

## عزل

برگیز آمد و برگ گل دگلزار برفت  
سر شکست و سمن زد شد و زنگسخت  
نزد من باد حسن زانوش غبار آلودہ  
خوبستم تا دم اندر طلب فتنہ خویش  
در دید اشک چو باز آمدن خویش ندید  
خون لگر چہ کہ بسیار برفت اندک ماند  
سُرخروئی ز رخ لالہ و گلزار برفت  
گو برداں ہمہ چوں از بر من یار برفت  
آمد و گفت کہ سرو تو ز گلزار برفت  
یادم آمد رخ او پاسے من از کار برفت  
دل باندخت ہم اندر رہ خونبار برفت  
صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مُغل را قطار  
 گردنِ شاں بہرِ سن ساز کرد  
 کشتہ ہم امین نشد از ترکِ تاز  
 چون ز چینِ سختِ جہاں یافتہ  
 محلے آراست بر آئینِ کے  
 شیشہ می ریخت بہ یاقوتِ گنج  
 ساقی مہوش بقبحِ دست بُر  
 چرخ ہر آن درازیں پیشِ داد  
 تاکہ ز ساقی شنود بانگِ نوش  
 صفتِ دویارانِ خوش باد گوش  
 ہر کیا زان پہلوئے شمشیر  
 بزم گئے ساختہ شد چو شبت  
 جرعه مشکیں کہ زمیں در گرفت  
 بربط و ظہور کہ شد نغمہ ساز  
 زخمہ در آہ بزباں آوری  
 بادہ چو خورشید ز کہ تا شام  
 کرد چو خورشید بوقتِ غروب  
 داد بدال چند شتر در مہار  
 سر برین ببت ورسن باز کرد  
 تاز سرش پست نکردند با  
 دست ہی برد سپہدار دہر  
 داد بے کشتی ز زمیں بے  
 طرفہ بود شیشہ یاقوتِ سنج  
 دودِ قمر جام باقی سپرد  
 رفت بریدانِ قضا را زیاد  
 پنبہ بردن کرد قسری ز گوش  
 سرخوش بادہ سری کرد نوش  
 شیر گرفتند چو شد شیر گیسہ  
 خاک شد از جرعه مُعنبر مرشت  
 گھاو زمیں خوردہ بغنبر گرفت  
 کرد ز حیرت سر قرا بہ باز  
 داد مطرب بزباں یاوری  
 داشت طلوعی و غروبِی بجام  
 طالع خود بر ہمہ فتناتِ خوب

باد همه خاکِ نیست را به بخت  
 بس که گرانی ز راز حد گزشت  
 جامه گل پاره شده برش  
 گل ز کرم زرد دهد آن اکه بخت  
 آب سمن در چرخ و مشک و  
 باد که از شاخِ همی شکرست  
 سایه کنان سر و بر افتادگان  
 گر چه پرانیب دصبا هر چه چو است  
 نرگس تر گشت همه روش چشم  
 خون سمن چشمک پوشیده دا  
 سبز چنان شد که جهان در گرفت  
 نسخه دیباجه عشرت جهان  
 خون چکید از گل نازک خیال  
 سرخ گل از باد چو آورد یاد  
 شاخ گل کون که تر شد برش  
 ساخته گل کوزه نواز نبات  
 باغ ز هر غنچه شده کوزه در

یافت ز رو در بر صد برگ بخت  
 دامن صد برگ بصد پاره گشت  
 غنچه گره بر زده در دامنش  
 وز پئے خود جامه نسا زد دست  
 باد شد آهونگ و مشکش ر بود  
 باز چه بر ها که بر آن شاخ نبات  
 با همه کس راست چو آزادگان  
 در صفت سرو همی بود راست  
 خیره شد اندر رخ خیر و ش چشم  
 چشم نه ز داز کس آلا ز باد  
 چشم نرگس نتوان برگرفت  
 خواند صبح از ورق ارغوان  
 لاله خود رے از آن یافت حال  
 خورش بجنبید ز آسیب باد  
 کوزه تر از دسته کوزه سرش  
 ابر در او ریخت آب حیات  
 گردش چرخ از گل تر کوزه گر

ہر چہ از عقلِ فزوں شد ہمہ عمرم جو جو  
 اندر غارتِ غمِ جملہ بیک بار برفت  
 باد خاکِ زرہ گلرخِ من می آرد  
 جانم آویخت در آن خار گرفتار برفت  
 گلہ کرد آن بُت شیریں ز بر خسوفت  
 خلہ کرد آن گلِ نسرین ز سر خار برفت

## صفتِ فصلِ بہار اں کہ چنان گم و دباغ کہ بد و نرگسِ ناویدہ بماند حیراں

فصلِ بہار اں چو علمِ بر کشید  
 ابر سر پر دہ برا ختر کشید  
 سکہ گلِ چون درم شد ز دند  
 سکہ بصد و جہ موجبِ ز دند  
 شہ سپر عنتم بچمن داد بار  
 خار سلاجی شد و گلِ پر دہ داد  
 تیغ کشید ارچہ کہ سوسنِ بلاغ  
 ہم ز سرش سایہ بُزید باغ  
 تا شودش سوسنِ آزادہ رام  
 خار غلامی شدہ سرتز نام  
 خونِ خود از باد خزاں گلِ بچوشت  
 لیک صبا از سر خوشِ تنہا  
 خواست گلِ از باد بخواہد دیہ  
 سوسنِ ازین غصہ کہیں خواستن  
 برد برونِ گرش از تعمیرہ  
 او خود از ان خلاست کہ از گشت  
 خاست بشمیر زہے خاستن  
 بس کہ صبا ہم دی غنچہ کرد  
 غنچہ چہ افتاد کہ بر باد گشت  
 باد حریفِ گلِ گشتلخ زو  
 تازہ نشد تا دمِ اورا نخورد  
 جامہ صد برگ بصد شاخ زو

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ رُفے  
 نغزیِ ایس گل کہ ز تری مغز  
 ماند چو در جامہ شیش میقم  
 سیوتی خوش کہ کندش گلاب  
 یک گلِ سل وہ دیگر درو  
 از گلِ بسیار دلش گشتہ باغ  
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر  
 بوے فے آن کہ مغز آرمید  
 پنجہ کشادہ گلِ لعل از پتہ  
 نے عظم نامہ دے نیم خام  
 تا کند اندر دل بدخواہ ریش  
 جائے نہ در باغ ز کلمایے جا  
 از پنے گل ہر کہ بہستان نیستا  
 گشت ز شرف گل زرد ام زرد  
 سبزہ گشتش ہم صحرا خرام  
 غنچہ بہستان ز غم آوردہ شیر  
 جز تبری ز دستاں یافت بو  
 داد نہ چشکی و تری بوے نغز  
 جامہ نمازد کہ مہساند یسم  
 از ہمہ سور و ہمہ رے آب  
 گل ز گل و گل ز گل آید بروں  
 وز خوے او در جگر لالہ داغ  
 خرد و بزرگ از ہنرش بہر دور  
 بوے دگر گل نتواند کشید  
 غرق بخوں ناخن شیر یہ  
 چیزے از دُشکِ گر خون کام  
 ز باغ نشاند بسر شاخ خویش  
 مرغ و رافعاں کہ گبیہ برد جا  
 ملک جہاں یافت اگر جاے یافت  
 گل بہ زمیں گونہ زر و ام دُر  
 پُر گل زریں شدہ صحرایم  
 مرغ چو طفلان شدہ اند نفیر

باد در راں کوزہ شد و سر کشاد  
 نستر از رے نکومی پرید  
 فاختہ خواں غنچہ بگاہ سحر  
 گل کہ سپر ہاش فراہم شدہ  
 گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ  
 قطرہ شبنم ز دہ بریا سہیں  
 کرد بنگ آتش لالہ نشست  
 گر بید از گل اصل و پید  
 بید شد و تیغ فشاں زیر پائے  
 لرزہ کنایہ آب ز آسیب باد  
 آب کہ آہن شدہ بود از سپر  
 غرق سپر گشتہ ز نیلو فر آب  
 طرہ بنبل ز شکن گشتہ باز  
 برگل بالا کہ دھند ہوتاں  
 آں گل بندی کہ چمن کرد رست  
 کیورہ ہر برگ چو سیم پید  
 گر چہ کہ در کوزہ نگنجید باد  
 بنبل و قمری ہم از اں می برید  
 ز گس و سبق گل و ہم نظر  
 پیش سپر غم سپر عنہ شدہ  
 روے شناس ہمہ صحرا شدہ  
 ماہ بہ پروں شدہ ہم در زمیں  
 زاغ شدہ ہندوے آتش پست  
 گر بہ مشکیں شدہ در مشکست  
 سایہ از دستہ شدہ جا بجائے  
 بس کہ برو سایہ بید او فقاد  
 آہن و آب شد از تاب مہ  
 بر سپر شقبہ سیم از حباب  
 پنجہ شمشاد شدہ شانہ ساز  
 بیشترے بہت ہندوتاں  
 نے بخراساں کہ بعالم نجات  
 عود از دسونختہ چوں مشک پید



مایم و مطربے و شرابے و محرمے  
 لے باؤ کابلی مکن و سوئے دست و  
 چیزے و گرگوے ہیں گو کہ در چمن  
 اگر خوش کند ترا بجدیشے کہ یار کرد  
 و ربینیش کہ مست بود خفتنش مدہ  
 با او در آں زماں کہ میش راہ میدہ  
 من مست خوش حریفی اویم کہ آں لطف  
 سر و پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک  
 ازے خوش ست بر شکیںہا بگاہ از

جائے بریر سایہ شاخ چنار خوش  
 مارا بکن ز آمدن آں نگار خوش  
 سبزہ خوش ست آبخوش و جو بہار خوش  
 پیش کن و بیار مشو زینہار خوش  
 ہم بچپناش مست بہ نزد من آ خوش  
 بازی خوش ست بوسہ خوش ست دیکھا خوش  
 سر خوش خوش ست مست خوش و شہوار خوش  
 آں سر و من یادہ خوش ست سوار خوش  
 و ز خسر و شکستہ فغانائے از خوش

### صفت موسم نوروز و طرب کمر دشاہ بزم دریاؤ کف دست چو ابر نیساں

رفت چو خورشید بر جحل  
 دور جہاں و ز نواز سرگرفت  
 نور شرف کرد گیتی عمل  
 موسم نوروز جہاں در گرفت  
 شاہ در آں روز ہم از باداد  
 کنگرہ قصر طرب بر طرف  
 تا بجل رفتہ شرف بر شرف

زان برفۂ زچہنہائے نو  
 بوم ہم آوردہ در اں اغرد  
 شاربک رعنا بہ چمن باز خورد  
 چشم بر خسارۂ گل سنج کرد  
 ببل سرست ز نطمے کہ خواند  
 غنچہ سرستہ دہن باز ماند  
 زان قبح لالہ کہ شہر چید  
 طوق گرد کرد و ز گل زر کشید  
 کبک چو بر لالہ کوہی گزشت  
 پاش چو منتفا ز خوں سرخ گشت  
 ہد ہد از اں آیہ حبیبی کہ خواند  
 تاج سلیمان بسر خود نشاند  
 طوطی ناطق چو زباں بر کشاد  
 منطبق مرغان خراسانش داد  
 فاختہ ناطق باصول کلام  
 گفت یکے صانع خود را دم  
 رہبر جاں گشتہ بگلزار طیب  
 شاہ دریں فصل بعشرت گری  
 بادہ شاخ آمدہ در گل شدہ  
 مطرب ببل نفس از نعمت مست  
 باگل و بلبل بطرب گتری  
 وز دم او بلبلہ لبیل شدہ  
 وین عنشش برہ بسو راست

## عنبر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش  
 و قیست خوش بہار کہ وقت بہار خوش  
 در باغ با ترانہ بلبل دریں ہوا  
 مستی خوش ست بادہ خوش ست و خا خوش

۱۵ اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "دبّ ہب لی ملکا لا ینبغی لا حدّ من بعدہ"

گوهر آن چتر کہ بر شد باہ قطرہ باران ست در ابر سیاه

صفتِ چتر سپید از پسِ آن چتر سیا  
چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آن

چتر سپید آمد چرخِ امید	بغضِ اسلام از دور و سپید
سفت ز در کردہ ستون از زین	وز گہر آدینش ستر تا سرش
داشتہ ابرے بستون رسما	قطرہ معلق مبیانِ ہوا
ابر سپید و گہر بے بہا	قطرہ اوداں کہ نمود از صفای
سایہ ز خورشید بود رویا	سایہ روشنی بسفیدی چوماہ
نور دہ و روشن و عالم فردز	چوں رُخ خورشید گہ نیمروز
شکل وے از فرقِ شکستہ	پارہ نوے ہم از آن آفتاب
از بر خورشید سرش برگشت	جامہ سفیدش ہم زان چگشت
چتر سیہ کرد سوادے پدید	وین بہ بیاض از سببِ رسید
ماہ دو ہفتہ کہ مدور نشان ست	عکسِ وے از آئینہ آسمان ست

صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشید بصبح

بلک ہست از شفق و صبح جمالِ سلطان

چترِ درِ روشن و خورشید تاب لعلِ دمنور چو بصبح آفتاب

صفہ طاق بیارہستند      پر ن ز رفعتِ فلکِ نحو استند  
 تخت زدند و تنق اکبختند      عرشِ دگر بر زمینِ انکبختند  
 چتر ز ہر سو بفلک سر کشید      ابر س از شرم بچادر کشید  
 پنج طرفِ چتر چو مہر سپہر      شش جہتِ آراستہ زان پنج سپہر  
 ہموگل و سنبل و سوری بید      لعل و سیہ گلگرو سبز و سپید

### صفتِ چتر سیہ کر پیہ چشمِ خوشید آں سیاہی کہ تو در خود طلبی بہت ہا

چتر سیہ اشبِ قدری شمار      گشتہ شبِ قدر بروزِ آشکار  
 گوئیہ اوزاں سیاہی تافت      کز تہ و بالاش دو خوشید تافت  
 بر سرِ او سایہ فر ہمایے      در تہِ او سایہ عونِ خدایے  
 سوختہ خود را ز تفتِ آفتاب      باز رہانید جہاں از تاب  
 گرد شود سایہ چو پیرائش      سایہ کہ گرد آورد از دانش  
 تاز پیہ سایہ بشہ کرد رے      شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ حبے  
 سایہ او بر سرِ ہند او فدا      ہند شاہِ زوے ہمہ اعظم سواد  
 خامہ نقاشِ سحر بناں      نقشِ نکرہ بہت سوادِ خیاں

پرتو او ماند بجائے کہ دیر  
پیش وے از شرم سپر کبود  
کلمہ او گشت چو با پسرخ جفت  
چتر شاہ است کہ شد چرخ ماہ  
دید پسرش چو بیاں نیکوئی  
گفت کہ یارب منم و یا توئی  
تو بسر شاہ و من اندر محن  
یہ کھنفسے چرخ تو شو چتر من

## صفتِ چتر کہ گل گزشتہ از گل گز او ہر سر شاہ ز گل سایہ کند تاب تاں

چتر دگر گل گز و گلگوں چور ز  
چوب وے اکسوں فلک کردہ گز  
یک گل و برفت فلک پدہ پوا  
شہ شدہ در سایہ گل بادہ پوا  
کردگی رنگین دل شدہ  
مُغ چو بلبل سر گل شدہ  
سایہ اش آں جا کہ فست برین  
گل بدد گز بگز اندر زین  
ہر سر مرہ کردہ نہ گل خرمنے  
گشتہ معلق بہوا گلشنے  
گردِ رخ شاہ چو جولان نمود  
گل کہ بہتاب و مدآں نمود

۱۷ گز بفتح تنیس از بر شیم لغت سے در قرات گر بجان فارسی لہجہ بان گز کنند و جامہ پیا شش نائید و تیر بے پرو نام  
در سنے کہ عرب اس طرفا و ہند بجاؤ نامند ۱۲ چتر نامند لہ گل کرد و دوی بادشاہ را نسبتہ ماہ کردند ۱۲

فلک از پیش روی در پیش	خواند کواکب فلک اطلش
سود سرش بر فلک سبزوم	گشت فلک سُرخ شفق یافت نام
از رُخ شمشنگ چو دیو زده	پشت بنه بقبه فیرون کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار	اوشده ابر سے کہ بود لعل بار
روشن لبسرخ چو گل تر شده	سُرخِ رو سے ہمہ کشور شدہ
سُرخِ اوتاماز فلک برگزشت	دین خورشید و سُرخ گشت
معدنی و معدن یا قوت و دُر	معدن او گشته زیا قوت پُر
چتر سیہ را ہمہ تن مشک دید	خون خود از غیرت او خشک دید
لعل کہ آونخت گشت سازش	خون بچاں ست ز رنگ ترش

## صفتِ چتر کہ سبزست سبزی شاہ برگ نیلوفر ی اندر سبزیے واں

چتر دگر بچو فلک سبز رنگ	بسته از چشمه خورشید رنگ
اطلس او سبز تر از آسمان	موجب سبزی شاہ جماں
سبز دخت ز گیسو یافته	سایہ ز حق بر سر شہ تافتہ
سایہ او گشت چو صحن النیش	سبزہ ز مرد شدہ اندر زین
طرفہ درختہ کہ چو آید ببار	برندہ حد جز گہر شاہ ہوا

کدو بجائے کہ سپاہیہ بہ فرش  
گاہہ نبردش بزباں کار داد  
گرسی نو ساختہ پہلوے عرش  
جان بداندیش بجانہ اژداد  
حرثہ جاندار شدہ جاناش  
دست سلاخی شدہ شمشیر  
دستے از بار گم زیر گنج

صفت تیغ کہ با خصم نیامش گوید  
کہ ز بہر تو فرو چند برم آب ہاں

قطرہ آبی کہ بہن گام غرق  
اد بخوشی خستہ میان نیام  
بگذر داز گردن وانگہ ز فرق  
خواب مخالف شدہ از می طرم  
شعلہ آتش بزباں آوری  
ز آہن و سنگ آمدہ درد اوری  
آب را گوہر نصرت بہشت  
آہن اور از رعالم بہشت  
قیمت زربشیر از آہن ست  
لیک ز آہن اور قسبت  
آہنش از نیت قوی تر ز زر  
بر چہ زربستہ بہ پیش کمر  
پارہ آہن کہ بر در خورست  
از تن بدخواہ کشد گاہ کار  
گردن دشمن زن با سر ہم  
رشتہ رگ در گم شاہوار  
مہرہ در آیمختہ گوہر ہم

۱۵ یعنی آدمی چوں چیرے ترش شیریں می بیند دهن پُر آب میگردد بچنان دیدن خصم نیام را دهن پُر آب میگردد آب عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی  
پشتِ تُوے از بارِ گسِ خرم زو  
خاصہ برائے حقِ ہمائیگی  
گوئی از انجسمِ ہمہ گُلِ چیدہ  
چوں سحرِ گلشنِ شبنم زو  
خامہ بے نقشِ ترانگِ خیت  
دوختہ و ساختہ زانِ چتر شاہ  
رنگے از ان گونہ نیا میختہ  
جامہ چنباں رنگِ نیار و پدید  
خامہ چنباں نقشِ نیار د کشید

وصفِ رہا بش کہ نزدیک شد از ہیبتِ شُ  
گنگ ماندست ز حیرت نکند کارِ زباں

رُے برو آئینہ دُورِ رہا بش  
از دو طرفِ رفتہ بہ پہلوئی شُ  
گاہ گمر سنج گمے نورِ رہا بش  
گوہرِ شاں گوہرِ بازوے شاہ  
در دلِ بدخواہ زباں گیر مرگ  
ریختہ و ستارچہ پُر در شدہ  
زاں سرِ دستارچہ بے بہا  
دستہ شاں فرقِ سرانِ کدہ چو  
واں د و کرک از دو طرفِ چو د  
گر گس آں جا پرد اندر ہوا  
در رود اندر دہن اثر د ہا



## صفت تیر کہ بارانش بقایت سخت سخت بارانی در تیر مه و در نیساں

تیرِ لپک افکن و آهوشکار	وز دل دشمن شده سداں گز
گاهِ پریدن چو عقابی درشت	کرده زخوں گرسِ پر سرخِ پشت
پیه عقابی که چو ماهی شست	جسته براں گونه که ماهی محبت
نے غلظم پیه نشد تیر راست	پیگی از دستہ شمشیر خاست
در سرو پایش دو گره جاکے گیر	زان دو گره ماند عقاباں اسیر
را ند چو بر رے ہو آتین گلم	از گزہ گز کرد فلک را تمام
بیک سوزاں بسرے زو	شعله آتش بسرے زو
ہست نئی خشک عدو را امید	زو ہمہ سوری بود و برگ بید
سوے عدو نے بدارا شدہ	در زدن چشم گزارا شدہ
دیدہ ز شمشیر بے سرزنش	جانِ عدو کند بگا کنش
از پئے فرمان نگہبان خویش	نامہ کشی کرد چو پیکان خویش
تیر گرش کرد چو سوار ساز	گشتہ ز دستش سر سوار باز
بو دچپ و راست بہ پیش سریر	روح و سپہ را بد و پر تاب تیر
یہ منہ بگرفتہ سپہا سیاہ	راست بدان گونه کہ گیرند ماہ
دین شاہان سیاہی خویش	داد سپہاے سیاہش بہ پیش

ہندی کو گشتہ باسلام راست یافتہ از شاہ جہاں دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بازو میست

نیم چرخِ مست کہ او نام نہاد دست کمان

کر خیم او چرخ شدہ در شکست	تُرک کماندار کمانے بہت
انگنہ از ناز دور ابرو گرہ	از ہنر و علم کندش چوزہ
علم بہت آر کہ ہست او بے	ہست گرش علم بداند کے
ناندہ از کش مکش اندر نفیر	ماندہ پیای پے کشاکش اسیر
خانہ بجای ماندہ و تیرش داں	گوشہ خانہ ز کشاکش داں
تیر زنی خانہ بدای محسبی	خانہ دودار و بچان خرمی
زاع نشانہ بستر شاخ خویش	تا کند اندر دل بدخواہ ریش
ترشد از دآب نہ بینی بخواب	ہر چہ بود خشک بیاہش آب
زشت ترا نگاہ کہ بے آب گشت	زشت بود آب چو برے گشت
ماہ شود بستہ و پابند او	چوں کشدش غرق خداوند او
زہ کندش ہر کہ بود زود دست	چوں ز ہنر برکتِ شالہ شست

۱۵ چوب کہ در تہ تیری باشد اورا تیر نیزی گویند۔ ہندی کڑی ۱۲

۱۶ زاع رفرا تیر زیر کہ لازمہ زاع پریدن ست و تیر نیزی پر د ۱۲

۱۷ اگر تر شد ۱۲

مرغ ز زر ساخته بالائے شاخ  
 مرغ تو دانی کہ بخوابد پرید  
 خوشتر از آن کردہ بہائے دگر  
 کاں بجز از موم نیاید رست  
 یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ  
 کوشش صد دستہ نمودہ بر لب  
 بہر درد و آمدہ آں جافرد  
 ہم گجست از پئے آں انجمن  
 ہم برید از چمن آن جا رسید  
 زیور زر بستہ چو فردوس پاک  
 تاشدہ بے دخت بہر سوز  
 داد بہر سنگ زیاقوت سنگ  
 کاں ز رش خواند فلک باریا  
 خلعت نور و زرش یافتہ  
 از دو طرف میمنہ و میسرہ  
 چشم بدان دخت ز قہر چو  
 قیمت او ہر دو جہاں را ازج

از دور و یاقوت و رخاں فراخ  
 شاخ تو گوئی کہ بخوابد چکید  
 ہر چہ گزشتی ز گلستان زر  
 ساختہ از سوم بے تخیل حسیت  
 باغ سوم چوں گزری زین دو باغ  
 بستہ بے دستہ گل دل فریب  
 یافتہ سبزہ ز چمنہا درود  
 غنچہ کہ دل بستہ بشاخ چمن  
 بید کہ تیغ از طرف گل کشید  
 قصر ہایوں ز زمیں تا سماک  
 پرہ بزر و دختہ ہر دامن  
 اطلس ز رفعت بدیوار سنگ  
 کردہ مسلسل ز گہر بویا  
 خاک از آن مفرش زر بافتہ  
 جشن چو آراستہ شد یکسر  
 شاہ جہاں شستہ بر ترین سر  
 تاج بسر کردہ چکوم چہ تاج

بر سپر لعل شد پیسره      لعل و زرد لیش همپیکسره  
 چوں گلِ سوری شده گرد پین      لعل ترا ز لاله بر بے چمن  
 نیرہ شدہ از سپر آراستہ      راست چو تیر از سہ پر آراستہ  
 نیرہ والا ز سہک تا سماک      راج دا غزل شدہ بروے خاک

## صفتِ ایتِ لعلِ دسیہ اندر سرِ شاہ گشتہ خورشید میانِ شفق و شامِ نہاں

از دو طرفِ رایتِ لعلِ دسیاہ      سایہ رسانیدہ ز ماہی باہ  
 ماہی تو ماہِ نو انگشتہ      ماہی و مہ را بہم میخستہ  
 یک دہزار اسپِ مصعِ ستام      از دمِ خود بستہ صبارِ بلام  
 زین زرخویش کہ عالمِ فروخت      کرد ہم از آتشِ خود سیمِ سخت  
 میمنہ جلما سپہ انداختہ      آتش از دو دسلب ساختہ  
 از پسِ اسپاں صفِ صیدِ مست      ابرِ ہوا کرد صبحِ انشت  
 قلعہ آمین تہ برگستواں      قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں  
 باغِ زر آراستہ شد جا بے      کردہ برو ابرِ جواہرِ شمار  
 سبزہ ز مرد ہمہ ریجانش      سیم بنا تے گلِ بستانش

لعل سماک راج و سماک غزل نام تارگان کہ ایشان سماکاں گویند ۱۲

دست بدست اشکوه کامکار  
 باز پید آفت طاف و سرفراز  
 شیر فلک صید که شاهنش نام  
 جامه زرد و دخت بقیمت گراں  
 جام زرد و نقره ببالغ امید  
 کشتی کز نقره داز زرد بود  
 زیر همه چوں برگزری باد پاک  
 هر یک از آن تیرنگ خوش خرام  
 صورت بازی زرد و گوشش پد  
 عرضه کنان حبله با فکندگی  
 جام زرد و جامه گوهر نگار  
 مرد محاسب بشمار که خواست  
 بس که فروفت بود اقلم  
 حاجب فصال چو قمری دار  
 تا شب آس روز دیگر در هم  
 شنبه بر آیین بهار زیر  
 شاه بخلو تکه دولت شتافت

کو برسد دست بدست از شکار  
 چرخ کز دلبسته شده چشم باز  
 آن که سرود باز سپهرش غلام  
 دوخته چشم همه قیمت گراں  
 کرده عیان ناله سرخ و سپید  
 عمر بران خوش گزرد گر بود  
 کز تنگ شاں باد بماند بجا  
 قطع زمیں کرده به تیزی گام  
 چشم چنان گوشش به تیزی بند  
 خدمتی خود ز سر بندگی  
 بود ز هر جنس بدون از شمار  
 بیشتر از دست چپ آورد راست  
 مجره سر باز مباد از رقم  
 نغمه نوا گشته ز فصل بهار  
 کم نه شد آن خدمت از بشو کم  
 کرد هوا پر ز گل و یاسین  
 خلوت از دولت جاوید یافت

چرخِ قباے ز گہر مایۃ  
 کردہ بے صنعتِ زر بافتہ  
 آپ را از تاج و قبا و بکر  
 تا بکمر تا بگلہ تا بہ سُر  
 تن چو در آں خلعتِ روشن بگر  
 خونِ یو ایت بگردن گرفت  
 بستہ چو جوزا کمز ز دورے  
 لعلِ بخورشید سپرد از دوسو  
 ہر کہ نظر کرد بدوش ز دور  
 عطیہ درآمد بدخش ز نور  
 جنبشِ سہمِ الحشم از ہر کراں  
 سم زناں بر حشمِ اختران  
 قوۃ چاوش کلمہ در شدہ  
 یکسرہ بر صد سر شاں بر شدہ  
 ساختہ بالائے کلمہ جا بگاہ  
 نادرہ باشد کلمے بر کلاہ  
 شمعہ بار آمد وصف است کرد  
 ترکِ فلکِ ہیبت از دوست کرد  
 تیغ زناں دست چپ دست راست  
 ہر وصف از صفِ سخن گشتہ است  
 نعرہٗ محجاب کہ دور از میان  
 آب کیاں رخت بہ پیش کیاں  
 گر گئے پر زوازاں پیش پس  
 خستہ شد از تیغ چو پیر کس  
 پیش کشیدند کراں تا کراں  
 خدمتے ہر ہمہ خدمت گراں  
 گشتہ پراز نافہ چینی میں  
 باد شد از ناف زمین نافیں  
 چرخ کماناے سزاوار رہ  
 بر مہ نو کردہ زاہر و گرہ  
 تیر کہ بجا دے بستہ  
 در ہنرش بستہ شدہ دستہا

نشستہ سبزہ زیں سودر چپ گل  
ستادہ سر و زراں سوجانب است  
صبامی رفت و زگرں از غنودن  
بہر سوئے ہی افتاد و غمی است  
من اندر باغ بودم خمیہ یار  
بنام ایند چو ماہ بے کم و کاست  
چو رفتن خواست از پہلوئے تحریف  
برآمد از دلم فریاد بے خواست

## عزم سلطان بسوئے ہند پیایان بہ راندن از شہر چو اینو ہی گل از بتاں

چوں حمل رفت بتو آفتاب  
پہنخت ہمہ اندہ پرویں ز تاب  
از شرف خویش برون اندر  
وز شرف ماہ طلب کرد بخش  
نقطہ پر کار حمل را گزاشت  
چوں حل از نقطہ نشانے نہشت  
رفت جہاں را ز عدالت فرج  
جستہ را آغاز حرارت علاج  
گشت ربعی بدو داد قتاد  
مُغ بہر گشت فرد داد قتاد  
خوشہ پر شد بہ تواضع گری  
خوشہ خالی بزبان آوری  
خوشہ پیری چو شد اندر سلام  
از ہمہ کس یافت دُر دے تمام  
از پئے کلرغ جہاں می گزشت  
خوشہ گندم بزبان نہشت  
سینہ کنشک بجائے درو  
گشت پُر از گندم نو جو بجو

۵ کلرغ بجائے تازی نوعیت از کرگس شخ سرکہ بر سرش پر نہ باشد ۱۲

رفت بخلوت در دولت کشاد  
 کرد رواں برکت چوں لاله زار  
 بزم گه از خلد بریں دست بڑ  
 شاه بهر سبزه که بر خاک نخت  
 از ہوس جرعه شہ در مغاک  
 ریخت بے رشتہ در تیس  
 موسمِ روز ہواے شراب  
 جام ہی خور دہمی بود شاد  
 ہرچہ زرد جامہ نوروز بود  
 بخشش خود کرد ز اندازہ پیش  
 ہر کہ چو گل کرد بہ بخش گرز  
 زر بخوشی داد شمارے نہ بود  
 باد شکفتہ گل نختش بدام  
 نعمہ زلش زہرہ پردہ شش  
 یافتہ در گوش ہمایوش جابے

خلوتیاں را بہ نماں بار داد  
 بان گلزنک بیوے بہار  
 تنہنگی حنکد باقی سپرد  
 در جگر خاک در پاک ریخت  
 العطش آواز برآمد ز خاک  
 گشت بیک رشتہ سرشتہ نہیں  
 شاہ جہاں مست و مخالف خزا  
 شاد ہی کرد جہاں را بہ داد  
 توسن سندش ادب آموز بود  
 بازید داد کہ آور دپیش  
 بُرد بے دامن پر سیم وزر  
 خوشتر از انک سچ ہائے نہ بود  
 بادہ گل بوئے دما مش بکام  
 نعمہ گری کردہ پچندیں پاس  
 این عنزل از مطرب بطاسرا

## عنزل

گل اموز را آخرین مشبت برخاست  
 بجام لاله مجلس را بیا راست



کوس غمیت ز درِ شهریار  
 ددمس را کرد و دامه بلند  
 کوچ سپه کردیش از شهر نو  
 لشکری از ذره خورشید پیش  
 از اثرِ جوشنِ چنان لشکری  
 کره گل شد چون فلک بقرار  
 از نیمِ اسپان که زمین کرد چاک  
 یافت سر پرده در آن مقام  
 گردِ سر پرده صحرا نشین  
 باز همه رسمِ خوشی ساز کرد  
 باده فردرخت بجامِ طب  
 هر چه زمین در شکم گنج سنج  
 خاک بهر جرعه کز آن جاشید  
 بود در آن مجلس مسترخ اثر  
 خاک نگر تخته دگر گون گرفت  
 شاه بدولت خوش و عالم بجام  
 جام چو بر دست شه آورد پاک

لرزه در آورد بر دینِ حصا  
 دم بدم ناس و ماد مفلکند  
 داد جهان را ز ظفر بر نو  
 ذره بدنباله و خورشید پیش  
 لرزه اثر کرد تحتِ اثری  
 کره گل گشته فلک از غبار  
 کوه در آمد بتزلزل چو خاک  
 دشت درآمد ز رسنه بدام  
 دست داد تا دجبلِ ملتین  
 زو همه عالم خوشی آغاز کرد  
 جرعه بنوشید زمین با ادب  
 خاک بسر کرده همی خورد گنج  
 ز همه از پرده بصحره کشید  
 گنج همه زیر زمین بر زبر  
 کز تیره گل ز همه بیرون گرفت  
 از خوی پیشانی گل شسته عالم  
 غرق عرق ماند ز سبیت بجا

خرمین دہقانِ فلک سرکشید  
 سبزہ در پاش ز مرد نائے  
 سرسراز حکمِ گلستانِ سبزد  
 ہرچہ گلِ آخر شد و عمرش گشت  
 شاہ بر آئینِ خود از جامِ جم  
 پے بہ پے از شرقِ خبر می رسید  
 مصلحتِ ملکِ رائے دست  
 کرپئے آن کار بتدبیرِ خویش  
 خود مگر کینہ کُند استوار  
 کارشناسی کہ در آن از بو  
 گفت کہ از صد سپہ کینہ خواہ  
 لشکرِ شہ گرچہ بود فتح یاب  
 گرچہ کہ سیارہ بود شبِ فروز  
 گرچہ کہ صد جوے بیک جانشود  
 شاہ در آئینہ رائے منیر  
 در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست  
 صبحِ چو بر زد علمِ آفتاب

سبلہ در تودہ خود در کشید  
 کاشت از زردی بل کمر با  
 نعمت دیدارِ غنیمتِ شہد  
 اولِ عمرِ شہ آفاق گشت  
 خون بداندیشش ہی کرد کم  
 دیں خبر از ہر مہ بر می رسید  
 ہرچہ صوابت ہی باز جست  
 حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش  
 بازپئے رزم فرستد سوار  
 پردہ ز تدبیر بر انداخت زود  
 آن نہ سرزد کرتن تنہاے شاہ  
 شاہ بباہد ز پئے فتح باب  
 لیک خورشید تو ان یافت روز  
 سیل شود لیک نہ دریا شود  
 نقشِ ہماں دید و ندیشش گزیر  
 غمِ سفر کرد بمشرقِ دست  
 لشکرِ سیارہ فرو شد باب

بازی گفتم و افسانه هجران با خویش  
 از پئے کوری آن کس که نیارد دید  
 آمد آن روشنی چشم با استقبالش  
 آمد آن ساده ز رخ برین بهوش ز آب  
 گریه بر سوز منش آمد و بر سونختگان  
 دل شد از من بیمار و پیرش نامد  
 می کشیدم سر زلفش ز تفا جانب رو  
 خنق اگر رسد ابله به بهشت این عجب  
 تا بدان لحظه که بالاس سرمه بر سید  
 قرده نور بصر بر من اکس بر سید  
 مردم دیده دوا تا بصر ره بر سید  
 بر سر تشنه نگه کن که چه ساں چه بر سید  
 این چه باران کرم بود که ناگه بر سید  
 چون خبیثت که جاں می دهم آنکه بر سید  
 تاشب تیره بنزدیک سحر که بر سید  
 عجبا یں ہیں کہ ہشتی بتو ابلہ بر سید

ذکر باز آمدن قلبش از قتل مغل

ہمچو کرگانِ رُمہ یا علم از برخان

صبح چو بر شد بسیر بر پسر  
 بار گران داده فلک از گنج  
 شاه فلک متبہ و گنج بار  
 مہ ز فلک چتر کش شاہ شد  
 صف کشیدند ملوک از دوسو  
 طبل زنان بار یک و لشکرش  
 کرد کشادہ بجاں چشم مہر  
 تا فلک از بار زر آمد برنج  
 داد برادرنگ چو خورشید بار  
 چتر ہمبائیگی ماہ شد  
 ہر ہم کردیہ شدند از دورو  
 و آنچه بد از لشکرشہ یادش

گرچه ہی خور و بے جامِ محبت  
مست نمی شد که ز رے صوا  
مستی او مایهٔ مہیا ریش  
خواست گلِ فستقِ بندستان  
لشکرِ کافر کشِ بالا نورد  
بار یک آمد ز مصافِ منفل  
طوق بگردن همه چون فاخته  
در خیم هر سلسله صد گیسو  
اسپ تازی که بدندان تیز  
شیرین سینہ و کوتاہ دُم  
شاه بدان مژدهٔ دولت که یافت  
زاوَلِ ورزشِ طرب تابشام  
خورد و گنجِ تجلج داد  
گاه بهر خبره گهر می نشاند  
عمر ابد باد بعیش اندر شر

هم تبغافل نمید از کارِ تخت  
عقل زبردست شدش بر سوز  
خفته همه حلق زبیدارش  
لاله سگفتش ز دگر بوسه  
از عقبِ کوی در آمد چو گرد  
بسته گلوهای منفل را به غل  
غلغلے اندر گلو انداخته  
سلسله از حلقِ سگای در نفیر  
بر کند از شلخ گیاره سخنر  
سوده سرگاز زمین زیر سیم  
باده طلب کرد و مجلس شافت  
دور نشد ز کفِ لب جام  
بس گمروز که تبارج داد  
گاه بهر زمزمه زرمی نشاند  
دین غزل اندر لب غنیا گرش

## عزل

دل مقصود خود المنة لله سید

دوشن ناگه بمن دل شده آن مہ برید

صابحی از بویج بر آب دگر  
 خاره بر اندام کسے خود ندو  
 جمعی ازین گونه کم آراسته  
 صفت زده باتیغ زمان دگول  
 بانگ برآمد ز نقیبان بار  
 رستی آمد بخت ام لعال  
 هر کس از اسجد که حالی نمود  
 ز اهل سپه تا بخداوند کوس  
 از پس آن خدمتی آمد پیش  
 جام ز رو جامی نه ریں علم  
 حاجب فصل آمد و تفصیل داد  
 خدمتوان در محل عرض گاه  
 عرض در آمد با سیران زم  
 کافر تا مار برون از هزار  
 سخت سرانی بو غا سخت کوش  
 روے چو آتش کله از چشمیش  
 سرتراشیده ز بر قلم

بر تن ریاضتانش گزر  
 معدنی لعل کم از خاره بود  
 چشم بد از دیدن آن کاسته  
 گشته بدرگاه شهنش رود  
 پرده بر انداخت ز در پرده وا  
 کرد بسجده فتد خود را هلال  
 صورت آن صورت قالی نمود  
 یافت همه کس شرف دست بوی  
 هدیه شاهانه ز اندان بیش  
 با تحف اسب و طرائف بم  
 کرد مفصل همه در فصل یاد  
 گشت چو مقبول باقبال شاه  
 کرپے شان شکر شه کرد عجم  
 کرده دگر گونه با شتر سوار  
 هر همه پولاد تن و پنبه پوش  
 آتش سوزاں شده با چشم خویش  
 زان قلم نگینت خد لال قم

آمدہ پیر امن داخل ستاد	شد علم داخل از دپڑز باد
رمل صفت لشکر جمشہ علم	داخل نصرت شدہ از دمی حشم
چوں کثرہ بر کوسِ مسینِ ادبوس	زد مس او باد دژ روینہ کوس
گرفت چو آں کوسِ شغبناک را	گوش قناد اشتر افلاک را
از سر داخل بل کافہ شکن	گشت پیادہ چو گل اندر چین
د او شمشِ خلعتِ گلگونِ بیر	گل ز زر د شبنم ادا از گمر
قند ز زریں چو فلک موبو	فرق بوئے ز فلک تابدو
جامہ خزہ جوہر شازہ خفت طاق	جوہر ندر آمن بال اتفاق
جوہر آں حسہ کہ فردوسِ لقب	یافتہ تقسیمِ حبسہ و اس عجب
وصف او حبلہ سرانِ نبرد	زنگِ بزرگ از سلبِ سُرخِ وزر
مئے میانِ دکر ز ر شدہ	رشتہ بیا قوت و گمدر شدہ
ہر چہ کہ بودند مہیرانِ شاہ	ہر ہمہ در سپن چو خورشیدِ ماہ
کارگزاری کہ بقیمتِ گراں	جاگی کارگزاری اراںِ جاں
بسکہ خجے داد خوی از تنِ برد	آب چکید از تنِ خجے آبِ گوں

۱۰ بزبانِ ترکی سُرخِ علم ۱۱ فلکِ ابوجہ کو زہِ پستی بہ اشتر ہم بتشیہ دہند ۱۲

۱۳ پہلوانِ د شیر مبارز ۱۴

۱۵ جوہر آں حسہ کہ لقب او فردوس ۱۶

گشت یلی گوہم بربانگ نے  
 از روش موئے شاں پر دیا  
 قصہ شنیدم ہم از ایشان کہ گر  
 خوردن تے را چو پے اندر دیند  
 ماندہ شاں از خورش زشت تے  
 اصل سگ یک بزرگ استخوان  
 کوہ تنائے بستر کردہ جائے  
 شہ عجب نے اں ہمہ رد ہا میزبت  
 دیو پیدا کن ہر یک بر دے  
 رخت چو بر بست اسیران بار  
 سر سبزینہ بے داشتہ  
 نیزہ سرفراختہ از حد برو  
 پوست دروں کردہ پراز کہو  
 بر سر چو پے سر پر کئے شدہ  
 چوں سخن از سرزد گمان قطع  
 اسپ چہ گویم ہمہ تازی صل  
 ہجو زناں نوہ کناس پی بہ پے  
 از غنٹہ و پاشن سنسن خورش  
 ایں کبت تے بخورد آن دگر  
 عیب نگیریم کہ ترک تے اند  
 واں کہ بہ بنید قیش آید پے  
 گر تہ بخنی شدہ بر دے نوا  
 کوہ شدہ بر سر کوہاں پایے  
 کایزد شاں زالتش دوزخ نشت  
 خلق بلا حول ز ہر چار پے  
 در عدد کشتہ درآمد شمار  
 سر ز پس مردگی افزا شتہ  
 بشیر از فی بیستان رو  
 از خے افتادہ بدیگر خے  
 سبز براں غرہ موجب شدہ  
 پیش سر رشتہ با سیاں گزشت  
 بند بہ بندش ہنر کرد وصل

رنخه شده طشت من از شتم تنگ  
 زشت تر از زنگ شده بوی شا  
 چهره شان دبه نم یافته  
 از رخ تا رخ شده بینی پین  
 بینی پر خنم چو گوهر خراب  
 موے ز بینی شده بلب فراز  
 ریش سپهر من چاه ز رخ  
 کرد ز رخ نشان ز محاسن کنار  
 سلبت چو سیخ چو تاج روی  
 از پیشان سینه سفید سیاه  
 روغن اگر خلق ز کنجد چشید  
 بر تن شان از پیش بے شمار  
 پشت چو کمینت سر لے درفش  
 نیم تن از موے بره در خرش  
 بریق لعنت ز سر فروخته  
 خورده سگ و خوک بدنان بد  
 دیده در انداخته در رنخه سنگ  
 پست تر از پشت شده و می شا  
 جاسے بجا کنجک و خم یافته  
 و از کله تا کله لبالب دهن  
 یا چو تنوے که ز طوفان آب  
 سلبت شان گشته بغایت راز  
 سبزه کجا بردم از رنخ  
 اهل رنخ را بجا حسن چه کار  
 رشته بهن نعمت شان در گلوے  
 کاشته کنجد بزین تباہ  
 کنجد شان روغن از ایشان کشید  
 پشت چو کمینت شده دانه دا  
 چرم قها گاه سزاوار کفش  
 نیم سر از بیم پیش در تراش  
 پرچم و طاییش ز سر خست  
 هر همه دندان سر بی خرد

۱۱۲ قوی از مغلاں ۱۲ پرچم قبه را گویند یعنی بریق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲

۱۳ دندان خرد که آن را در عربی خرس لعن و در هندی عقیل اتره گویند ۱۳



گشت روان پُر پیل از شکوہ      خاک بلرزد و مجنبد کوه  
 پائے کشاں شد جل ز زینہ طرز      دامن کُتار درآمد بلرز  
 ہر یک ازیں گنبد رنگیں ہپائے      در رخ صحرائے گنبد نماے  
 تاش بہ پیش نظر آید بدی      گور کند زیر چناں گنبدی  
 از دہل ہندی و از کرناے      وز شغب طاس و نفیر درے  
 شد ہمہ روے زمین اندر خوش      در سر ہر پیل گراں گشت گوش  
 پیل کزاں غلغلہ آواز داد      کوہ تو گوئی کہ صدا باز داد  
 پیکر شاں پیش شہار جمند      بست سدے پیش سکندر بلند  
 شاہ بے سر مود کہ بردند پیش      گا و قوی ہیکل و زرگا و میش  
 بستہ فگنند دو گار بہم      پشتِ زمیں شد ز گرانی بجم  
 پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود      ہر دو بیک گوشہ دنداں بود  
 بلک بدنہاں چو بکیں در گرفت      گا و زمیں راز زمیں بر گرفت  
 گا و کزاں کوہ ببالا پرید      چون بز کوہی بہ بندی رسید  
 دور چو بگذشت ز گا و میش و گا و      شد بحسبہ افسار مغل کا و کا و  
 رشتہ کہ دادند بدیناں دراز      رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

۱۰ یعنی جست ۱۲ ۱۱ یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ ۱۳ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید  
 ۱۴ خرافار رستیکہ در گردن سگ وغیرہ بندہ ۱۲

گوشِ نساں ساختہ چیم ز مو  
 کاسہ سمانی ہمہ صحیح از نوش  
 سخت چو سنگ تَن کشتی نَمائے  
 چوب شدہ از روشِ بقیاس  
 باد بہر اہی شاں گشتہ لنگ  
 چوں بگیار ز دہ دندانِ پیش  
 لقمہ شود کوہِ مہیدانِ شاں  
 چوں فرسِ انصار باخوہِ سپرد  
 تیر و کماں اچہ تو اں صفت  
 بیک شاں از سرِ چوبِ پدید  
 یافتہ از کلکِ خطائے عطا  
 سخت کمانماے تارِ شکیج  
 ہر کہ بہر گوشہ او خانہ ساز  
 بود نہ چنداں کہ تو اں بر شمرد  
 آمدہ فتح چوارِ پیشِ رفت  
 پیل طلب کردہ شہِ پیلِ نور  
 پرچم سربستہ بہ زیرِ گلوے  
 تلخ کیتان بر آوردہ جوش  
 کشتی سنگی و بابِ آشنائے  
 کر سی چوبیں شدہ زیرِ پلاس  
 یافت زہرِ پائے عصائے بچک  
 پنج زمیں کندہ ز دندانِ خویش  
 سنگ نیاید تہ دندانِ شاں  
 میرِ سلاحِ اصلحہ را پیش برد  
 بر سرِ پیکانِ بلا آب خورد  
 برگِ بروں آمن از شاخِ بید  
 وصلِ خطا کردہ و دودِ راجِ خطا  
 آمدہ از چوبِ آتابکِ برنج  
 خانہ شدہ کوتہ و گوشہ داز  
 رفتِ سلاحی بسج خانہ برد  
 ہر گمرے در محلِ خویش رفت  
 کاورد آں بے مکانِ ابشور

۱۵ پیکانِ پُلّ خورده بود نہ بیک مہفرتہ شکاری و نیک باغفار رفتہ از دہ ۱۲

۱۶ چوبِ آتابکِ چوبے کہ بدو گردش کماں اس کنند ۱۲

تری نم گشته مرکب برود      نام تر تم شدش اندر سرود  
نور نشاط از افق جام تافت      شہ زمی دے زلبش کام یافت  
باد ہمہ وقت بشادی و ناز      بادہ کش و خصم کش و بزم ساز  
گفت ہی زہرہ بر بط زلفش      این عنزل تر ز زبان منش

## عنزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم      تیر بکشاے کز نظر برہم  
آشکارم بکُش کہ تا بارے      ہم ز سر ہم زور دسر برہم  
خشم کن تا بمیرم اندر حال      از تو روز خوشین مگر برہم  
با خودم جرعہ بخش از لب      تا ازین عقل حیلہ گر برہم  
بی تو دایم چگونہ باید زیست      اگر از مرگت بیشتر برہم  
گفتیم خوش بزی و عشق مبارز      زندہ از دست تو اگر برہم  
وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم      از تو روزے کہ ای سپر برہم  
جو رکہ دی باہ رخصت دہ      بوکہ از سوزش جگر برہم  
عنہم خسرو بگویمت کہ اگر      از رقیبان بے ہنر برہم

۱۵ اے علی الفور و بلا تا خیر ۱۲

۱۶ کلمہ تعجب ۱۲

ہر گر ہے سخت کزاں رشتہ داد  
 خرد شدند از تہ کوہ گراں  
 پست بہشت ارچہ کہ از بہر جنگ  
 گشتہ ہاں نوع شدہ تن بتن  
 شاہ بفسر مود کہ دہ گاہ ہم  
 پیل کزاں جملہ بروں تا خند  
 تن بزمیں کرد ز مالش ریل  
 گر سر و پاشاں بسیدنی پیش  
 فال نگہ کن کہ کجا سر کشید  
 چوں تنہ چسند ز امیر <sup>۱۲</sup> صدہ  
 و انچہ دگر ماند شہنشاہ دہر  
 روز بدان مشغلہ مشغول بود  
 چوں فلک از شیشہ خود گاہ شام  
 ہم بفسر و بردن جام از دوس  
 شاہ طلب کرد شراب ریخت  
 شلب قرابہ بے خون فشاں  
 پیل بدنماں گرمش بر کشاد  
 گرچہ کہ بودند بزرگ استخوان  
 آمدہ بودند کمر بستہ تنگ  
 بستہ گرہ پشت بہشت از رسن  
 سخت بہ بندند شکم بر شکم  
 آل ہمہ را پیش دے انداختند  
 سر ہوا رفت چو بالشت پیل  
 فال گرفتندے ز احوال خویش  
 واں سر و پامیں کہ کجا برسید  
 دست اجل داد بدام و دودہ  
 کرد رواں از پئے تشیر شہر  
 گاہ کرم گاہ سیاست نمود  
 جام فسر و بردہ بدور دمام  
 داد ہمہ گوہر خود را بروں  
 شیشہ در آمخت گہر عقیق  
 گشتہ رگ چنگ بخونش کشاں

ماند تہی از علف و از گیاه	منزل جو رز نزول سپاہ
کز جفت لشکر زد و سوچند انیر	حکم چنان رفت ز زرین سریر
در ہمہ تدبیر بد و ہمہ ہند	نامزد و بار بک در گنبد
طل زناں پیش گرفتند راہ	بار بک و تیغ زنان سپاہ
لشکر شاں رفت گذارے گنگ	کچ بکچ از شدن بے درنگ
در سر و رفت عنان در کشید	گرم آب سرد در رسید
چند ملک با سپہ و ساز خویش	پیش درآمد ز بزرگان پیش
کز لب خان کرہ ببتش بیائے	خان کزہ چھوے کشور کشائے
ساخستہ ہر چہ خمینہ دزد مرد	چند ہزار شش ز سوار سرد
کرد بیک جائے فراوان سپاہ	خان عوض نیز بھنڈان شاہ
ساخستہ کار مہیا شدند	بار بک و شاں ہمہ یکجا شدند
از لب آب سر و شش کردہ	لشکر شاں شد ز صف بانگاہ
تیغ بروں آخستہ پچوں آفتاب	تیغ زن مشرق از اں سو محراب
برودہ ز عالم ہمہ خشک و شتریش	در ہمہ خشکی و تری لشکر شش
کز پے شمشیر بریدہ بہت را ہ	یافت خبر ز آمدن آں سپاہ
وز پے کیس کردہ کماں را برہ	از غضب ہنگندہ برابر و گرہ

## نامزدگشتن شکر بیزک سوے اودھ

### صد سہرا فراز و ملک بار بک اندر سرشاں

کر دچو شب نوبت خود را تمام	صبح دہل برد بالاے بام
نوبتے شاہ شد اندر عمل	نوبت او شد بدامہ بدل
شکر اقلیم ستاں کوچ کرد	چرخ وز میں ہر دو کیے شد گرد
ماہ علم بعد دو منزل بعون	عکس نما شد بلب آب جون
کردہتی آں سپہ اندر شتاب	ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گر چہ پاں کرد دراں رہ اثر	کآب رواں تیرہ نمودش بدر
گرد سپہ پس کہ بجون او فنا د	جون جزیرہ شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دوسرے روزی مقام	بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ باشکر دریا شکوہ	رفت بپایاب گرد و ہاگردہ
عجرہ شہ داد بیک روز عون	عجرہ یک روزہ عالم بجون
شہ زلب جون سپہ را بخو است	دور نشد دست چپ از دست رست
روز دگر چوں فلک آبگوں	داد رواں چشمہ خود را بروں
کو کہ بشاہ رواں شد ز آب	کرد سوے منزل جیور شتاب

۱۵ یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ یعنی در آمد شکیں روز عون داد جون را ۱۲

۱۵ بالکسر حشر ارج و بالغ کنار شدن ۱۲

لیک چو ہم چشم من این نور برد  
 چشم خود از خود نتوان دور برد  
 من ز پدر منسرت پدر یافتہ  
 بلج دریں ملک پسر یافتہ  
 چوں کلمہ را بسم شد پناہ  
 کس ز باید ز سر خود کلاہ  
 ہر کہ فرستادہ آں درگاہست  
 بندہ موردش در این شہ است  
 بندہ کہ باشاہ شود کینہ بجے  
 خلق چہ گویند تو ہم خود بگوے  
 خود کہ تواند کہ دریں داوری  
 پیش من آید بزباں آوری  
 ایں قدرم دست دریں کارہست  
 لیک چو من با تو شوم ہمغاں  
 کت بنمایم بچنیں کار دست  
 فرق چہ گوئی چہ بود در میاں  
 مس کہ ز راند و د کند زر گرش  
 کس نماند بہاے زرش  
 عیب تر از دست کہ چوں بر کشد  
 آہن و زر ہر دو برابر کشد  
 نئے ز فرستادہ دلم عیب جست  
 آنکہ فرستادہ عتایم بر دست  
 در دلم آید کہ بر آیم بہ تیغ  
 خوں بدل خاک دہم بیدریغ  
 مشرقیم ہستی من چرخ تاب  
 کس نزدہ تیغ بہ از آفتاب  
 لیکنم ایں پایہ زیان خود است  
 حرمت تو نیست از آن خود است  
 گر سپہم در تور ساند گزند  
 جان من است آنکہ بماند نرزد  
 در ز تو در قلب من آید غبار  
 ہم تو شوی در رخ من شرمسار

۱۵ فرزند من بادشاہ شد ۱۴ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبہ بادشاہی دادہ بود ۱۲

۱۵ ہندی تیغ دورویہ و پولاد ہندی رمز آفتاب زیرا کہ آفتاب ہم دورویہ است ۱۲

جست رسولے که گذار د پیام  
 هر چه بگویند بگوید تمام  
 گر سخن از صلح بود یا نبرد  
 کم نکند هیچ ز نیروی مرد  
 دید که کس نیست ز برنا و پیر  
 در خور این کار چو شمس و بیر  
 پیش طلب کرد پایے که خواست  
 سوے مخالف ز کثرے کرد دست  
 کیں منم اینک شہ مشرق کشای  
 بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای  
 آنکہ علم از سر مغرب کشید  
 پایش ازین پایہ بمصب رسید  
 لشکر آں ملک غلام من ست  
 خطبہ آں تخت بنام من ست  
 ملک ز من چشم مراد اد نور  
 خانہ خویش ست ز رفعت ست دو  
 رشتہ من گر بگر برد سر  
 مالک آں ملک منم در گسر  
 آنکہ برآرد بمیانہ غبار  
 اے کہ پیش آمدی از راه دو  
 تیغ بدست ست مرا آبدار  
 چوں تو نمک خوردہ از خوان ما  
 کیں نتواں گفت مگر در حضور  
 دست چہ داری ز نمکدان ما  
 چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال  
 گر تو حرامش کنی اینک بال  
 گر سپر از غیبت من ملک یافت  
 روے نخواہد ز پدر باز یافت  
 ہم تو کزین راہ ترا آگاہی ست  
 وارث این ملک ندانی کہ کسیت  
 گرد گرہے در محل من بدے  
 تیغ منہش بر سر و گردن دے



رفت فرستاده دُور از نہفت  
 ہر چہ کہ بشنید بشہ باز گفت  
 شہ چو خلافت ز مخالف ندید  
 زانچہ ہی گفت زبان در کشید  
 دست بچہ برد و بیاراست برآ  
 دور شد از پیش ہمہ ساز رزم  
 گشت بمیدان طرب نامکیب  
 بس کہ گراں شد ز کمیتش رکیب  
 بادہ ہی خورد بر آئین کے  
 گنج برد رنج و لے گنج سنج  
 لعل نشان ساقی ز ریں کمر  
 در کشش گنج ہی برد رنج  
 شاہ براں سو بطرب گستری  
 گشتہ چو خورشید فلک لعل گر  
 ساغر ضحاک ہی خورد شاد  
 بار یک ایس سوے بعشرت گری  
 از کرم شاہ جہاں کیقباد  
 باد خوش از بادہ شادی سرش  
 بار یک ایس سوے بعشرت گری  
 شاہد دولت بکنار اندر شش  
 ساز طرب مطرب اورا بچنگ  
 بردل زہرہ شدہ زو پر دہ تنگ  
 کردہ بگوشتش غزل من عمل  
 حال منش گفتہ بگوشت ایس غزل

## عزل

از دل پیام دارم برد و ست چوں سامن  
 آجنا کہ دوست جان اپناں دُون سامن  
 گفتی کہ جان خود را کس چوں بکس رساند  
 گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

باش که تا در رسد آن کینه کوش  
 رفته فرستاده و بر دایم <sup>آوردن</sup> پیام  
 خان سپه بار بک تیز هوش  
 در خور آن داد جوابی سره  
 گفت ازین بنده حضرت پناه  
 باز نما کای بسری سرے  
 تلج ترا از گهرت <sup>فرزند</sup> باد نور  
 من که فرستاده شاه خودم  
 شاه که از تاج کیاں سرکش است  
 غیبت تو جاعی تو نگذاشت است  
 شیر دگر در پئے این صید بود  
 نامزدم کرد که در هر دیار  
 زانچه اشارت بمن ست از سیر  
 گردگرے پیش من آید به تیغ  
 دوز تو از دور بسینم حضور  
 عطف کنم لیک نه از بیم کس  
 مهر را بسیند و ماند خموش  
 گفت <sup>بارین</sup> بشکر کش کشور تمام  
 کرد چو زان گونه پیامے بگوش  
 سخنة بمبیزان ادب یکسره  
 سجدہ تعظیم رساں پیش شاه  
 یافت از تاج گهر بر ترے  
 چشم بد از گوهر تاج تو دور  
 بر خط اخلاص گواه خودم  
 تحت پدر داشت نگه زان غمخست  
 غیبت ازین به که نگذاشت است  
 شیرے او میں که چلو نہ ر بود  
 دشمن اور اندھ سم زینہار  
 تیغ گزارم کہ ندارم گزیر  
 تیغ خورد از من و از خود و تیغ  
 گر نہ گریزم شوم از پیش دور  
 از پئے تعظیم شکوہ تو بس

ہر دم صبحی کہ دما دم گرفت      آتش خورشید ب عالم گرفت  
 دشنہ کہ خورشید زدو سایہ خور<sup>۱۰</sup>      در سپر سایہ بے رخنہ کرد  
 ماند در آں رخنہ ز آتش نشان      چرخ بہ رخنہ شد آتش نشان  
 بکہ ستد روز جہاں را ز تاب<sup>۱۱</sup>      دیدہ نشد نقش شب الّا بجواب  
 صبح ہم از تافتن شب برست<sup>۱۲</sup>      طالب شب گشت چراغ بدست  
 تافتہ از گرمی خود آفتاب      تابش او کردہ جہاں را بتاب  
 شب شدہ چون روز و ماند رگداز<sup>۱۳</sup>      روز چو شبہائے زمستان دراز  
 بیش بقا روز بہانہ سال      بیش بقا تر شدہ بعد از زوال  
 تیزے خورشید ہم از باداد      کرد حک از کاغذ شامی سواد  
 خلق کشاں در پینہ سایہ رخت      سایہ گریزاں بہ پناہ درخت  
 جانب سایہ شدہ مردم رواں      سایہ بدنبالہ مردم دواں  
 بکہ شدہ سایہ ز گرمی سیاہ      گرم در انداختہ خود را بجپاہ  
 خواست کند خلق ز گرمای خویش      در پینہ سایہ خود جای خویش  
 لیک ز تاب فلک تابناک      سایہ نماں از تن مردم بنجاک  
 گرم چناں گشت ہوا در جہاں      آتش گویند بسوزد زباں

۱۰ اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ ۱۱ درماہ و سچوں آفتاب در قوس رسد روز کو ماہ و شب دراز  
 ۱۲ گردد ۱۳ کاغذ شام نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ ۱۱ کتاب یا سوزاں ۱۲  
 ۱۳ وقت استوار آفتاب ۱۲ یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

آں بادراکہ جاناں از تو جوابم آر د  
 یک جاں اگر چه باشد صد جانِ رسام  
 جاں می بری ز سینه دار دگرانی از غم  
 تو دست خود مر جان تا من بڑں رسام  
 گیرم جواب ندھی دشنام گوے باے  
 آتم بدای عنایت لں راسکوں رسام  
 آنجا کہ کشته شدل شمشیر نیز برکش  
 تا سر نهم هانجب، خوں را بخوں رسام  
 حکم ار کنی برون بر دیگران تو دانی  
 لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسام

### صفتِ موسمِ گرام و برہ رستنِ شاه

ابر بالاے سرو باد بنبال دواں

عبارت از باں

عبارت از پتر

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت  
 رفت در انخانه دروں جا گرفت  
 رفت در انخانه تیر از میر  
 محرق از آتش خورشید تیر  
 بادوز جوزا شده آتش زهر  
 سوخت جہانے ز زمیں تا سپر  
 چرخ چو شد صیقلی تیغ خور  
 بست ز جوزا اش دور و یہ کمر  
 حسانہ غیش از خنکی و تری  
 یافتہ از حسرت گہ مہ بر تری  
 اختر بد مہر فلک گرم کیس  
 گرم شدہ مہر فلک بر زمیں  
 مہر جوزا بد دور و گرم غے  
 گرم بود ہر کہ بود از دور و یہ

۱۵ یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قرآن کند آن ستارہ را محرق خوانند گرامہ و عطار و اکثر اوقات در احراق باشد ۱۶

۱۷ چون آفتاب در جوزا در آید باد و گرمایا باشد ۱۸ برب دویک دور و یہ گفت ۱۹

۲۰ غیش نوع از کتاں کہ در گرام از و غامنا آراستہ کنند ۲۱ صفت و آفتاب ۲۲ کثرت التوضیع ۲۳

صفت خرپزہ کز پردلی آجبا کہ بود

تیغ و شتیش مہیا بسر آید غلط

گوئے ربود از ثمرات بہشت	حسہ پزہ گوئی کہ بصر او گشت
گوئے یکے بینی و چو گانش دہ	گوئے شکم بستہ بچو گانش دہ
مشک دے مشک باں بوینہ	بہر خطے در خطا دموئے نہ
چاشنی و آب کمانش ہیں	ساختہ در آب کمانش کیں
زہ زبروں بستہ کماں از دروں	رنگ زہش سبز و کماں آگوں
بہر کلمہ را ہمہ تن سر شدہ	بر سر ہر میوہ کلمہ در شدہ
خام خضر بچہ تہو آب حیات	از مزہ گرد آمدہ در دے نبات
روشنی چشم من ست آن نہ در	گرچہ از چشم کساں در در کرد
داشبہ در سایہ چتر سیاہ	خلق جہاں با چنین وقت شاہ
در کف دولت طنل اللہی	ہیچ ز خورشید نہ بود آگہی
بر سپہ شاہ نشد باد گرم	با چنین آتش کہ بود سنگ نرم
سایہ کناں بر سر لشکر علم	ہیچ کسے را نہ ز خورشید غم
تافتہ از خیمہ نشد یک طباب	با ہمہ تابی کہ نمود آفتاب

خوں برگِ مرد ز بوں آمدہ	خوے شد از پوستِ بر دوں آمدہ
پایے مسافر برہِ گرم دور	ز آبلہ پر تَب چو نانِ تنور
ز آتش گرما کہ شد از سر جواں	آہوے صحرا شدہ آہو می خواں
چوب شد از غایتِ خشکی نبات	از پے یک شربتِ آبِ حیات
سبزہ دُرِ پاششِ ز مرد نماے	کاہ شدہ بلکہ شدہ کمر باے
خشک شد اندامِ گل از بچ باد	باد در اندامِ کسے رام باد
لالہ سیگشت ز خشکی چو مشک	خونِ سیاہی کشد از کشتِ خشک
نگ کہ آتش زوے آید بڑوں	ماند ز خورشید در آتش دروں
باد زنہ دستِ بدستِ ہمہ	دزد م او باد بدستِ ہمہ
یافتہ دایم بطلمی متام	باد ہوا کردہ سلسلِ بدام
صل ز نخل کہ بہریم رسید	باد میخس بنفسِ ہم رسید
گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار	گرمی او بختگی آور دبار
بر سر ہر میوہ ز تابِ تموز	مرغ شدہ پختہ مخور و خام سوز
ز آتش خورشید کہ شد میوہ پز	بلبل و کنجشک شدہ میوہ گز
خشک شدہ برگ درختانِ شاخ	میوہ تر شستہ بیتاں فراخ

۱۱ یعنی معجزہ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲ یعنی درختِ خرا و باد زنہ از برگہا کی اور است کتند دور  
شب کہ ہتر عیسیٰ علیہ السلام زاد درختِ حسنہ کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد دبار آورد گویا کہ  
درخت را باد میخ رسید کہ سبز شد ۱۲

یوز رواں گشتہ بر سوے صف  
 تن چو شیرے کہ چاکبک روی  
 بود بر پیچہ آہو رباے  
 سگ کہ بے خون شکاے میڑ  
 رفتن خرگوش بھرا چو باد  
 از دن تیغ سواراں بوزن  
 گرگ گریزاں بوحل شد اسیر  
 گرگ کہ بارانش بے بود یاد  
 شیر بہ تپ لرزہ بد از بیم مرگ  
 بہر نماں کردن بالائے خویش  
 خاک کہ دندان گرازی نمود  
 لشکر ازیں گونہ جہاں نمیشت  
 تا علم شہ بعوض در رسید  
 نصب شد اعلام شہنشاہ دہر  
 لکھن ازیں سوہ سروزاں طرف  
 روز و گر شاہ بر آئین گشت  
 زوہمہ پُر خال شدہ زمی صف  
 شیر ہمی گشت زبے آہوی  
 دست درازیش بکو آہ پایے  
 داد بخشیم از بن دندان گزیدہ  
 بس کہ بگ بازی رو باہ داد  
 گشتہ بصد شاخ سہرہر گوزن  
 شیر نماں شد بنیستان تیر  
 دید چو باران خدنگ ایسا د  
 بود گراں روز و شب اندام گرگ  
 غار کناں کرگ ہم از پای خویش  
 طعمہ سگ شد ز گرازی چہ سوہ  
 ناحیہ بز ناحیہ بر روے دشت  
 از پئے دہلی عوض شد پدید  
 بر لب لکھن بھرا لی شہر  
 از لطف لشکر بلب آورده کف  
 آمدہ زان سوی عوض برگشت

آب خور از چار فلک در گذشت	خیمه کیتوش گذشته گشت
پرتو خور نیز گم گم گاه	در پنه خیمه همی جست راه
لیک همه پرده کشاں بر طاب	تانه رود چشمه دروں آفتاب
گشته پراز خرگه شاهان میں	بر همه چوں مہ شدہ خرگہ نشیں
خانه که یک روز نش اندر نیست	از تفت خورشید در و صد فانت
خرگه شہ میں ہر روزن تمنش	پرتو خور در نشاند روزنش
خانہ چو بیش ز خشکی تری	یافتہ از حشر گمہ بر تری
خلق زگر ماشدہ جو یای خیش	کرد کتاں لرزہ ز سر پاک خیش
لرزه یک قے بہائے بتن	بر گل صد تو بد ریدہ کفن
بس کہ کتاں در بر شاہاں خزید	ماہ سارا بلت خود کشید
جامہ تنک ساختم ہر کس چو گل	خانہ خنک داشتہ بر بوسے ل
شہ بگم کوچ ہمی شد چو شیر	چتر بس کردہ و توسن بزیر
تابش گر ماش گزندے نداد	کش بز برابر بدوزیر باد
تندہ می راند کشادہ عناں	از گذر و دشت شکار افگناں

۱۵ خرگہ نہ کنایہ از برج سرطان کہ خانہ قمرست و آن برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اول

کہ قمر بر فلک اول باشد ۱۲

۱۶ نوسے از کتاں کہ در موسم گرمای پوشند ۱۲



تیسرے بر آورد ز کیش خدنگ  
 غرق در آورد چناں بر کشاد  
 گرچہ کہ آن زخم بکشتی رسید  
 تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد  
 رفتہ فرستادہ بصد حید بان  
 شاہ کہ از خون خود آن زخم دید  
 خشم ہی گفت ز کینش سخن  
 گفت بخود کا دل تنگ خراب  
 مہرچہ جوئی بوفائے کہ نیست  
 چوں طلبی داردی چشم از کسے  
 پیش کہ گویم ز خودم شرم باد  
 گشت چو فاسد بتن مردخوں  
 تیر کہ بردیدہ رسدخوں بود  
 آنکہ چنین ست نویدم ازو  
 حیلہ چہ سازم بچنیں کا رنگ  
 گر پسرم راز جوانی و ناز  
 من کہ جہاں دیدہ و کار آگم  
 وز سر کیں کرد کہاں را بچنگ  
 کاتشے از تیسرے کشتی فتاد  
 خستگی زخم بد ریا کشید  
 از سر کشتی بتہ افتاد مرد  
 پیش نہ شہ شرق عیاں کرد را  
 نالہ چوں تیر ز دل بر کشید  
 مہر ہی گفت کہ ہے ہے مکن  
 قلب شدہ نام تو از انقلاب  
 روی چہ بینی بصفائے کہ نیست  
 کز پے چہشت خلدہ دارد بے  
 کز پے خون خودم اندر فساد  
 بہ کہ بہنشت رکند از تن بڑوں  
 دیدہ کہ خود تیسرے زند چوں بود  
 بہتر ازیں بودا میدم ازو  
 با پسرخویش کہ کردہ است جنگ  
 غم براں شد کہ شود رزم ساز  
 چوں غلط افتد بچنیں جاگم

کرد صفی برب آب رواں      سودهم پہلوئے ہر پہلواں  
 در عقب شاہ سوارے ہزار      جملہ سران سپہ و نامدار  
 تیغ زن مشرق ازاں سوی آب      کرد چوروشن کہ رسید آفتاب  
 کو کبہ خویش چوپہ راست کرد      ماہ ازو کو کبہ درخواست کرد  
 برب آب آمد و آراست صف      تافت دو خورشید ز ہر دو وطن  
 چشم پر رہبر جگر گوشہ تر      گوشہ ہر چشم شدہ پُر جگر  
 در سپراز دور نطنز در فکند      وز مرہ در آب گہ در فکند  
 روئے بد ستارچہ میگرد پاک      تا نچکد گوہر چشمش بخاک  
 دُر کہ بد ستارچہ شد بار بار      رشتہ در گشت ہمہ تار بار بار  
 در عرقہ قطرات عرق      شبنم گل بود بروئے ورق  
 دید چو شہ سیل مرہ بیکراں      حاجب خود کرد بخشی رواں  
 گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر      مرد مک چشم مرادہ خمبر  
 نیست بتو حاجت دیگر سخن      خود سخن من برداشک من  
 حاجب فرزانه با نجات تافت      شست بخشی و دواں شد چو آب  
 چوں بمیان سرودر رسید      پور معرے ز کراشش بید  
 گرچہ باطن اثر مہداشت      لیک بظاہر نظر کیں گماشت  
 دید بکشتیش براں گونہ تیز      کاشتے برخاست ازاں آب خیز

مہرِ ننگِ گشت چو آبا پسر  
 جستِ پیام آوری از آگماں  
 گفت بدو نکتہ پنهانِ خویش  
 کز پدر اول برسانش سلام  
 دانکہ از آئینہ بروں دہ خیال  
 کایِ خلف از راہِ مخالف بآب  
 در نسبِ ز ملک خلافت مراست  
 غصبِ مکن منصبِ پیشین ما  
 از پدرم کے رسد این فن بتو  
 گرز خود این نقشِ گرفتاری بدست  
 در زبدا آموز شد این رہ پدید  
 خصمِ بصد دست گرافسون کند  
 دجلہ چو آئینختہ گردد بہ نیل  
 کارِ شناسانت کہ پیرامنند  
 گرز زرنجہ دہی شاں عیار  
 آنکہ شکوہ منش اندر دلست  
 خونِ شفق گشت کشاں سحر  
 آمدہ و رفتہ بہ پیش شہاں  
 کرد بقیش زباں دانِ خویش  
 و آخرش آئین دعا کن متام  
 صورت این حال بگویش بحال  
 تیغِ بیفگن کہ منم آفتاب <sup>و ناخال</sup>  
 تو خلفی سر بخلاف خطاست  
 غصبِ روانیت در آئین ما  
 از پدر من بمن از من بتو  
 سوے خدا بمن دشو خود پرست  
 گفت بد آموز نباید شنید  
 ناخن از انگشت جدا چوں کند  
 ہست جدا کردن آں مستحیل  
 گر بزباں باتو بدل بامسند  
 نیز ز خامیت کسند این شمار  
 خدمت تو کردن از توکلست

گر رسد آزار ز تیغ منش	جان من آزرده شود و در منش
ورز خدنگش بمن آید گزند	او هم از من درد شود در موند
ورنه ز غم تیغ براں تیغ زن	حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که دریں کار چیست	بخت که داند که دریں یاکریت
با خود ازیناں گله می نمود	وانچه سپر گفت ز دل می شنود
روز چو در پرده پوشید راز	راز برون داد شب پرده ساز
که دهم شب گله آفتاب	کاوست نم نمانده من زو خراب
باد شه شرق همه شب نخت	جزر گله زین ساں که بگفتم گفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد	روز دیگر چاره چه پیش آورد
گر پس از تیغ کشاید زباں	چون گره صلح نهم در میاں
ورز تیغ صلح برافتد نقاب	مغذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید	کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پر سوی جگر گوشه خویش

سوی یاقوت رواں گشتنِ خوانا به کاں

چون دل شب حامله مهر گشت	بر شب حامله مهر کامل گدشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه	تاجوری زاد در اں کو کسب

خون منی و دل من مہر جوست	جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت مکن گفت کس	بشنو و شنو سخن این ست پس
رفت فرستادہ و بگذشت آب	کرد ازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمین کقیباد	بود ہم از اول آں بامداد
ہمچو گل از بالش خود خاستہ	حبا گیمہ بار بر آراستہ
بار گراں داد کراں تا کراں	پست شدہ خاک نہ فرق سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد	خاک بہوسید و زباں بر کشاد
پردہ بر انداخت زرا ز نہفت	ہر چہ پیش گفت بشہ باز گفت

## گفتن شاہ جہاں پاسخ پیغام پدر قصہ یوسف گم گشتہ بہ پیر کنگاں

شاہ ازاں چاشنی تلخ و تیز	تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے انجنت ز حبس پیام	قوت شمشیر و مدارای حیا
گفت بحاجب کہ بشہ باز پوی	خدمت من گوی پس انگہ بگوی
کای سرت از افسرد دولت بلند	رے تو از گنج خرد بہرہ مند
بامنت از بہر تمناے ملک	خام بود خچتن سودای ملک
ملک جہاں پختہ مین شد تمام	کے دہم از دست بسودای خام

کس سخن دزیر گیا سایہ دأ	تا بچمن سر و بود سایہ دأ
وز غلط اندازی عالم بترس	در غلطی بامن ازین دم بترس
لیک جهان دیدہ نگشتی ہنوز	گر چہ جہاں جملہ بیدی چور و
نیک بدانم کہ ندانی تونیک	گر چہ کنی دعوی دانش و لیک
در دوسر خلق نیاری کشید	خردی و در کار خرد نارسید
خرد بود گر ہمہ پیغمبر ست	کودک اگر چند ہنر پرور ست
بے ادب اداں ادب آموز کرد	ہمہ کہ دریں ملک شبی وز کرد
بے ادبی با چو منہ چوں کنی	چون تو شب روز ادب افزود کنی
این رخ جوانی ست کہ دیوانگی ست	گر چہ جوانی ہمہ فرزانگی ست
لیک مکن با پدر این سروری	لے سپہ راز چہ بسری در خوری
جای بزرگاں بہ بزرگاں سپا	طفل شدی عس و طفلان گدا
لولوک خور و زباز رہ است	دور بزرگ از پے تاج شہ است
شوکت من بنگر و بر خود پوش	کسوت شاہی کہ تو داری و بش
کہ محل مرتبہ دار منی	گر چہ بگوہر ز تبار منی
چشمہ محال ست کہ دریا شود	چشمہ چہ ارچہ کہ بالا شود
یاد نک کن کہ جگر گوشہ	بر سر خواں آئے کہ ہم گوشہ

ہر دو جوانیم من و بخت من  
 ملک و جوانی چو ہم بر فروخت  
 سایہ من کیست کہ جوید لیر  
 در چہ بر آئی تو بخت چو یمن  
 گر چہ برویت نکشم در سیتز ق  
 لیک تو دانی کہ چو کیس آورم  
 در سپہم پا رکاب آورد  
 شاہے ازیناں و سپاہی چنیں  
 جز تو کہے گردم ازیں در زدی  
 لیک توئی چون پئے ایں سریر  
 مرد سخن گوی چو پاسخ شنید  
 رازنہاں را بدل اندر نوشت  
 رفت بشہ پاسخ پیغام برد  
 شاہ ازاں زمرئہ بحر جوش  
 نختے از اندیشہ فروشد بخویش  
 مصلحت آن دید ز راے صواب  
 باد و جواں پنجبہ ہم بر فرزن  
 کیست کہ از آتج آتش نسخت  
 صید بقوت کہ تا نذر شیر  
 ہست مرا حجت قاطع ز تیغ  
 از پئے تعظیم تو شمشیر تیز  
 شہ فلک را بزین آورم  
 ریگ بیاباں بحساب آورد  
 گرد مینگیز براہے چنیں  
 سر ز نش تیغ منش سر ز دی  
 من ندہم گر تو توانی بگیہ  
 نا پنجہ می گفت زباں در کشید  
 سوی فرستندہ خود باز گشت  
 ہر چہ بدل داشت زباں اسپر  
 چوں صدف بحر فردہشت گوش  
 نادل داناں چہ آرد بہ پیش  
 کا پنجہ بگفتند بگوید جواب

پہنچتے آجندرم خانان مزن  
 تخت نہ زآباست مراکز منست  
 ملک گراز ارث بدی فی زبخت  
 ملک بمیراث نیابد کسے  
 ور تو ز میراث پدر دم زنے  
 هست نیک سو بتو میراث شاه  
 حضرت سلطان شہید کریم  
 راند چو در راہ ابد مہد خویش  
 خود چو ازیں عالم خود راے رفت  
 کرد بجائے تو مرا تا جو ر  
 شہ بجیات خودم ایں نقش سبت  
 گرتوازاں شاہ نکوزادہ  
 مثل من لے یاد تو شادی مرا  
 از تو اگر نام پدر روشنست  
 نیستم آن طفل کہ دیدی نخت  
 حسرت مخوانم کہ ز دور ز من  
 شرط ادب نیست مرا خرد خواند

من ز تو زادم نہ تو زادمی من  
 ملک عقیق و فلک آ بستنست  
 کسے شدی پیشتر از تو بخت  
 تا نزد تیغ دو دستی بے  
 قصر سہ جد راست ز من روشنی  
 من ز سہ شاہم بتو میراث خواہ  
 حسلہ اللہ بجنہ عظیم  
 خواند و مرا کرد ولی عہد خویش  
 جائے خودم داد و خود از جائے رفت  
 من سپرم لیک بجائے پدر  
 ملک من ست ایں دگریرا چہ ست  
 من ز تو زادم کہ از وزادہ  
 ہم تو نژادی کہ بزادی مرا  
 خطبہ جد میں کہ بنام منست  
 بالغ ملک بلاغت درست  
 داد حسد او در بزرگی بمن  
 بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

صبر الدین غیاث الدین محمد بن الدین



پیش من از پری لشکرات  
 لشکر من نیست کم از شکرت  
 من کہ سپہ را بو غار اندہ ام  
 تیغ بر آں گو نہ کشیدم بڑوں  
 کا منہ اگر فے تباہد ز پیش  
 تا بگوشاں فگنم در حریل  
 با چو من تیغ فشاںی مکن  
 لشکر من گشت چو صحرا خرام  
 در صفِ پیلانِ من آید بکار  
 پیل بجائے کہ بجند ز جائے  
 در چہ ہزار اسپ کنند ایستائے  
 اسپ تو باد آمد و پیل چو کوہ  
 پیل بیک حملہ صفے بشکند  
 اسپ چو با پیل نماید ستیز  
 پیل چو خرطوم بر اسپ انگند  
 اسپ ترا گنبد اگر بے حدست  
 قیمت یک پیل ہزار اسپ پیش

حاضر م اینک من اینک مصفا  
 کشور من بیشتر از کشورت  
 نہ از سر بازی و دغا راندہ ام  
 کش بلب سند بشویم زخوں  
 از کجک پیل کشم سوے خویش  
 ساسد از حلقہ خرطوم پیل  
 دولت من مین و جوانی مکن  
 دور ز میں گردنماید تمام  
 ابرو قطرہ صفت بے شمار  
 پشت ہزار اسپ کند زیر پایے  
 کوہ چہ غم دار داز آسب باد  
 باد بکسار ندارد شکوہ  
 در صفِ پیلاں کہ شکست انگند  
 چارہ تو دانی کہ چہ باشد گریز  
 بر کند از خاک و نجاکش زند  
 پیل مرا خود ہمہ تن گنبدست  
 کرد و ہزار اسپ کی پیل پیش

باز پیغام پدر بر سپر خود که بر زم  
پیل خویش از خمی مست کند رمید

جست دگر موئے شگافِ نیکو	عمر بگفتارِ چو موکرده صبر
راز که باریک تر از موئے بود	موی بمویش همه بشگافت زود
کز من بیدل بسوئے جاں خرام	جان مرا از دل من ده پیام
کای سر از آئین وفا تا فست	وز تو دلم تا مشتگی یافت
گرچه بغیبت شدیم کسینہ توز	بخج چه داری بحضورم مہنوز
آدمے را کہ بود گرم خوں	خونش بہ پیوند بود رہمنوں
طرفہ کہ تو خونی و لبند من	لیک نہ گرم بہ پیوند من
با چو منے دور کن از سر سنی	چوں بصفقت من تو ام و تو منی
مشک شوم ہم کشتی بوی من	چسیت بنزدیک تو آہوی من
تیغ مکش تا نشوی شہر سار	از من اگر نیست ز خود شرم دا
گرچہ کہ تیغت بگمردن روشن ست	گوہرت آخر نہ ز تیغ من ست
تیغ زباں را چہ کشتی در عتاب	نیست حسابیت ز روز حساب
بہ کہ دریں کار زباں در کشتی	تیغ کشتی بہ نہ زباں بر کشتی
تیغ خوش و تیغ زباں ناخوش ست	تیغ چو آب ست زباں آتش ست

## باز پیاخ ز سپر سوے پدر کا سپ مرا

### پیل بندست والے کہ بہ پیچد عباں

داد جوابے ادب آئینہ	عبتی ہاے عجب نگینہ
کائے برخم چشم جفا کردہ با	دیدہ مہر تو برویم نہ
چند زنی لاف ز پیلان مست	کا نچہ تراہست مرا نیزہست
پیل ترا نچہ دمارا صدست	واسپ تو دانی کہ بڑوں از حدست
در نبود پیل چو توسن بود	پیل تو در سلسلہ من بود
ز اسپ تو اں پیل گرفتن بے	لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ	حاجت پلش نبود ہیج گاہ
در بودش پیل دے زیر راں	حاجت اسپش بود اندر راں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل	شاہ پیادہ است ببلا می پیل
گر نبود پیل تو اں ملک داشت	در نبود اسپ بباہد گداشت
پیل ترا اسپ مراد رخورست	زانکہ ز پیل اسپ بے بہرست
ہیں کہ بشطرنج ہم اُستاد کا	پیل کم از اسپ ہند در شمار
کم مزن اسپان مراکز نشان	پیل شکارند سواران شاں
پیل تنائی کہ دریں لشکرند	لے کم از اں پیل خصومت گرند

اسب بهر خانه بود در سپاه  
 از سپه خویش چه رانی سخن  
 چرخ بیفتد چو بنخزم ز پاے  
 گر نکشم تیغ که خون تو ام  
 یک ازاں تیغ ترا نم مای  
 چون پدر من ز جهان رخت برد  
 هم تو بدانی که نه آن کار تست  
 تخت رها کن که سزای تو نیست  
 گر کمر کینه کنی استوار  
 در بهدار کشد این گفتگوی  
 لیک بشرطی که دریں لای من  
 کرد رواں رشته کش سلک در  
 پیش سیر آمد و بوسید خاک  
 چونکه نبودش ز گزارش گزیر  
 شاه که آن سلسله پُر گره  
 کرد پیر از چین سرب و زکیس  
 پیل بحسن شاه که نثار دنگاه  
 حمله پیلان مرا یاد کن  
 خاک بلرزد چو بکنم ز جاے  
 تا تو ندانی که زبون تو ام  
 کز تو بریدن نتوانم مای  
 در بامانت بهوکاری سپرد  
 دشمن تست آنکه دریں یار تست  
 تا منم این پایه بپای تو نیست  
 پیش تو میش از تو در آیم بکار  
 نیز نتابم ز دغای تو روی  
 جاے پدر گیرم و تو جلے من  
 تا کنده از دُرّ صد فتنه پُر  
 لب سخن آمیزد دل اندیشه ناک  
 ستر سخن باز کشد از ضمیر  
 دید سلس چو شکنج زره  
 بلکه در آمیخت بهم روم و چین

بہر تو شد ساختہ چہر شہی  
 دامن پرتو طس الہی  
 تخت جہاں بہر تو برپاے کرد  
 لیک برآں تخت مرا جاے کرد  
 کرسی ز بہر تو کردند ساز  
 پاس منس بست بگو ہر طراز  
 خواست یکے خواستہ لیکن نیافت  
 دانکہ مہی خواست براو خود نیافت  
 محنت دریا ہمہ خواص برد  
 شاہ گہر بر کمر خاص برد  
 رفت یکے در طلب لعل سنگ  
 ریزہ نگیش نیامد بچنگ  
 داں دگرے را کہ غم آن نبود  
 لعل چناں یافت کہ در کاں نبود  
 کوشش ہیودہ ز غایت بر و  
 گوشتش ہیودہ ز غایت بر و  
 گفتن چہرے کہ دروغ نیست  
 کوشش ہیودہ ز غایت بر و  
 در نظر من کہ فلک سرہند  
 گفتن چہرے کہ دروغ نیست  
 این تن من نیست کہ بر تخت تست  
 در نظر من کہ فلک سرہند  
 ماہ فلک غرہ نماے من ست  
 این تن من نیست کہ بر تخت تست  
 تیز مہیں در رخ نور انیم  
 ماہ فلک غرہ نماے من ست  
 طلعت من مین و بوشت کوثر  
 تیز مہیں در رخ نور انیم  
 و بقیں در دل تو ایں ہو ست  
 طلعت من مین و بوشت کوثر  
 تاج زمیں می طلبی چرخ سارے  
 و بقیں در دل تو ایں ہو ست  
 تاج زمیں می طلبی چرخ سارے

لے لے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آمد یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز، تا آن تلج مازیر پایت کشم ۱۲

گرچه که پیلان تو کوه آمدند  
 شیر بر دم چو بر آیم لمیر  
 با همه این قوت و جوش سپاه  
 با تو برابر نشوم در مصاف  
 قصه شود در دهن مردوزن  
 تیغ که سهراب برستم کشید  
 گر گهر سلم پذیرد نطنام  
 در زر کینه فرازی سنان  
 گرچه که از گردش دور سپهر  
 در همه آتش زنی از چار سو  
 تیر تو گر خواست بجایم حلیه  
 چشم تو ام تیر برابر مکش  
 تیغ کشم سوے تو ام خون کشد  
 گر بگهر تاجستان تو ام  
 در هوس تاج ترا در سرست  
 در چه تویی در خورتاج دگیس  
 چوں سرم از بخت سرفراز گشت

کوه تا نم هم پیل افکند  
 شیر بود همسر که بر آید شیر  
 نیستم اندر پی آزار شاه  
 در چه بدوزم بیاں کوه قاف  
 کین سپر با پدر خویشتن  
 هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید  
 حلقه بگو شتم بر ضاے تمام  
 باز کشم تا بتوانم عنان  
 تا فتنه بر سر من هم چو مهر  
 روے تا بم ز تو از هیچ رے  
 من بکشم تا بتوانم کشید  
 خون تو ام تیغ جفا بر مکش  
 بر سر خود تیغ کسی چوں کشد  
 عیب مکن گوهر کان تو ام  
 من گهرم تاج بمن در خورست  
 ملک بمن میدهد انگشتریس  
 تاج تو بر تارک من باز گشت

مَنّت بخواہم تو نخواہی اگر  
 من نخود آمدہ پہلو سے تو  
 جز بتما سے تو سودا من نیست  
 قاصد تو گر کند اینجا گذر  
 ورز تو ام حاجبے آید بہ پیش  
 پیک تو گر نامہ رساند من  
 گرد سمندت کہ بر آید مبہاہ  
 تیغ کشی تیغ تو جاں بخشدم  
 ورنہ تیر بسویم جب  
 گرچہ کہ سلطان جب نام بلک  
 لیک چودورم ز تو لے نیک بخت  
 بخت من اراپا یہ برا فلاک سود  
 تاج خود اراپر دُر کمون کسہم  
 در شدہ در چشم کساں از تو نور  
 مردمک دیدہ غیرے شوی  
 دیدہ کہ نادیدہ دیدار تست  
 نیست بنزدیک من از میں دم  
 ورت بخواہم چہ خواہم دگر  
 کار زو آورد مرا سوے تو  
 بہتر ازیں ہیچ متنا من نیست  
 در رہش از دیدہ فنا من گہر  
 شامش از مرتبہ بر چشم خویش  
 ورد دلش سازم و تعویذ تن  
 سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ  
 زائیدہ بخت نشان بخشدم  
 ہر گرہش تازہ فتوحسم دہ  
 تاج دہ و تخت تاغم بلک  
 نے خوشم از تاج و نہ شادم زرت  
 با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود  
 با تو چو ہمسر نشوم چوں کسہم  
 دیدہ من ماندہ ز روے تو دو  
 طرفہ کہ از دیدہ من در روی  
 دیدہ و نادیدہ گرفتار تست  
 بیشتر از دوری تو، ہیچ غم

## باز پیغام پدر جانبِ فرزندِ عزیز

ماجرای که زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشنده از اں امر چپ	باز شد کرد حکایت درست
شاه سخن را دیگر از سر گرفت	نکته باز مری در گرفت
کای ز نسب گشته سزای سر بر	در سپرے ہتھو پدر بے نظیر
چشم منے پیچ غبارے میار	چشم نشاید کہ بود پر غبار
در چہ غبار ست ز کار تو ام	سر نہ چشم ست غبار تو ام
کیں نکم یک بتکیں کس	مہر ہا گر کس نہ م کیں کس
تا تو ندانی کہ دریں جست و جو	از پے ملک ست مرا گفتگو
گر چہ تو انم ز تو ایں پایہ برد	از تو ستانم کہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمونی بملک	از پے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایام تو	من ز تو و نام من از نام تو
باشش بکام کہ بکام تو ام	زندہ و نا زندہ بکام تو ام
من بتو ام زندہ تو زئی یر سال	تا ز تو من نیسہ بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گذیر	ایکے خوش می زی و ہر گز میر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا	گر تو بخواہی و نخواہی مرا



کے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب	وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
من کہ گل رستہ ز بلخ تو ام	پرتوے از نور چہ سرخ تو ام
شاہ نہ زانم شدہ برہمگناں	کزرہ منہرمان تو تا ہم عنان
گر ہمہ بر ماہ رسد فہرم	ہم بہ پائے تو باشد سرم
من کہ ز دروازہ استیلم ہند	لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ	فتنہ نیا جوج معسل راتباہ
تا بعد شاہ ز بالاسیاں	من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق برے	من بسم اسکندر مغرب کشاے
شو تو سوے کامروا نگیز خوش	من کم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہ سیلے جوے گنج	من ز در روم شوم سیم سنج
عجرہ از معبر دریا تو جوے	من دہم از تیغ بحرین شوے
زا بروے خود کن تو اشارت بہر	من سرخا قاں سنگنم بر زمیں
ارمن ہند ست ترا زیر دست	کارمن بالاست زمین در شکست
رو تو در آں قلعہ کمن پیل بند	اسپ بخو اہم من ازیں سو فگند
از تو ز ہند و ستدن پیل و مال	وز قبل من بخل قیل و قال

۱۵ قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اور تا بہ گرہ گویند ۱۲  
 ۱۶ خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذر گاہ دریا طلب کن ۱۲  
 ۱۷ یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افکنم ۱۲

دل کہ نیز دیک تو مجنوں ہو د  
 شربت دوری نتوانم چشید  
 ہجر تو شبگفت دلم نرم نرم  
 اے مدد جاں شدہ حاصل ز تو  
 می شودم دل کہ بگر بکشم  
 گرچہ جگر ہست بہر گوشہ  
 خود ز پئے دیدہ مردم پرست  
 لیک ازیں خزن تو اں حلہ دخت  
 سکے چوزد در دل من کیقتباد  
 بہر خدا صورت خویشم نماے  
 نقش چو پر زد ورق سادہ را  
 آمد و آورد پذیراے راز  
 شاہ چو پولاد پدر نرم دید  
 گوہر دل را بوف آب داد  
 گفت بتدبیر پسندیدہ زود  
 باز جوابے کہ پسندیدہ بود  
 دور ز تو دور ز تو چوں بود  
 در دہدائی نتوانم کشید  
 در رو و پیوند کن از خون گرم  
 کے شودم دل کہ کشم دل ز تو  
 پس بدلت ہچو بگر در کشم  
 بہ ز تو ام نیست جگر گوشہ  
 جز تو مرا مرد مک دیدہ ہست  
 شمع بہتاب نشاید فروخت  
 نامہ کاؤس کے آرم بیا د  
 نام برادر مغزا الدین  
 روی گدواں و تبرس از خداے  
 باز فرستاد فرستادہ را  
 قصے آرم باز م ساز  
 تیغ سیاست بمیاں در کشید  
 سلک سخن راز گہ تاب داد  
 باز جوابے کہ پسندیدہ بود

باز از شاہ جہاں پاسخ پے نام پدر  
 شربت آب حیات از پئے سوز ہجر ایں

خازن شہ آمد و در باز کرد  
 گشت جهان معدن و در عدن  
 ہر کہ در آن بزم طرب ساز گشت  
 بسکہ ز زر گشت زمیں ناپدید  
 شاہ چو از خون قدح گشت خوش  
 خواست دلش تا بخوشی جامے  
 کرد اشارت کہ در آمد بہ پیش  
 زان گل نورستہ دل تابور  
 بر رخ آن گلے احمر کشید  
 دیدہ ہر آن نور پسندیدہ داشت  
 زیور انسر بکلاہ او سنگند  
 گرچہ دلش مہر بکاؤس داد  
 بادہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز  
 لیک سریر سری و تاج کے  
 چو اثر شوق ز غایت گشت  
 روے بکاؤس کے آورد و گفت  
 دادن انسر ز سر آغاز کرد  
 کرد زمیں باز بر صامت سخن  
 دامن پرگو ہر دوز باز گشت  
 ہر کہ زمیں جست نشانش ندید  
 دل بگلر گوشہ شدش مہر کش  
 نوش کند بر رخ کاؤس و کے  
 خاکلے بوسید بر آئین خویش  
 شد ز گل تازہ و تر تازہ تر  
 لیک بوی گل دیگر کشید  
 دل بدگر مردگ دیدہ داشت  
 قرعہ خورشید باہ او سنگند  
 ہم زد دلش دور نشد کیقباد  
 قصہ غیبت بحضورش بریز  
 دست بدامانش ہی زد کہ ہے  
 کفہ دانش ز کفایت گشت  
 تا شود آں ماہ بخورشید جفت

تاج ز تو سر ز من افسر اخن  
 تاتو بمشرق بوی و من بغرب  
 در ملاقات ره د رای تست  
 نیست مرا آن محل دآں نسکوه  
 در فکند راسے تو بر بنده تاب  
 شاه بر ترتیب صوابے که بود  
 داد بحاجب سلب زر نگار  
 بس که گراں شد سلب زر کشید  
 خورم و خداں چو گل از بارگاه  
 رفت و نمودار خود آخبا نمود  
 غالبی صلح که در نامنه برد  
 بادشہ شرق چو این مرده یافت  
 کرد نشاط می و آشگران  
 باز طلب کرد بعنبر همارے  
 گیسوے چنگ قح آب رنگ  
 داشت اصول طرب فیل قال  
 علاج ز تو تخت زمن سافتن  
 حربہ خورد دهر که در آید بحرب  
 افسر من خدمتی پایے تست  
 کز سر خود سایه فشاغم بکوه  
 ذرہ شوم پیش چناں آفتاب  
 چوں برضا گفت جوابے که بود  
 بافتہ بحیرہ دُر شاہوار  
 حاجب ازاں بار چو ابر و حمید  
 سوی گلستان دگر حبت راه  
 هر چه ز دریافت بد ریا نمود  
 شمه بشمہ همه شہ را سپرد  
 روش چو خورشید ز مشرق بتافت  
 محلے آراست کراں تا کراں  
 خون خروس از بطسرخاں را  
 دُور بے داد و تسلسل بچنگ  
 رنخین خون صراحی حلال

کاے غم تو کردہ بجا نم اثر  
 جائے تو در چشم تو در جائے نہ  
 تاشدی از چشم من لے آفتاب  
 خواب من از دیدہ من آب برو  
 ایں منم و نقش تو د آب چشم  
 گرچہ چشم برخت روشن ست  
 گرچہ پرستیدن صورت خطاست  
 لے بصر دیدہ و جان پدر  
 صبر من از دوری تو رفت دور  
 من کہ صبوری نتوانم ز تو  
 می نکنند سوز من اندر تو کار  
 آمدنم نہ از پئے ایں کار بود  
 ایں قدم عرصہ دریں ملک است  
 لیکنم از بس کہ بتو دل کشید  
 ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں  
 تشنہ دیدار توام روز و شب  
 از تو نشاید کہ بدیں سان روم

تو ز من و حالت من بے خبر  
 پہنچ سوے مرد میت راے نہ  
 دیدہ خود پیش ندیدم بخواب  
 آب من ایں دیدہ بخواب برو  
 عکس خیالت شدہ متاب چشم  
 صورتت آخر بخیال من ست  
 صورت تو گر بپرستم رواست  
 زان دگر کس نہ از آن پدر  
 مر حمت کن کہ بمانم صبور  
 واسے کہ محروم بممانم ز تو  
 باش کہ تا در رسد آل روزگار  
 کافرو استیلم تو انم ربود  
 کم نرود سوی دگر پایہ دست  
 میل توام رخت بمنزل کشید  
 نیست مرا طاقت غم بیش ازیں  
 شربت خود باز بگیرم ز لب  
 تشنہ دل از چشمہ حیوان روم

سوے برادر شود آراستہ	باسپہ و کوکبہ و خواستہ
جست بے ہدیہ بعیت گراں	دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
بے عدو از رشتہ دُردری	دوختہ زان رشتہ لب جوہری
سلک دگر از گرشب چراغ	ہر گرے مملکتی را سراغ
لعل کہ بودہ است نہایت بڑوں	شگ نہ مرا ز پئے شاں خوردہ خواں
جامہ ہندی کہ ندانند نام	کز تنکی تن نباید تمام
ماندہ بہ چمپیدہ بناخن نہاں	باز کشائیش بپوشد جہاں
عود محبت زار و قمر فصل بمن	خرمنے از نافہ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت	صندل خالص چو درخت بہشت
ساخۂ ہند بے تیغ تیز	تیرہ از آب گہ آب خمیز
سرفک بک بردہ بے زندہ پیل	کوہ گراں را بقیامت دلیل
ہدیہ چو آراستہ شد بے شمار	چار طرف گشت طائف بکار
داد بہنژادہ و کردش رواں	ساخۂ باکو کبہ خسرواں
وانچہ سخن بود ز اسرار ملک	کن کن از ضابطہ کار ملک
چوں دگرے محرم آں سر نبود	محرم سر دید فرو خواند زود
تا بامانت بودش در ضمیر	باز رساند بامانت پذیر
راز کہ داند کہ چہ بد و نہفت	ظاہر ش از باطن آشفتہ گفت

بردرد دہلیز شہ تاج بخش  
 تھخہ آور دہ ہمہ کردہ راست  
 بیشترک شد بر میں بردہ رے  
 شاہ بردیش چونظر کرد حیت  
 گرم فرو جست ز تخت بلند  
 داشت باگوش خودش تابیر  
 با خودش از فرش باورنگ برد  
 گاہ ممش خواند بر عنسم پیر  
 گاہ ز پایش بکفت افشا خاک  
 گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت  
 گاہ نظر بر رخ زیباش کرد  
 گاہ بیک دیدہ شدش بہنمای  
 چوں کہ دو افسر بوفاشد یکے  
 پرسش از اندازہ و غایت گشت  
 از درد دیگر سخن آغاز گشت  
 شاہ بکاؤس کے آور دہ گوش  
 جاسے ادب دید و در آمد زرخش  
 شد و وصف آراستہ از چپ و راست  
 رفت زمیں راز تو اضح بموسے  
 دید در آل آئینہ خود را درست  
 کرد باگوشش تن از حمہ بند  
 سیر نشد چوں شود از عمر سیر  
 تخت کیاں باز کیاں اسپر  
 گاہ بہجسید سرش را بہمر  
 گاہ ز بناگوش خویش کرد پاک  
 گاہ دوبارہ بکنارش گرفت  
 گاہ دل از مہر شکیباش کرد  
 گاہ بحیثم دگرش کرد جاسے  
 در تہق نور دو جاشد یکے  
 حد نوازش ز نہایت گذشت  
 قفل ز گنجینہ سرباز گشت  
 نکتہ بروں داد خداوند ہوش

شاد کن این جان غم اندیش را      روئے نما منتظر خویش را  
تختِ کُحال دل ریشم بخواں      یا بمن آیا بر خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاهِ جہاں کی کاؤس

بر برادر چو گلِ نو بر سرِ رواں

گشت زماں موکب کاؤسِ شاه	سوے فریدون سریر و کلاه
آمد و آبِ سر و اگدشت	چشمه خورشید ز دریا گدشت
یافت خبر صاحبِ تاج و سریر	ز آمدن آں در دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت	تا نگردد همچو خودے راز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار	چتر کشاد از دو طرف چتر دار
کرد زباں آوری دور باش	چشم زدن دیدہ بدر اخراش
روئے زمیں از سپر و رمح و تیغ	گشت پُر از بارقہ برق و میغ
گشت صف آراستہ آچند میل	ز ابٹہی آدمی واسپ و پیل
پیش دویدند سُران و سپاہ	تالاب آب از پئے تعظیم شاه
پیش رکاب شہ مسند نشیں	جھجھ نہادند بروئے زمیں
سیر نمودند بزریرِ عمان	تا بدر شاہ نثار افگناں



فروغِ رومی تو تیزست زلفِ بر لبِ نثر  
ز آفتابِ بنہ آں شرابِ در سایہ  
بگفتِ خسرو یکشائے زلفِ تاشیند  
حریفِ مطربِ چنگ و بابائے سایہ

## رفیقِ شاہِ کیومرث و بتوزکِ عارض

### بر شہِ شرقِ یکجا عرضِ ایں جوہر آں

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں	مشکِ شب از آہوی مشرقِ نہاں
نافِ جہاں مشکِ زیں اسپر	باد شد آہوتگ و آں مشکِ بر
شاہ شد از سیرتِ خود مشکِ سا	خونِ بسوی صلح شدش ہنہای
شمعِ دل ملکِ کیومرثِ شاہ	خلدہ اللہ بحب و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش	جدادِ بکرد بڑوں از حدش
ہدیہ ز ریفِ خطا و عراق	ہر یک از اں طاقہ در آفاقِ طاق
از خرد اکسون و دگر پر نیاں	زیب تن تا جوران و کیاں
اسپِ ہمیں صلح و لایتِ نورد	گاہ تگ از باد بر آورده گرد
سخت کما نمازمہ نو منشرہ	در خور زہ کردن و نا کردہ زہ
سادہ غلامانِ خطا و تار	موی شگافندہ لبشِ روزگار
اشتر پویندہ و پولادِ پائے	کوہِ من از تنِ کوہاں نمائے

گنج سخن باز کشا در ضمیر  
 شاه پذیرفت بدل در گرفت  
 جام طلب کرد و بعثت نشست  
 از رخ فرخنده ایں هر دو کے  
 رہزن عشاق شد آواز چنگ  
 هر چه مجلس عنزل تر زدند  
 بر در او مطرب فرخنده فال  
 با خوشی دل چو شود بادہ کش  
 داد امانت با امانت پذیر  
 دزد گر اندیشہ سخن برگرفت  
 نے ز مے از خون عدو شست  
 ببلبلہ بلبلی شدہ گل کر مے  
 بادہ رواں گشت دران آہنگ  
 جملہ بنام شہ کشور زدند  
 دور میاد از غزل و از غزال  
 زیں غزلم گوش گر امیش خوش

## عنزل

بیاع سایہ بیدست آب در سایہ  
 کنوں چو باد بیاید چمید پیش از صبح  
 بیانگِ نوش مگر ساقیم کند بیدار  
 بسایہ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت  
 بہوستان منم امروز مجلس و گلے  
 در آفتاب ہمہ ساقیان ہم از رخ خیز  
 ہوا ی گرم تو نازک بریں مژگاناں  
 چو پای بند تو شد جاں در آفتاب مگرد  
 ازیں پس من جانان خوابیآ  
 بگلشنے کہ رواں باشد آب سایہ  
 چو خفتہ باشم مست خرابی سایہ  
 چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ  
 روانہ گشت می چوں گلاب سایہ  
 و گر صراحی نقل و کباب در سایہ  
 بنوش با من صہبای ناب در سایہ  
 مسوز جام و باز آشتاب در سایہ

بیشتر از جنبش این دارو گیر  
 کم ز چہ رود دست بر آں در شود  
 در سبق ارشاه قدم پیش راند  
 آدم اینک ہزاراں نیاز  
 بود بے پرستش شاہ زن  
 من بدر نشہ بسر آیم دواں  
 لیک مرا پایہ نویافت پایے  
 لیک خداوند سریر دکلاہ  
 مملکتش ضبط و جہاں زیر دست  
 شرط چہاں ست کہ در بحر و بر  
 لیک سز و گرشہ دریانشاں  
 شاہ چو فارع شد ازین گفت و گو  
 عارض دانا و کیو مرث شاہ  
 زاب گذشتند و سلطان شدند  
 حال بگوش شہ کشور رسید  
 رفت براؤنگ سکندر شست  
 با عیشہ بود مراد ضمیر  
 کیں شہ فہم زود میسر شود  
 این سبقت باد رقم باز خواند  
 تا کم این دیدہ بروے تو باز  
 کا مدن از خود طبلے یا ز من  
 چوں پسراں بر پدراں بگیاں  
 گلبن نوبہ کہ بجنبہ زجاے  
 بود ہمہ وقت براؤنگ شاہ  
 ہر چہ کند باک نہ از ہر کہ ہست  
 چشمہ کند بر لب دریا گذر  
 بر سراں چشمہ شود در فشاں  
 کرد رواں عارض فرزانہ خے  
 سوی شہ شرق گرفتند راہ  
 چوں گل و بلبل گلستاں شدند  
 کز چمن آن میوہ دلبر رسید  
 ذر صف پیلاں سد یا حوج بست

جنس دگر ہر چہ تو اس بڑ نام	وانچہ کشتش نام نداند تمام
ساختہ کردند ز ہر جنس صد	وز درو یا قوت بروں از عدد
داد و بشہ زادہ کہ بر جد رساں	خدمت من خدمتے خود رساں
دید کہ آن طفل و شے خرد سال	رہز بزرگاں نشناسد بچاں
توزک آن عارض منہ را نہ را	خواند و تہی کرد نہاں حنا نہ را
ہر چہ ز کاؤس شنید از ہفت	پاسخ آزا بہناں باز گفت
کا پنجہ دل شاہ ہاں مائل ست	رے مرا نیز ہاں درد دل ست
دل نہ ز کیں کرد و دانم بہ تو	کار زو آورد کشام بہ تو
تن بوجاگر چہ کہ حالتے نبود	دل ز تمنائے تو خالی نبود
ور نہ تو دانی کہ بشمشیر تیز	کس نکند با پدر خود ستیز
ظاہر مرنقش خلائی گذشت	باطنم از حد و فابہر نگشت
ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام	مصلحت ملک چناں دیدہ ام
تا چوشوم با تو مخالف بہت	دشمن تو باز شناسم ز دوست
جلوہ کم از ہمہ رو آن حبیب	تا ز ہر آئینہ چہ بینم خیال
دوست بود راہ بہ نیکی برد	دشمن از اندیشہ بہ نگذرد
آرزوے من کہ گذر بر تو کرد	مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پائے	کرد چو نوزش بدل دیدہ جلے
جنش خوں راز حب گمرازه کرد	مهر جلر گوشه ز سرتازه کرد
وز سرتاپا بنارشش گرفت	گاہ ز رحمت بکنارش گرفت
کرد پراز لولوے نائفته گوش	گاہ بیا قوت لبش داشت هوش
آئینه را بر سر زانو نشاند	روے و را آئینه نکاک خواند
ز آئینه زانوے خود روے خویش	دید ازاں گوهر نیکوے خویش
ماند به نطنارہ لولوے تر	بس کہ مبارک نطنر تاجور
میل بآئیندہ دیگر نکرد	دیدہ زمانے ز رخش بر نکرد
ہیج نمی کرد بجارض نگاہ	در رخ آں دیدہ ہی دید شاہ
بود کمربستہ بخدمت گری	عارض از آئین ادب پروری
خدمت عارض محل عرض یافت	تا نظر شاہ بر آں سوے تافت
کرد نمودار و بخازن سپرد	تحفہ دشاہانہ کہ با خویش برد
گشت سخن تازه ز اسرار تخت	ہدیہ چوازرہ بکراں بردخت
ریخت زلب ہر چہ درآمد گوش	مرد خردمند پسندیدہ ہوش
ہیج نگنجید ز شادی بجای	شاہ براں مژدہ شادی فزای
نادرہ چرخنی ہمہ ز زخا ص	داد بجارض ز قباہائے خاں

چہتر برآمد زدو سو کیسہ	ساختہ شد میمنہ و میسرہ
بارگہر داد کیانی درخت	پیش تادند بزرگان تخت
فرش کشادند تنق بر زدند	پردہ دہلیز بر آخستہ زدند
ساختہ شد پردہ پیدان بست	صف خنیت نو دوسورہ بست
مفرد کثر بند ککہ کثر نہاد	راست بہ پیرامن داخل ستاد
پایک ہندی معلق زنی	در صف خود گشت بہ تیغ فگنی
شعشعہ تیغ فلک تاب گشت	چشمہ خورشید ز سہم آب گشت
گر گئے زد بسر تیغ بہر	شعشعہ در پڑ گس کرد اثر
کار گزاراں ہمہ رفتند پیش	سجدہ کنناں پیش خداوند خویش
پیش عنان بانگ ردار وزند	سکہ نو بر درم نوز دند
رفت خراماں ملک ارجمند	تادرد دہلیز بہ پشت سمت
چشم چو برگلشن بختش فساد	گشت پیادہ چو گل از پشت باد
روے چو گل سود بہ پشت میں	گشت زمیں پر سمن ویا سمن
آمد از اورنگ بزرگی مسرود	دست بگل در زد و گفتش درود
برد و بالائے سریش نشاند	وز مرہ بر ماہ گرے فشانند
خون خودش دید بجاں در کشید	خون خود از دیدہ رواں بر کشید

دور ہی کر دچومہ بر سپہر	ساتی خورشید و ش و ماہ چہر
جام ز کف در دُر دگو ہر گرفت	شاہ ز ہرے کہ بکف برگرفت
زہرہ ہی رفت زدورش بر اُ	جام ہی داد بخورشید و ماہ
بود ازودر رگ جاں خارخا	زخمہ ستانوں کہ ہی کند تا
شاہ ز طوبی فلک آوازہ کرد	مجلسے از حسد بریں تازہ کرد
نغمہ طنبور نشاطش بگوش	تا بدش بادہ خوش باد نوش
مشکل من از کرش گشت حل	ایں عنزلم گرچہ ندارد محل

## عنزل

پیش ز خورشید ماہ رونماید مرا	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا
کاش کہ بادِ گراں دل نکشاید مرا	بہ تست ایں دلم بادِ گراںش منبہ
از توحہِ خونا بہار و نماید مرا	روے نہاشد اشک چہرہ من تا ہنوز
پیشتر از من دود، ہیچ نیاید مرا	خون مرا آب کرد گریہ کہ در خدمت
پیش چنیں مردے زیت نشاید مرا	دل بشنیدم کہ دوش لعل تو بوسید و مر
یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا	جان من آں روز رفت کم رخت آید پیش
مصقلہ وصل کو تا بزداید مرا	سینہ خستہ زتست آئینہ زنگ خورد

داد بشن زاده کیو مرثا نیز	تحفه آں ملک زہرگونہ چسینز
یافتہ چندیں کمر از در و لعل	دشت نور دان بر زب نعل
پیل بے زیر عمار ی زر	بار عمار ی ہمس گنج و گمر
وعدہ چناں رفت کہ فردا بگاہ	جنبش خورشید شود سوے ماہ
منزل سعدین شود برج تخت	مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود	وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قرار ی چناں	سکہ چو ز رشذ عیار ی چناں
خرم و خوش عارض و فرزند شاہ	باز نوشتند سوے خانہ راہ
حال نمودند بدار اے ملک	کاب در افرو د بد ری اے ملک
کار کہ اقبال خداوند خواست	شد ہمہ ز اقبال خداوند راست
وعدہ بفر د است ملاقات را	ساختہ شد رسم مراعات را
شاہ بفرمود بفرمانبراں	ساختن برگ و نوائے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار	گوہر دیا قوت ز بہر نشار
کانچہ ببا ید ہمہ یکجا کنند	جملہ بترتیب مہیا کنند
کار چو بر کار گزاراں گذاشت	خود می و شادی و طرب پیش داشت
جام ہی خواست ز ساقی مدام	تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چون بز میں داد تفت	کرد پُر از دُخ شرب بکفت



روزِ چو آخر شد و گراما گذشت      چشمِ خورخواست ز دیا گذشت  
 تاجِ شرق بر آہنگِ آب      کرد طلبِ کشتی گردِ دوشِ تاب  
 پیش کشیدند ہستی شکر      سدرہ و طوبی بجل کردہ صرف

### صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریا سے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساخۃ از حکمت کار آگماں      خانہ اگر دندہ بگر و جہاں  
 نادرہ حکمِ خدائے حکیم      خانہ رواں خانگیانش مقیم  
 اہل سفر را ہمہ بروے گذر      ہمراہِ اوساکن واد در سفر  
 گاہِ روشش ہمراہ او گشتہ آب      آبلہ در پاشش شدہ از جباب  
 جاریہ ہند زبانش سلیم      حال چندیں بچہ پس کن عقیم  
 عکس کہ بنمود بآب اندردن      کشتیِ خصم ست کہ بینی نگوں  
 ماہ رسن بستہ چو دلو استوا      یافتہ در حسانہ ماہی سترا  
 ماہ نوے کھل دی از سال ست      یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست  
 گشتہ گہ سیر ہلاش زبوں      عکس ہلال ست بآب اندوں  
 صورت آں تختہ کہ بد بے بہا      عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

## اتصالِ مہ و خورشیدِ قرآنِ سعیدین

### چرخِ گردانست بگردِ سرائیاں گزراں

گشت چو دریاے سپہر آگہوں	دا درواں چشمہ خود را بر دواں
کشتی مہ سوئے کرائی ساز کرد	چشمہ خورشید بد و باز کرد
شب کہ بگفت داشت دُر شاہوا	کرد براں چشمہ و کشتی نثار
شاہ در آں ناحیہ کاؤل نشست	دنگے دید در و تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگاشت	تحت دو جہد مسافت نداشت
نشہ ز زبردست عوض کوچ کرد	سوئے فرود دست بر آورد کرد
بیشتر ک شد قدرے ز اں سواد	نصبِ علم را رستم فتح داد
دور سر پر دہ ستارہ سائے	بر لبِ آبِ سر و شد بپائے
در محلے کاب رواں تنگ بود	گر چہ کہ پیمانش بفر سنگ بود
تا بگہ عبرہ آں شاہ شرق	زود ترے سیر نماید چو برق
تا جو آں سوی خود از جای خویش	آمدہ بد پیشتر از شاہ پیش
کرد سر پر دہ مقابلِ ملبند	مستظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاع کہ خواست	جملہ بر تیبِ ہمی کرد راست

تخته پئے حرف گرفتہ کبش  
 تخته نشد پیشِ معلم درست  
 دست چو در آب فرازا فکند  
 با چو جواں مرد کش آید بدست  
 لطمہ زناں بر رخ دریا بزور  
 دیدہ دل و دست خداوند خویش  
 تا عملِ حشر شدش مستقیم  
 پیشہ ملاح دروشیم پاشش  
 مرکبِ بحری ز سفر گشته چوب  
 بگذرد از آب سوارش بخواب  
 در تہ او آب بک خیز نیست  
 جوے کہ بگریست ترو آب دا  
 ہر کہ پئے آب برو شد سوا  
 در رہ بے آب نداند شدن  
 خاک نخواہد کہ غبار آورد  
 آب اگر گرد بگردد برش  
 با سبکی یار تواند کشید

باد بر آب از ہوش حرف کش  
 طرفہ کہ صد تخته بیکبار شست  
 آب بدست آورد و باز افکند  
 سیم سواراں و نپاید بدست  
 آب از اں لطمہ بفرماید و شور  
 بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش  
 آمدہ از عبرہ دریا ش سیم  
 تیشہ سنجار از دور خراشش  
 بر طرف بحر شدہ پایے کوب  
 غرقہ نگردد چو سوارانِ آب  
 گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست  
 گاہ لبش گیرد و گاہے کنار  
 آب گذارد چو بگیرد کنا  
 کیست کہ بے آب تواند شدن  
 تیسرگی دیدہ بار آورد  
 ہچ ز گرداب نگردد سرش  
 از سبکاں بار کشیدن کہ ید

لیک جزیں فرق ندانم کنوں  
 ابروے اودادہ بہر چشم نور  
 ہچو کماں پر خم و تیراز میاں  
 راہ نخواہد بہدارا شدن  
 او برسد تیر فلک را با وج  
 تیر دروگر چہ کہ پیش منگند  
 پیشتر از مرغ پرد و رکشا د  
 وقت دو منزل بدے بل دو چند  
 بستہ بزنجیر مسلسل دراز  
 یک زدن چشم کہ بینیش پیش  
 بر پرواز جاے نہ جنبیدنی  
 ہچو کلنگاں بہوا سرسرا ز  
 مرغ کہ آں از پرچوہیں پرد  
 ہر طرفش رہ بشتابے گر  
 از تگ طوفاں شکنش در شتاب  
 گرچہ ز دریا گذر و بیش و کم  
 دیدہ شب و روز بے گرم سُر

کوست سہرا فراختہ ابرنگوں  
 چشم باز ابروے نیکوش دور  
 تیر تادست و کمانش دُاں  
 راست چو تیرے بگذا را شدن  
 تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج  
 پس قدش گرچہ کہ پیش منگند  
 پیشتر از باد رود روز باد  
 بار سن و سلسلہ و تختہ بند  
 بحر رواں زوشدہ زنجیر ساز  
 تا بزنی چشم نہ بینیش پیش  
 نیست دریں ہیچ پرائیدنی  
 پرچو حوہل زد و سوکروہ باز  
 طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد  
 ہر قدش سیر بر آب دگر  
 معجز فوج آمدہ بر روے آب  
 آب نباشد مگر شش تا تکم  
 رفتہ بہر سوز پے آب خورد

صبرِ بھی خواست نمی آمدش  
 بود ازیں سوئے مغرِ جہاں  
 چوں کہ در آں شیفۂ خویش دید  
 پیش شد از دیدہ نارش گرفت  
 تشنہ دو دریا ہم آوردیل  
 یکدگر آورده در آگوش تنگ  
 چوں گل و غنچه که جہد از خزاں  
 جاں بدو تن بود یکے از سخت  
 قدّ دو فرقد که بسم باز خورد  
 چرخ بکف کرده طبقہائے نور  
 از پس دیرے کہ بخویش آمدند  
 گفت پسر باید پراینک سریر  
 گفت پدر با پسر این خود خطا  
 باز پسر کرد بگوشش خطاب  
 باز پدر گفت کہ این ظن مبہر  
 باز پسر گفت کہ بالاحسن لم  
 باز پدر گفت کہ این جائے تست

گریہ نمی خواست ہی آمدش  
 ساختہ بر جای ادب چں شہاں  
 شیفۂ ترشد چو از ویش دید  
 شہ بدوید و بکنارش گرفت  
 تشنہ و از دیدہ ہی راندیل  
 ہر دو نمودند زمانے درنگ  
 دور نشد آں ازیں دایں ازاں  
 صورت تن نیز یکے شد درست  
 کار دور رویہ ہمہ یک رویہ کرد  
 فاتحہ می خواند بریشاں زدور  
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند  
 جائے تومن بندہ فرماں پذیر  
 ہم بتو ایں پایۂ دولت سرت  
 کائے مہ ازیں منزل خود رو بتا  
 کز پسر فرسہر بر باید پدر  
 کز تو برد پایۂ تخت تو نام  
 کز تو شود سکۂ نام درست

موج گراں یافت سبک بر رود	ارچه گراں گشت سبک تر رُو
گرچه که ده سال برید از درخت	هم تنی از بار نگشت اینت بخت
طرفه درختی ست نمودار او	کادمی واسپ بود بار او
شاه دران خانه چوین نشست	وزیل چوین همه دریا به بست
آب شد از بحر رواں تخته پوش	کرده زهر تخته معلم خروش
موج سوی جاریه می برد دست	بیل سیلش همی کرد پست
نعره ملّاح که می شد باوج	برتن خود لرزه همی کرد موج
سلسله موج زوامی که بافت	ماهی ازان ام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زین همچو دیگ	آب رواں تشنه نگل شد بریگ
آب ازان غلغل زاندازه میش	گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پونیده که چون تیر بُد	بود بجای که زمین گیر بُد
وز خلّه پشت کشف ناتواں	داشت بے رخنه بر گستواں
عکس رسنا که فرو شد آب	بست پهلوی ننگاں طناب
کشتی شه تیز تر از تیر گشت	در زدن چشم ز دریا گذشت
راست که شه بر لب دریا رسید	گوهر خود بر لب دریا بدید
خواست که از سوز دل بیقرار	بر جہد از کشتی و گیر دکن

۱۴ یعنی از خلش غلّه (پتوار) بر پشت کشف رخنه مثل بر گستواں (جہال) اسپ پیدا شده بودند ۱۴

دو دنیاں ہر طرف بے صف  
 لعل و زبرجد کہ بر آیت خند  
 تودہ لعلی کہ ہر گوشہ بود  
 زاو تو گوئی ز زمیں ز رسم  
 چوں پدر قبال پتازہ کرد  
 گفت کہ امروز بس ست این قدر  
 شکر خدا را کہ رسیدم بکام  
 زمیں نمط از کام چو دمساز گشت  
 رفت پدر کشتی مقصود راند  
 کرد طلب کشتی دریا نشاں  
 سیل و اں کرد محیط شراب  
 غوطہ خورنید ز سر گزشت  
 ہوش بگرداب قح در فاد  
 عقل شد از ہر کشیدن رو  
 جنگ زگیسو سیدہ ام یافت  
 عقل اگر شد بقیح ناپدید  
 کردہ طبقہ سبے جوا ہر کتب  
 برد و سرفراز ہی رخنند  
 رے زمیں پر ز جگر گوشہ بود  
 حاملہ شد خاک ز دُرِ مہم  
 ز اں شرف آفاق پر آوازہ کرد  
 روزید گر حب لوہ ملک دگر  
 کام دل خویش بدیم تمام  
 فرق سپر بوسہ زد و باز گشت  
 باز سپر بوسہ بکشتی نشاند  
 کشتی زرداد بدریا کشاں  
 تابلہ آہمہ اجوش آب  
 کیست کہ جز شاہ جہاں بگشت  
 داد ہمہ رخت ادب آباد  
 او ہم از اں قعر نیاید برو  
 گرچہ در افگند زانیافت  
 عقل عقیلہ بہت نیاید کشید

باز پسر گفت کہ بر شو بخت  
 باز پدر گفت کہ لے تاجدار  
 دیر بماند دریں گفت و گوے  
 چوں پدر از جانبِ فرزند خویش  
 گفت کہ یک از زویم در دست  
 ایں کہ بدستِ خودت انہی بخت  
 زانکہ بغیبت پوشدی بر سریر  
 گرچہ تو محتاجِ نبودی بمن  
 با پسر ایں نکتہ چو لختے بر اند  
 خود بنگال آمد و بر بست دست  
 داشت دریں زیر خیالے نہاں  
 کاسے دمِ تھاں در رہ اخلاصِ پیا  
 من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ  
 ہر کہ ازیں پایہ والا برد  
 بود ستادہ نفسے ہم بجایے  
 گرچہ پدر بر سر تختش کشید  
 چوں خلفاں شرط و فامی نمود

کایں محل از بہر تو آراست بخت  
 تخت ترا بہ کہ توئی بختیہ  
 پایے کسے پیش نشد پایہ عجبے  
 شرطِ ادب دید زاندا زہ بیش  
 منت شد کہ کنوں حال ست  
 دست بگیرم بنشانم بہ تخت  
 من نہ بدم تا شدے دستگیر  
 کافر ملکی بسرِ خویشتن  
 دست گرفت و بسریش نشانہ  
 ماند از اں کار عجب ہر کہ ہست  
 آگئے داد بکار آگساں  
 بہ کہ نباشید دریں کار ست  
 بندہ بریں گونہ شدم پیش شاہ  
 نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد  
 ہم نفسش نیز ستادہ پایے  
 شست و فرد و آمد و پیش و دید  
 خواہش عذرے بسزای نمود



شد کرہ چسب چو گنبد نما  
نعلِ مه افکند بگنبد ز پائے  
زردہ صبح از طبق خاکِ جبت  
رفت و بیدار اتقِ بر نشست  
شاهِ فلک مکبِ جوزا ستام  
هم شد و هم شامِ سواری تمام  
جست نہ گمانہ تگاور بہ پیش  
در دل دریا شدہ از آبِ شام  
رفت امیر آخور و آرد زرد  
ہر چہ در اطرافِ جہاں باد بود  
پس کہ پراز باد و ان گشت و  
مرکزِ خاکی کرہ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ ز سرعتِ بخرج و بیج  
توانِ خارجِ شاں گفت داخلِ چوں جا

تیز تکانِ ہمت بازی نژاد  
چون دمِ آتش و انبانِ باد  
گردِ سرینے ہمہ گردنِ رن  
تا بہ فلک گردنِ شاں سرفرا  
تیز تگِ گوش چو پیکانِ پدید  
بر سر یک تیر و دو پیکان کہ دید  
سر چو مہ افراختہ بر افجِ مہر  
ساتھ از چشمِ چراغِ پسر  
از ہنر آراستہ پا تا بفرق  
گاہ روشِ ابرو بختن چو برق  
در گلہ بے دست زدنِ جبتہ  
کوفتنِ پا بطرقِ کردہ فن  
نازکناں در صفتِ نازکی  
زخمِ نخورہ گمے از چابکی

عقل دولت کہ مباداش نقل      باد سرافراز جانی چو عقل  
 بادہ کہ از عقل رہاید چراغ      تا ابدش عقل فزائے دماغ  
 چنگی او عقل فزائے جہاں      عاقلہ عیش و نشاط شہاں  
 این عندل از تار ترنم سرا      در سر او یافتہ چوں عقل جاے

## عندل

خوڑم آں لحظہ کہ مشتاق بیائے برسد      آرزو مند نکلاے بہ نکلاے برسد  
 دیدہ برے چو گل بندہ دونه بود خبرش      گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خاکے برسد  
 تن چویش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند      از پسِ قطعِ سوا حلِ کبناے برسد  
 لذت دیدن دیدار بجاں کار کند      جانِ بیکار شدہ باز بجاے برسد  
 گرچہ در دیدہ کشد حسیحِ غبارش نبو      ہر کجا از قدمِ دوستِ غبارے برسد  
 لے خوش آں تلخی پاسخ کہ دہد بعد از ہجر      کہ خاکے شکن از بہر حُسنائے برسد  
 لذت وصل نداند مگر آں سوختہ      کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد  
 قیمتِ گل نشا سد مگر آں مرغِ اسیر      کہ خزاں دین بود پس بہائے برسد  
 خسروایار تو گرمی زسد خود می پوک      بہر تسکینِ دل خویش کہ آرے برسد

ذکر در اسپ فرستادنِ سلطان پید  
 ہم ہراں گوئے کہ در باغ و زرد باد و زرد

کا نہ سخم طلق آزاد گشت  
 باد گرفت اسپ کساں ابو  
 گرچہ کہ زادہ شدہ بانبند پاک  
 بر سر نہ چسبج بود جانی شا  
 پیکر آں اہ نور دان پاک  
 بر سر بند خواہ رواں تر شدہ  
 صورت شاں از روش پذیر  
 گشت چو ستارہ منازل سپر  
 زال میرہ یافتہ در برج باد  
 جوش کیت از میدان شاہ  
 شکل سیان سرفراختہ  
 آتش سوزاں کہ ز تاب وجود  
 تیزی خنکان محیط آزمون  
 گنبد شاں کردہ فلک اخرا  
 سونیاں خوش فشان در گردن ما  
 کرد بھجن زمین آسمان شبت  
 وز رہ شاں رفت بھجر اخسو  
 ہم کہ تگ ماندہ صبارا بجاک  
 گرنہ بود بند بہر پائے شاں  
 باد مجسم شدہ بر روی خاک  
 وز بسکی دیدہ دروں در شدہ  
 دھم مصور شدہ اندر ضمیر  
 ماہ سبک سیر شدہ نعل زر  
 باد بے گرد ستارہ داد  
 مست ہی کرد کساں را براہ  
 آتش از دو دسلب ساختہ  
 ہم زتن خویش بر آوردہ دو  
 آب ببرد از فلک آبگوں  
 گنبد آبی شدہ بر روی آ  
 وز دم شاں بر گس و سون دما

۱۵ طلق نام بیماری کہ در سخم اسپ می باشد ۱۲ ۱۵ لے زمین امی نور دیدہ ۱۲

۱۳ گزشتہ بود ند ۱۲ ۱۵ اسپان مشک ۱۲

۱۵ سونیاں - اسپان بزرگ سوسن و فشان سوسن عیال - دما بمعنی دمنده ۱۲

کبک خرامندہ بھجن سرے  
 کبک دواں ابرودہ ان پے  
 ہیکل شاں گرم چو آتش گے  
 آتش شاں چوب نخودہ گے  
 کوہ گراں لیک گے اس سنگِ نر  
 یک تگ شاں جزبہ فرنگِ نر  
 سنگِ راس کوہِ نساں ناپید  
 کوہ کہ بے سنگ بود کس نید  
 ز آتش خود گرم رواں ہچو تیر  
 سوختہ شد کرۂ گرمِ ایشیر  
 از تگ شاں کاںِ ہر ضررہ  
 باد بدیوار بے سرودہ  
 سرعت شاں از تگ شاں بیشتر  
 گاہ تگ از خود قدمی بیشتر  
 وزرہ جولان بفلکِ اہ شاں  
 بے سم شاں کوہ نیار و خمید  
 پانہ نہادہ بزمیں سپحِ جاے  
 کردہ ہوا درتہ ایشاں زیں  
 آبِ رواں از پئے صحرِ اکبشت  
 پانہادہ بزمیں حُسنِ حبیبیں  
 کہ بیکد خشتِ زمیں بشکند  
 آبِ صبا از پئے گلگشتِ دشت  
 از لکد پا کہ بیک پے فشر  
 گاہ بیک جست و گنبد کنند  
 چوں شمشاں لرزہ گیتی نکلند  
 خرگہ پر نہ کرۂ را کرد خرد  
 گاہ روشن اس سم گیتی نور  
 کرۂ ناگند زمیں اکبند  
 از کرۂ خاک برآور گرد

بستہ بریشم گہر مہر دار  
 شاہ چو در مہر شاں چشم پشت  
 گر چہ ہمہ مہر شاں چیدہ دید  
 کرد گزین اں ہمہ گرد و تنگ  
 داد بدانا کہ بر ایں نزد شاہ  
 وعدہ امروز فرازم رساں  
 رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد  
 خواہش عذری کہ بہ نہانش بود  
 داورد دولت کہ در اں باوری  
 سکہ مہرے کہ عیارش نمود  
 داد بارندہ لباس عجیب  
 سُرخ نطاتی ہمہ از لعل ناب  
 از پی شہ چند طرائف دگر  
 وعدہ چنان رفت کہ ہنگام  
 مرد سخن سنج کراں سلک در  
 آمد و بکشاد ترازوئے راز  
 شاہ بفرمود بمفرش کشاں  
 مہرہ گویم کہ دُر شاہوار  
 چیدیکے از صد دیگر گزشت  
 عاقبت از گوہر شاں مہر چید  
 پنج ہزار و صد و پانصد یگان  
 عذر قدم ز آمدن فی بجوہ  
 جان بجنابش برو باز مہساں  
 خدمتی خاص بخدمت سپرد  
 کرد بفرمان دہ فرمانش زد  
 دید ز دار لے خود آں دای  
 گر چہ یکے بود ہزارش نمود  
 قیمتی و در ہم عالم غریب  
 لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب  
 طرفہ اطراف ہمہ بحر بر  
 جلوہ کند مہر باہ تمام  
 کفت خود و کفہ خور یافت پر  
 نکستہ سنجیدہ سنجیدہ باز  
 زینت فرش و تنق زرقشاں

چال ز گلزنک تر آنمختہ باد صبارا بگل آمیختہ  
 پشت قلد از خط مشکین خویش سبق ہند و ادہ صبارا پیش  
 زردہ شاں چون ز قیمت دزدان گرچہ نہ بیجا دہ ولی کہ سربا  
 خنک گس دشت خور و کاسم بر گس کردہ گس راں ز دم  
 لیک چہ راند ز گس کر نسریں خواست بلغزد گس اندر زیں  
 ابرش شاں ابرنگ و برق تپا برق فلک سرعت ابرش خطا  
 درنگ شاں گاہ کشادن بند کم شدہ ایں ابلق دندان بلند  
 ابلق شاں از بیاض و سواد خامہ نقاش نشانی نداد  
 دہر شد از سخت شاں نا امید گرچہ بے کرد سیاہ و سپید  
 صورت شاں خامہ نہ اندشت باد صبارا کہ تواند نشست  
 از تنگ شاں گرنویم سخن باد ربا یقلم از دست من  
 مہ ز پئے آخور آں مہوشاں ساختہ خرمن برہ کمکشاں  
 کار گزار عمل پائے گاہ می گزرا نید یگانہ پیش شاہ

۱۵ چال - افسو کہ سُرخ رنگ باشد ۱۲ ۱۵ قلد اسب کہ ز گمش مائل بر روی باشد ۱۲

۱۶ در لفظ بیجا دہ کہ بے صنوغست یعنی کہ ادم جو کہ ریت یعنی برارہ و کہ با ہم جوہر ریت یعنی خون خورندہ کا ۱۲

۱۷ خنک گس اسب سفید کہ بر آن نقطہ سیاہ باشد ۱۲

۱۸ لیک چہ راند - الخ - یعنی اگرچہ دم آں گس راں ست مگر گس راچہ گو نہ راند کہ از فریبی و چربی گس

از سُرین اومی لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مردم دلت اینچنین  
 بتکلف آرتو دانی شب آرزو من کن  
 منم و دله و درے ز غمت چو تاوانا  
 بزکوة تندرستی گزے بسوے من کن  
 همه بوسے عود نبود که برغبتش بسوزی  
 دل سوخته است رغبت قدری بوسے من کن  
 اگر ایست رسم خواباں که بونهند  
 دل من بیار و جایش بن چو موے من کن  
 بد و زلف طوق آری نه یکے که چشم  
 و گرت هزار باشد همه در گلوے من کن  
 ز شکنج زلف مشکین چو بنی بد و شرح چاکل  
 بغدادے حالگاهش سر سحرچو گوے من کن  
 تن خاکیم لبالب همه پر زخون ست از تو  
 لب خویش را تو ساقی ز سر سبوسے من کن  
 بکراں مشو ز خند و که خنیں بدست خوم  
 نفسے بیا و بنشین بد و خونکوے من کن

صفت آں شب با قدر که تا مطلع فجر

نزد آں روح ملک بر دسلام نیر

شب چو بیار است سر سحر  
 گشت مکلّ تقّ ماه و مهر  
 یافت فلک پرده گوهر نگار  
 رسته شب از پئے آں بود و تا  
 چرخ بهر زاویه شمع خست  
 خاک بهر خانه چراغ فروخت  
 طاق ساگر چرخ نیک  
 طاق یکے بود چراغش هزار  
 دهر شد از دو دمع بر ماغ  
 کم نه بود دوده چندین چراغ  
 سرمه بود از دور و گردوں برآ  
 از دور ستاره شده سرمه برآ

ہر ہمہ در جملہ بار آمدند  
 نصب شد اورنگِ رازِ پیکار  
 تاجِ مضع کہ در آویختند  
 بود تنِ حبلہ ز زریافتہ  
 پردہ دیوار زیاقوت بود  
 فرشِ زمیں بود مسلسلِ بزر  
 ہر کہ در آمد بچنان منطری  
 یک تنہ زو شد تبصّور ہزار  
 شاہ در آں خانہ در آمد تخت  
 خانہ ازو شد ہم صورتِ پند  
 خواست ز ساقی مے آئینہ فام  
 گشت سکندر کہ گنجینہا  
 بادلِ آئینہ اسکندر شش  
 داد مرا ایں غزل اندر خیال  
 بار کشا دند بکار آمدند  
 پایہ پیایہ سرا و تابا ہماہ  
 یکسر از آب گہرا میخستند  
 پردہ در ہا ز گہرا یافتہ  
 کلّہ بالا ز زمرہ نمود  
 در تہ آں خاکِ زمیں نقرہ گر  
 صورتِ خود دید ز ہر گوہری  
 بیں کہ ہزار شش نمود ایشا  
 آئینہ دید نمودارِ بخت  
 با ہمہ تصویر نبودش نظر  
 دید در و صورتِ خود را تمام  
 داد زرد کرد و آہینہا  
 بادلِ گلزنک صفا پرورش  
 بردلِ چوں آئینہ اد جمال

## عزل

ز سرِ کرشمہ یکہ گزے بسوے من کن  
 بغایتی کہ دانی نظرے بروے من کن



کرکبِ شبتابِ صحنِ جهاں  
 چرخِ کماں شکل به تیر شهاب  
 تیر شهاب از دلِ اختر گزشت  
 آتشِ خورشید که گرمی نمود  
 روز ز دریایِ فلک شست  
 طرفه که خورشید چو در شبحا  
 در شده آن چشمه و شنجا  
 پر تو خورشید کند از عمل  
 بک چو خورشید شد آتش فشاں  
 طرفه که خورشید چو رود کشید  
 خورشو دافه از تاب و  
 طرفه که چون تابش خورشدهاں  
 تانده آهوی مشکس عطا  
 طرفه که کم گشت چو آهوی مهر  
 قرصه خورتا بر خوان بود  
 طرفه که چون قرص خور از خوان  
 مست شده از قلعِ دور مهر

همچو شرار از سر آتش جهاں  
 شامده پر زاعبِ سپهر عقاب  
 روشن ازین هفت سپهر گزشت  
 ز آتشِ او چرخ بر آورد و  
 چشمه خور در تیر دریا شست  
 گشت و آن ورقِ زرین ماه  
 خونِ شفق سرخ شد انگه سیا  
 سُرخِ خونِ ابسیا ہی بدل  
 زود دها از رنگِ سیا ہی نشا  
 رُخِ زمین کرد سیا ہی پدید  
 رُخِ پراز قطره نماید ز خو  
 گشت پراز قطره رخ آسماں  
 هست طلب کردنِ مشک از خطا  
 مشک فشاں گشت بگیتی سپهر  
 خلق برد آتخته دندان بود  
 چرخ لبالب همه دندان کشا  
 بر زمین افتاد ز رُخِ سپهر

چرخ که شد حقه او سرمه زلے      سنگ نثار و زچہ شد سرمه سا  
 دیده انجم بسیای دویں      دیده درون ناز سیاهی یوں  
 ریخته از شیشه گردون مدد      مجرّه گل شده زرد پُرسواد  
 جوهری شام بسوداگری      کرد گمپیش کش مشتری  
 گاه فلک نیخته عنبر پراه      گاه زمین ساخته پرچم سیاه  
 طاس فلک شد علم ز زنگار      رفته زمین شد ز علم سایه دار  
 از غم شبگیر که هر سو فتاد      کوس سحر هیچ صدا می زنداد  
 او هم شب گشته به تندی روا      پُر ز جلا جمل شده برگشتوا  
 گرچه هوا پُر ز جلا جمل نمود      هیچ طرف بانگ جلا جمل نبود  
 چرخ یک حلقه انجشتریں      بر سر یک حلقه هزاران نگین  
 خوان فلک پُر ز گسائے زُ      زرد چو زنبور بر آورده سر  
 زان همه زنبور که از نور بود      پرده شب پرده زنبور بود  
 خوشه چرخ از علف خانه خیز      بهر نرسان سحر دانه ریز  
 بود خردس سحر اندر عدم      در نه چرا دانه نمی گشت کم  
 مرغ شب آهنگ نواگر شده      نغمه زیرش بهوا بر شده  
 شیرک از بس که بالا پرید      مرغ میجا میجا رسید

۱۵ از پرده زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ داری باشد ۱۶ خوشه چرخ بُج سنبله و خرد سابلج  
 ملاک دودانه استار ۱۲

ساخته از دو دما دی زبر      داده به پروانه سواد دی زبر  
 بس که گزیده شده از زخم گما      داده سرخوش گزیدش بر از  
 زان همه نیستی که ز زنبو خورد      عاقبتش سوختن آفت از کرد

صفتِ نورِ چراغِ که اگر پرتو او

نبود در دلِ شب کور بود پیرِ جوان

گشت و اں خانه بجانه چراغ      آتش او در دلِ شب کرده داغ  
 گرم دماغ آمده در هر دماغ      بنیش از گرم دماغی بطاق  
 پنبه دها فی بزبانِ دراز      با همه کس گرم سر سوز و ساز  
 پنبه و آتش شده در غلش      در تن و ناسوخته هر گز تنش  
 پیشِ و راه ز نورِ بصیر      گم شده را در دلِ شبِ لبر  
 تا شب از نورِ سیاه پدید      دیده تاریکِ جهان اندید  
 چرب بانی بدش گشت جمع      چرب تن چرب زبان تر شمع  
 شعله او کر خسته آشوب یافت      صد خلّه از سیخک باروب یافت  
 نادره کرد عیان دل پذیر      سیخک باروب بر آتش امیر  
 خس بُرد بستی او را بے      چوں بر د بستی آتش خسته  
 کرد بچوب آتش خود را ادب      وز پئے چوب آمده جانش لب

## صفت شمع که چون بسبزش آید مقراض در زمان خاک زنده پرده ظلمت ز میاں

شمع به سب ز بنگی سرفراز	خاصه بسبزم شبه عالم نواز
شمع ز بل خست عالم فروز	در دل شب شمع پیوند روز
از همه سوز و دهمه روی چشم	نهی پلکش دیده و ذی مو چشم
پاس نفس داشته تا باداد	هر که بروز و نفس جان باد
اول شب آمده عمرش بسیر	بیتنش آتش شب تا سحر
نادره شخصی که ز نور صفات	زنده ماند چو سحر کیهیات
زنده شد آتش ز نفس چون د	و آتش تیزش ز نفس جان بر
جانش که از سوز رسیده لب	زنده از آن آتش بسیار ب
چون دل سوزانش سر بر بخت	جاں شد از دل آتش بخت
شد بگه صبح حیاتش متام	عمر ز سرافیت بنگام شام
کرد چو مقراض بپوشش گزر	بوسه زدش بلب بر بیدیر
بس که سوز شده بار زبان	کرد سر اندر سر کار زبان
تیغ رسید و سرش از تن بود	او بزبان کرد حراره چه سود
سوز بسوداشت که چندان گز	تا نبردند سرش را نه لبیت

کوهنه کوهاں ز گریز بار	ثور گرفته ز ثریا نثار
کحل جواهر فلک آوردش	ساخته ثور از دبر آن چشم خویش
گشته مثلث چوسه نقطه ثور	هفقه سیاره روشن بود
داغ وے از گردن جوزانود	هنقه دو آتش که بیکجا نمود
پردہ اطلس ہم پیمون گشت	بس که دراع اطلس گنج دوں نشت
چار گریخت بر پنج پای	نثره چو ابرے شده گوهر ذی
دیدہ چنیں طرفہ بکشمے ندید	طرفہ بیک طرف دو چشم پدید
جبهه قلب آمد و بخت فزود	قلب فلک در طلب جبهه بود
بهر اسد کرده ز آهن جسد	زهره زبردست شده چو اسد
مهره بسر باشد و او را بدم	مهره صفره بدم شیر گم

۱۰ دبر اطلس صبح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند و ثور یعنی فلک بعل (دبر اطلس) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم در روشن شود ۱۲

۱۱ هفقه سیاره روشن در برج جوزا ۱۲۱ هفقه فحش نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند و گرگ جوزا ۱۲

۱۲ دراع گزمره ماه است یعنی ماه اطلس گردوں را در نوشت ۱۲

۱۳ نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند و برج سرطان ۱۲

۱۴ طرفه بالغ نام منزل قمر و آن دو ستاره اند و یک طرف یعنی این طرفه تراست که طرفه دو چشم در یک طرف ۱۲

۱۵ زهره تراشته آهن و آن ستاره است در برج اسد که بعد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۱۶ صفره نیز ستاره است بر دم اسد یعنی این عجب ست که مهر بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

گوش بفریاد ز آواز پاس	بسته جهان چشم چو گاو خرا
کیست که جنبیده بساطین	کرد حس بر سر هر کویس
مردمان دیده فرو بسته در	مردم هر خانه شد از ره گزر
دیده مردم ز پیک شقه پوش	موسم گم ماؤتن از خوی بجوش
وز مرده قند ز بکراں دخته	شقه گری از پیک آمخته
دام ز موبافته از به خواب	موسم بهم کرده مرده داو تاب
تسخ ز بان خفته میان نیام	فتنه چشم آمده زان موبدام
بچو زمیں پر ز چراغ آسمان	بچو فلک پر ز ستاره جهان

### صفت سیر روح و روش منزلها

که همه کار گزار فلک اندازد و راں

منزلت داده فلک راز نو	میر منازل همه نزدیک دور
وز حد شطین بر آورده سر	قرن حل کرده مستان کدیر
زاده سه ستاره بتلیت عین	بسته حل بناف بطین

۱۰ میر منازل - ماه ۱۲ ۵۰ قرن یعنی شاخ و حل برج جدی که بصورت بره گویند ست شطین بضم شیز

نام منزل اول ماه و آن دستاره انداز برج حل و بجای دو شاخ آن واقع شده اند ۱۲

۱۱ بطین بضم با نام منزل دوم ماه که درین ماه در شکم برج حل می باشد و بطین ستاره اند باریک شکل مثلث بدور باین شکل ۱۲ ۵۰

بلدہ چاں ارطغر آرخانی      ہست دہ لیک ز مردم تہی  
 سعد شدہ ذابج بُزدرناں      از پے آرایش خوانِ جہاں  
 سعد بلع در شکم بز دروں      رفته و آورده دو بچہ بروں  
 سعد سعد از دو طرف درشاں      با اثر سعد ز تثلیث شاں  
 اخبیہ با چار حریف درشت      دلو کشاں گشت ز بالا یشت  
 کردہ مقدم ز قدم پیش و پس      آب کش دلو شدہ از ہوس  
 دست موخر سوے ماہی دراز      در دل ماہی شدہ تاخیر سا  
 کردہ رشا رشتہ پیچاں بدست      در شکم حوت در افگندہ شست

### صفت اختر و آل طالع و وقت مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیں ہم بستہ جعد      نور مشرق بہتر ان دو سعد  
 ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم      ماندہ ز پشت برہ مہ در کلیم  
 برج دو پیکر ز دور و پر ز نو      دیدہ اختر ز درش ماندہ دور  
 شاہ کو اکب شدہ کرسی نئے      کرسی او کو و فلک پنج پایے

۱۵ سعد طبع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو بیک ستارہ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲

۱۶ اخبیہ بمعنی خمیہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و سختی آہنا بہا اعتبار نحو ست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۳

۱۷ رشا نام منزلی ست و آں ستارہ است شکل رسن دلو ۱۲

پنج گریافتہ عوا بزیر  
 ریح سماک از حدیبی آمدہ  
 غفرہ چو سطرے کژو روی سر  
 شکل ز بانا بحبناں اوری  
 عقرب از اکلیل سہ گوہر پیش  
 رے چو بکشا دمہ مہر حجب  
 شولہ شدہ بر سر عقرب چو خار  
 شکل نغایم چو سریری بجای  
 پنج شیر آمدہ بر ران شیر  
 رفت بمیزان و ترازو شدہ  
 راستی اندر خط میزانش صرف  
 بر سر عقرب بزباں اوری  
 ہر سہ گہر سفتہ بیک زخم نش  
 قلب شدہ عقرب پوشیدہ رو  
 داد و دگاں شعلہ آتش تبار  
 کز شدہ بار راستی ہشت پای

- ۱۰ عوا سب عو کو کنندہ و نام منزل قمر و آن پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی اس عجیب ست کہ پنج شیران آید  
 ۱۱ ریح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چار دہم ماہ و آن یک ستارہ است و سماک دو نوع ست - یکو  
 راج یعنی نیزہ دار، دیگرے اغزل یعنی بے سلاح - میزان یعنی ترازو و نام برج - یعنی سماک از حدیاف  
 عطارد آمدہ بہ برج میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن مبینی مقابل شدن ست ۱۲  
 ۱۳ غفرہ نام منزل قمر و آن سہ ستارہ کژو واقع شدہ کہ آن را سحر فگفتہ یعنی در برج میزان کن راست  
 ۱۴ ز بانا بالضم نام منزل قمر و آن دو ستارہ اند بر سر عقرب ۱۲  
 ۱۵ اکلیل نام منزل قمر و آن ستارہ اندر برج عقرب یعنی عقرب زخم خود سہ گوہر البفت ۱۲  
 ۱۶ قلب عقرب برق ست یعنی ماہ از دیدن عقرب منحوس رے خود پوشید ۱۲  
 ۱۷ شولہ دم کژو دم نام منزل قمر و آن یک ستارہ است بر سر عقرب دگاں و چند یعنی عقرب ست خود را و چشم  
 ۱۸ نغایم بالفتح نام منزل قمر و برج قوس و آن شکل تخت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نغایم (دست مرغ)  
 با وصف راستی ہشت پا کژو گردید ۱۲



گشت چنان ظلمت شب کم فراغ  
دیدہ سیارہ ز نورے کہ زاد  
روشنی گشت بعالم پدید  
مشعلها ہرچہ رآمد بہ بیش  
تا بچینس کو کسبہ آں آفتاب  
ریختنہما زد و سوسد بکار  
ریزش زرکز زمین آمیختند  
آنکہ ہی چسید بدامن گسر  
خلق سرازچیدن زر حشم نکرد  
بسکہ دروعل بخوار ی نشست  
نور دو خورشید شدہ ہمقراں  
ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند  
گشت ببرجہ دو قمر جاے گیر  
برج شرف کردہ دو اختر یکے  
ملک بیک تخت دو دار نمود  
روے زمین فرد و جمشید یافت  
خاتم جم را دو نگین دست داد

کش اثر دو دمنہ انداز چراغ  
دادہ ہمہ سرمہ شب را بیاد  
کا دل شب صبح دوم دردمید  
نور جہاں گشت زاندا زہ بیش  
نور دہ خاک شد از برج آب  
بستہ شد از بار گرجاے با  
خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند  
دامن پرچید ز لولوے تر  
سرچہ کند خم کہ نظر ہم نکرد  
کن بچاں آب نیا لود دست  
انجمن انجمن فگن از ہر کراں  
بر فلک تخت چومہ بر شدند  
گشت مزین بدو سلطان سیر  
سلک نسب کرد دو گوہر یکے  
دہر بیک آب دو دریا نمود  
چشم جہاں نور دو خورشید یافت  
افسر کسری بدو فرق ایستاد

گشتہ عطار دبا سدا جاے گیر	شہ زدہ گوئی بدل شیر تیر
شیر چو پہلوے عطار دنجست	سنبہ در سوگ میانرا بست
راس چو مرغ ترا زو بچنگ	ہر دو برابر شدہ در وزن سنگ
عقرب دم دار شدہ قلب دا	کردہ سم از کو کبہ خود کنا
مشتری از خانہ خود بے خبر	قوس تہی تیر بجائے دگر
بزرگہ شدش ہندوگر دوں شاہ	رفتہ شاہ از سر آں بے زباں
دو شد و درتہ دریانشست	کاب کشاں زو ہشتمہ مندست
کردہ زحل در دل ماہی مقام	طرفہ کہ ماہیش بہستہ بدام
تیرہ شبی و مہ گردوں خواب	ماہ زمیں مستظر آفتاب
تا کیش آں خستہ عالم فرو	روے نماید کہ شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید	بانگِ دہل دم بہوا بر کشید
کاسہ بروں زد شغبے کان درو	گفت سخن کوں فلک را بپوست
ناگہی از دور در آب رواں	مشعلہا شد چو کو اکب عیاں
پر تو شاں نادارہ خوش نمود	کاب پر از شعلہ آتش نمود
عدل شہ ایں تعبئہ نگینستہ	کاتش و آبے بہم آمیختہ
دہر بنوعی فلک افروز شد	کاستر شب او رگئی روز شد

زان سرانبوه که در گل نشست  
 گرد شده خالصگیاں هر طرف  
 گاه نشسته بمقام نشاط  
 جمله کله ور شده که تا بمس  
 جهت شاں از کله بے بها  
 از کله لعل و سپید و سیاه  
 نقش قبا های ز رخ آب گوں  
 کوه تنانے همه بسته کمر  
 قامت شاں زان کمر زر که بست  
 محله آراسته شد چون بهشت  
 بس که نشانند گلاب نشاط  
 بوے گلاب از تنه و آستین  
 عود قماری که همی داد و داد  
 عود همی سوخت چو عنبر بدائع  
 بس که شد آلوده عنبر نبرین  
 نقل نشانده بطبق های زر  
 دیده بادام که سختیش بود

کاسه بهم خورد و سر اسر شکست  
 وز دو قمر یافته پروین شرف  
 که بزین بست چون نقش بساط  
 سر ز کله گشته سزاوار زه  
 گشت در افشاں چو مہ از ابرها  
 گونه بگونه شده رخسار ماه  
 موج برون داده و دریا دژوں  
 تابه کمر عنبرق شده در گمر  
 تیر تو گوئی بد و پیکر نشست  
 خاک شد از غالیه عنبر سر نشست  
 شسته شد از وی همه و می بساط  
 که در گل جامه گل راستین  
 غالیه می ساخت گل از دود و عود  
 مشک همی گشت بگرد و مانع  
 گاو زمین شد همه تن عنبرین  
 میوه زهر جنس چه خشک و چه تر  
 خستگی داشت شکستی نمود

دید بہ کو س دولشکر زدند  
 گلشن دولت بدو گل تازہ گشت  
 گشت یکے تاج کیاں را دوسر  
 مصقلہ چرخ دو خنجر زدند  
 نوری کے داد دو لوح حبیب  
 سایہ یکے کرد دو فرہماے  
 شاخ ہم سود دوسر و جواں  
 گشت یکے باغ و فاراد و جوے  
 کشت زمین آب دو باران چشید  
 چرخ یکے شد بدو ماہ تمام  
 گشت یکے غم زد و دل خاستہ  
 بود دوسر آمدہ ہر دو ببا  
 صف نہ از ہر دو طرف صفرا  
 بر ہمہ در رشتہ طاعت قطار  
 سر بزمیں خانِ حظامی نہا  
 بود گہ سجدہ بروں از شکے  
 فرش زمین از صورت نشان  
 نوبت اقبال دو سنج زدند  
 صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت  
 گشت یکے قصرِ شاہاں را دوسر  
 آئینہ ملک دو صورت نمود  
 لمحہ یکے زاد دو نور ہیتیں  
 پایہ یکے ساخت دو کشور کشائے  
 موج ہم داد دو آبِ رواں  
 گشت یکے تیغ صفا را دوسر  
 مغر جہاں بوے دو بتاں کشید  
 بزم یکے شد بدو دورِ مدام  
 گشت بیک جاں و تن آراستہ  
 سر دود پایش اشیاں چہا  
 انجمنے ساختہ نیک خستہ  
 راست چو در رشتہ در شاہوا  
 خانِ مغل کا سہ کجائی نہا  
 نقشِ باطور خِ مردم یکے  
 از چہ نقشِ رخِ گز نکشاں

از سر جوشش ہم گسبند نمود  
 گر چه کہ میدان بُے از شیشہ بُود  
 اوز عمل کردہ بسے زربست  
 آمدہ بر شیشہ مُسکین شکست  
 موی بمویش بنر بجینتہ  
 ساختم از لعل مصفا گیس  
 بود بر آتش قدمش دیر پائے  
 زانش و میدا بلکہ ستر تابائے  
 نام حرام ارچہ برد شد بال  
 ہر چہ نمک خورد ماں جز حلال  
 لاجرم او داشت نمک را غیز  
 حرمت او داشت ہمہ خلق نیز  
 طرفہ حسامی کہ بہر دستگاہ  
 حق نمک اردا زیں سان گاہ

وصفِ قرابہ کہ بہرِ حرم و خیرِ رز

شیشہ خانہ است ببالا ستر و شندان

سینہ فترا بہ بر آورد شور  
 و از خنخ و چشم بیاں کرد کور  
 راست چو دریا ز برون دُور  
 دُرد و درون داشتہ خن از بُور  
 ہر کہ گذر کردگی در رہش  
 غرقہ شد از آب بزیر کش  
 گر چہ ز پیری سرا و پنبہ گشت  
 ہم زمی و جام نداند گذشت  
 پُر شدہ تالاب نمی و گشت مست  
 ریختہ از سینہ بُور ہر چہ بہت  
 بستہ میاں را کمر از لعل تر  
 طرفہ کہ در زیر قبائش کمر

شد بطبق پستہ شکر شکن  
چربی چلغوزہ از انجا کہ اوست  
سرخ مال بود ز غتاب کم  
سایگی از پر تو مجلس بتاب  
پیچ کسے آب ز آبے نخورد  
قہقہے بے ادباں کردہ نار  
بود ہم از میوہ ہندی بے  
موز کہ ہمسایگی بہی نمود  
نقل ازیں گو نہ دل آساؤ نغز  
بادہ کزو پرورش آید بغز

صفت بادہ کہ بینی چو خط بغدادش

بے سوادیش بخواں نسخہ آب حیاں

مے کہ عرق از تن مڑاں کشید  
پیش چناں گوہر یا قوت رنگ  
بس کہ زہر کف گرا نگیز گشت  
تند کیست کہ ہنگام جوش

گوہر ہر مرد شد از دے پدید  
کوہ زدہ بر سر یا قوت سنگ  
معرش از معبر دریا گذشت  
کف بلب آورد و شد اندر خروش

گشت لبالب زمے جانِ شربت	کرنِ حدیث از لبِ جوئے شربت
جاں لبیش تا نرسید از طلب	بر لبِ جاناں نرسا نید لب
نوش لبیش زان مے نوشین کہ خورد	نوش لبیاں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند استاد	تاش نگیری نتواند استاد
مے بدلِ آبِ فرد و رنجیتہ	و آبِ بے پہچ نیا میخستہ
بادہ تو گوئی کہ درواز صفا	ہست معلق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقی شہش زیر دست	رفت ز بُرستِ بزرگانشست
دستگے یافتہ در خورد و نوش	کردہ پیشہ ہم کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں

بیک آمد شد خود ہمیش دست و غلطاں

ساقی صوفی کُش و مردم فریب	برق بیک غمزہ ز عالم تشکیب
خمِ جہنم آویختہ جدِ ترش	یک خم و صد برشکناں بر شر
زگرس نازندہ انوسیم با	نیچے از خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت	لیک گہ فتنہ چشمش نخفت
مکسِ چاں زگرس مستِ خواب	ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نوا آواز شدہ گر در دے	خاستہ زو بر تن خورشید موے

رنگ خضر داده ز سبزی برش      نایزہ چشمہ حیواں سرش  
 می طلبی روئے بخد مت نمد      ہم بکند خدمت وہم می دہ  
 خون و ش گرچہ باغ غوری      ہم نکشد سرتواضع گری  
 لعل کہ در سنگ دروں آمدہ      حل شدہ زان شیشہ بروں آمدہ  
 سنگ بے ہست کیا قوت دُ      شیشہ کہ دیدست کیا قوت زُ

سخن از وصفِ صراحی کہ گر آن نازک را

در گلو دست نی خونش بر آید ز دہاں

بس کہ صراحی طلب گشت صفا      بان درو دیدہ شد اندر طواف  
 گوئی از او صاف صفاش از برو      بادہ برون ست صراحی دروں  
 حاملہ و جز خلف ازوے نزاو      گرچہ شش حل کنند برفساد  
 کردہ درو دائرہ دور شراب      خیمہ آل دائرہ گشتہ حباب  
 در شکم او کف صافی گسر      از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصفِ پیالہ کہ ز بس جنبشِ خوں

خون قرآ بہ سوی اوست ہمہ وقت کشاں

شکل پیالہ چو فلک گاہ دور      زوہمہ بر مردم ہشیار جو



## صفتِ چنگ کہ بے مومت تنِ کیترا موے ساقِ دگرش تا بریں آویزاں

چنگِ سرافکندہ سرمہ رختہ	موے بولیش بہر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سرانگھیتہ	سی شب و سی روز در آیمختہ
نیم کمانے وز ہش ہست چار	زخمہ پیکانشن بجاں کردہ کا
کشتی کا غد برو بحر شش گذر	کا غذا و ناشدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردن خود آوید	گردن اورا شدہ جل الورد
شیخ عبا پوش بزمِ شراب	پیر دلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ معشوق کشندش ببر	ہم دہد از نالہ عشاق اثر
بسکہ نمادش برگ از نالہ خوں	رگ بزنی خونش نیاید بڑوں
زاوہ بے زخمہ کہ در جاں نہی	لیک شکم تا بہ تیگہ تہی
پردہ زابریشم و از موطاب	گاہ بریشم گر و گہ موی تاب
صدفنِ باریک چو موبافتہ	زاں ہمہ موچند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں نشاں	ہست ز باریکی علیٰ نشاں
ہست لباسش ز بریشمِ مقیم	ہم نمکشد پایے بروں از گلیم

مست رو دچوں بسوی می پست  
 ہر کہ بیک جرعہ اوسر نہد  
 مے دہد خون خور داز دل تمام  
 ورنہ شود مست حریف از شراب  
 مست درو بیند و اوسوے می  
 بسکہ ہم جور بود و دور او  
 از کف او دور و مادام خوشست  
 چوں بد بادہ و گوید کہ نوش  
 ساتی ازیں ساں حریفانِ نغز  
 حاصل ازیں مجلس فردوس و ش  
 صفت حریفان زد و جانبِ قطا  
 جام مے آنرا کہ بلب باز خورد  
 کرد سوے تخت بحر مت نگاه  
 بانگ ندیمانِ قصید سرا  
 روزن ہر گوش پراز بانگِ رو  
 مرد بیک رو ہمہ سائے بدست  
 زن دگر سوے بریشم زننے

عقل شود شیفتہ بیچارہ مست  
 ہمیشش بسیند و برتر دہد  
 جرعہ باقی نگذار و بحبام  
 رو بنماید کہ بیفتد حشراب  
 اوشدہ مست از می و مستانِ رو  
 ہر کہ بود خون خور داز جور او  
 و بر مثل جور بود ہم خوشست  
 مست بروز دگر آید بہوش  
 در شدہ آواز ترنم بمعنر  
 شاہ خوش و بادہ کشاں نیز خوشتر  
 ہر یک از ایشان ملکہ نامدار  
 بست و چوں جرعہ زیں بوس کرد  
 خورد بیاد رخ میمون شاہ  
 باز رسانیدہ سخن بر سما  
 گنبدِ مہر پز صداے سرو  
 ساختہ تا مجلساں گشتہ مست  
 رشتہ جاں ریشہ ہر امن

معنرتی کرد معلم مثال      طفل صفت ساخته باگو شمال  
 طفل بریشم گروتارش چار      پرده دوش ساخته زان چار تا

صفتِ نامے کہ ہر لحظہ ز دم دادنِ او

کلمہ مطرب پر باد شود چوں نہاں

نارے دہن بستہ و بسیار گوے	نامے گوکش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسورخ رہ	ماریکے بینی و سورخ دہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر	گشت بدستِ گراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ رنگی سلب	گاہ بمعنی شدہ رنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ	سوختہ در دمنراق آمدہ
نیست دہن تات نگونی سخن	نیست سخن تات بنندی ہن
سرمگند پیش تو گردم زنی	دم زند تا سراوشکنی
چوں ہوس آید بسرود ترش	دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیر انفس و سحر ساز	سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز
گاہ سخن گشتہ سرا سر زباں	بہر تو ابودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آدرے	لیک ز بانش لب دیگرے

صفتِ کاسہ باب و بسرش کفچہ دست

کہ در اں کاسہ خالی ست نعم چندا لواں

کاس رباب از شغبل نواز	برده دل از مردم جاں داده با
نبض بگیرندش و رنجورنے	پڑہ بہ بندش و مستورنے
زخمہ تیزش چو تراشید گشت	حلق نہ کاو از خراشید گشت
روس ورق ساخته مسطر زرد	گرچہ نگنجد بکتابت سرود
زخمہ زناں گشتہ ز بہرِ فغاں	خونِ جگر خورده بزخمِ زباں
او چو زده راو حریفان بے	زخمہ زده در حق او ہر کسے
راہ زدن چوں ہمہ سازش بود	چون نمیش زخمہ نوازش بود
گرچہ کہ دہ جائے گرفتار کنند	خود غلط افتند و راہبِ سنگند
چوں بہ بلندی کشد آوازِ ادا	پرن در زہرہ شود سازِ ادا
در کند آوازِ خزین بے خروش	نشود آوازِ خودار ہست گوش
کاسہ تہی و ز نعم بیش او	دستِ کساں کفچہ شدہ پیش او
بستہ چو خرچوب بزریں رسن	طرفہ کہ خرگنگ در سن در سخن
خرشود از خوردنِ شتر دواں	طرفہ کہ خر ساکنِ شتر رواں

گاہ ز خشکی چو شود گرم تاب      ترد آداز نخواهد بجز آب

صفتِ پرده و آل پرده شناسانِ شگرف

که بہر دست نمایند سزرا راں دستان

رود زنایں ہمہ باریک سنج	برده برابریشیم باریک برنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساخته	جاں زرگِ چنگ برانداخته
ایں بصفت مرغ نموده دوزنگ	مرغ ولے چگل باز نش چنگ
آں شدہ کنخشک بگاہ نوا	مرغ در آورده ز روے ہوا
گاہ ترغم بنوائے کہ خواست	جانب چپ برده شد از راہ راست
کہ بحیثی طرفے رود زن	پرده کشا گشتہ بوجہ حسن
کہ ز نوا زن کہ نوازندہ گشت	جانِ جہانے بنوازندہ گشت
گاہ بر آورده نوا بوسلیک <sup>۱</sup>	دل شدہ چوں در بریشم سلیک
کہ غلط انداز ہنرمند <sup>۲</sup>	تنگ شدہ عرصہ نہادند <sup>۳</sup> را
گاہ بہ نغمات تراندودہ گاہ	یافتہ در عرصہ با خرزراہ
گاہ بہر چنگ چو معشوق تنگ	در زودہ در پردہ عشاق چنگ

۱ بوسلیک نام پردہ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

۲ در فریب دادن ۱۲      ۳ نام سرود ۱۲

کرده بہر دستے از آوازِ تر      زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر  
خانہ چوینِ میانِش ستوں      تنگ دلی باد گذار از دروں  
مطرب از اں دم کہ دامد باد      دمدم اندر سرش اُفتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کو بپا

صحنِ کز داشتہ و کوبشِ پابینِ حپساں

دارہٗ دف کہ حصارے ز چوب      صحنِ مے از پنج عروسکِ کعب  
زہرہ ز دورش بسرود آمدہ      چنبیش از چرخِ فرو داد آمدہ  
بستہ جلاجل بکمر جا بجائے      چوں کمرِ چرخِ جلاجلِ نئے  
برزبرِ دست گرفتہ نشست      گہ زبرِ دست گئے زیرِ دست  
چار زبان و دو زباں درد ہاں      نعرِ سخنِ لیکِ دوئی در زباں  
ہر سخنِ نغز کہ بادِ دستِ گفت      آں ہمہ در پردہٗ و درِ پوشِ گفت  
گشتہ دور و لیکِ چو بڑوی خورد      دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد  
رویش ازیں سو و از اں سوی ہم      گفتش ازیں روی و از اں وی ہم  
بر کفِ مطرب ز اصولِ لطیف      گاہِ ثقیلِ آمدہ گاہِ خفیف  
گہ زخمی لرزہ کند پوشش      کاتش خورشید بود و دوش

دورِ قمر رفت فلک راز سر      کزد و قمر یافت دو دورِ قمر  
در سرِ شان ساقی دوراں زدو      خواند هنیأ بشرابِ ظهور  
هر چه تکی گشت ز می جام پر      باز نبردند مگر پُر ز دُر  
یعنی اگر کس تکی آید بشاه      دامن پر باز حسر آید براه  
چون اثرِ پادیه در آمد بمغز      طبع کشاں شد بغد المی مغز

## صفتِ مائدهٔ خاص که از خواں به ثبت چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آل

گرم ترین کار گزارانِ خواں      مایده کردند ز مبطخِ رواں  
خوا پنجه آراسته بیش از هزار      بر همه الوانِ نعیم کرده بار  
بانگِ وارو که ز اختر گزشت      بک زنهٔ خوا پنجه صلا بر گزشت  
گشت علم از خورشیدِ ارجمند      خوا پنجه ازاں ساخت پمالیند  
صدق از شیرۀ آبِ نبات      در مژه همیشه آبِ حیات  
کرد گزرسوئے حرفیانِ خنث      کام می آلوده ز جلا شست  
شربتِ بگیر کزاں آب خورد      جان گسته بتواں وصل کرد  
از پسِ آن دور در آمد پنجاں      دائرهٔ مهر شده دورِ ناں  
نانِ تنک صاف براں گونه بود      کز تنکی روید گرسو نمود

گہ چو دل سو تھکانِ منسراق	نامے فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالفت کہ نوازندہ ساخت	دوست بگشت ارچہ مخالفِ نجات
گاہ منسرخِ دمِ نائی بکام	دادہ بفرغانہ منسرخِ تمام
بر دلِ عاشق کہ بگشتنِ سمرست	راست چو تیر آمدہ تیزیِ رست
نیزہ زنِ چنگِ تہمتنِ مثال	رخش دواں کرد بزا بلِ چال
بستگیِ بر ربطِ مشکلِ کشاے	جائے کشادہ ز پئے بستِ پائے
نغمہ چو در زیرِ و بزمِ آہنگِ برد	زیر کشید و بحسینی سپرد
ز مزمۂ سازگری در عراق	کردہ باہنگِ عراقِ اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ	نغمۂ اوتا بسپاہاں شدہ
عقلِ مسافر شدہ زینِ کارگا	تیزی با خرز کساں قطعِ راہ
گشتہ ازاں قول کہ تو ال رست	گفت گہو راست گہو نیم راست
زخمۂ زنگانہ ز بزمِ تابزیر	گشتہ زبے جائے گمے در نفیر
پیش چنانِ منطقِ طیر از قبول	فاختہ در باغِ نسا ز د اصول
بزمِ چو زینگونہ شد از نامی نوش	وا ز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدوشہ یکسرہ	دور زدہ ممیستہ و میسرہ
ہر دو طرفِ ساقے برپائے سخت	داد می از دستِ چپ و دستِ رست
دور قح چوں بدو سلطان رسید	نورِ دو خورشید بکیواں رسید



دِرتنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ	ناطقہ ہم روحِ نباتی شدہ
بہرہ خود برد چوکام از خویش	یافت لذت دل دجاں پرورش
چند سرانی بمیاں استاد	وزپئے ہر نام قحاص کثاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خود	صدگرہ از رشتہ جباں باز کرد
مایہ خواں چون زمیاں خست برد	نوبتِ تمبولِ مجلس سپرد

## صفتِ بیرہٗ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق باز آں نیست نباتی بہمہ ہندوستان

بیرہٗ تنبول کہ صد برگ بست	چوں گلِ صد برگ بیام بست
نادرہ برگی چو گل بوستان	خوب ترین نعمتِ ہندوستان
تیز چو گوشِ فرس تیز خیز	صورت و معنی بصفہٗ ہر دو تیز
تیزی از ویافت گوشِ دگر	داد بہر گوشِ ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جنم	قولِ نبی رفته علیہ السلام
پُررگ و دررگ نہ نشانی ز خون	لیک ہم از رگ و دوش خون و
طرفِ نباتی کہ چو شد در دہن	خوش چو حیواں بدر آید ز تن

۱۰۰ رصیت آمدہ است ان فی الہند شجرۃ و دقہا کاخذ الفرس من اکا امن للجناہم والبر

یعنی در ہند درختی است کہ برگ آن مثل گوشِ سپ است کہ اگر آن بخورد از جہانم رخص محفوظ ماند ۱۲

عیسیٰ اگر خوان بکشد در خورست	نان گنویم که قرص خورست
زانک بخوان شیء عالم شست	نان تنوری ز طرب قیہ بست
لاجرمش روی چنان ماندہ زرد	کاکل دران مرتبہ رو ترش کرد
قرصہ خور گرم ز خوان کردہ دو	دید فلک گرمی ہر قرص نور
دید کیے قرص دوسہ ریزہ ہا	ماہ بکاہید کہ خود را بخوان
بڑہ بریاں شرف از قرص خور	یافتہ سببوسہ ز ثلث اثر
بر سر پلاؤ کہ منی اُر ز	خواند زبان بڑہ پلوئے بڑ
طرفہ کہ سی غرہ بیک سلخ زاد	پلوئے مسلخ ہلائی کشاد
چرب تر از دینک آہو برہ	چرب دم دنبہ دامن بکیرہ
ہم بخوانی شدہ دندان لبند	خندہ بروں داد سر گوسپند
دہ مہ رفتہ و دو قرنش لبر	دنبہ کوہی کہ بسر خوا پنجرہ بر
مردم از ان لب گز و نگشت مز	صد نعم از ہر منطہ دیگ پرز
از و لچ و تہود و راج و چرز	پنختہ بے منع ہر گوشتہ ز
چاشنیش از طبقات بہشت	صحنک حلوا ہمہ شکر مرثت
راست چو جامہ سفیدی سفید	تخمہ صابونی شکر نوید
خوردہ کا فور تر و زعفران	دادہ بے طیب معنہ براں

غمرہ زنائی ہمہ مردم فریب	سیبِ زنجِ خال زنجِ تخمِ سیب
چاہِ زنجِ روشن و صافی چو ماہ	روئے نگاشته چو آبِی بچاہ
پرودہ برانداختہ چوں آفتاب	کردہ بیک غمرہ جملے خراب
روئے چو خورشید برافروخته	جانِ کساں ز آتشِ خود سوخته
از رخِ شاں کا مدہ مقنع فرود	رفته بحسہ ماہ مقنع فرود
ز ابروئے خمِ پشتِ کماں ساخته	تیر مژہ نیم کش انداختہ
نادکِ شاں چوں شدہ میں کیش	دیدہ سپر کردہ سیاہی خویش
بستہ بلا درلجھمہ درشنِ بلا	دادہ بہ بیہوشے عالمِ صلا
رشتہ در بستہ بردازد و سوی	چوں قطراتِ عرق از گرد روی
سی مہیکر وزہ فلگندہ بگوش	حلقہ گلو یک مہی روزہ گوش
خوبی شاں بسکہ کیے صد شدہ	حلقہ بگوشِ رخِ خود دوشدہ
از کفِ خود آئینہ بنادہ پیش	دیدہ رخِ خود بکفِ دستِ خویش
مومے میانِ سر شاں فرق جو	شکلِ لہال آمدہ بغیرِ ق مو
جد کہ پیچہ بہ سپا در خرام	ماہی ساق آمدہ در پائے دام
برز میں افگندہ چو گیسوئے خویش	رفته رہ خویش ہم از مومے خویش

۱۷ مقنع حکیم بخشی کہ از صنعت خود از چاہِ نخست ماہ بر آوردہ بود  
 ۱۸ بلا داروئے از سمیاست  
 کہ آزار بہ ہندی بھلا وہ گویند نامِ زیوریت کہ زناں بر سر بندند ۱۱

سُستی دندان همه محکم کند	خوردن آں بچے دهن کم کند
گر سہ را اگر سنگی کم شود	سیر خورد اگر سہ در دم شود
واچہ تو اں خورد ہین بست لب	کس نخورد خوردہ دندان کس
صد در تعظیم کشادہ بند	از در تعظیم فتادہ بند
چونہ و فوغل شدہ رنگ آویش	نرخ ریویش ز سہ خد متگیش
مرتبہ و نام ہوں رہست لب	طرفہ کہ با این سہ شرکیش پیش
کنہ شود بیش کند آب خویش	گرچہ کہ آبش نبوی ہست بیش
لیک ز زردیش بود آبرو	گرچہ کہ از آب شود زرد رو
زود شود خشک چو افتد ز شاخ	برگ کہ باشد بد رختاں فراخ
وز پیش شش ماہ بود تازہ تر	برگ عجب میں کہ گستہ زبر
ہم بگداحتسم و ہم بشاہ	حرمتش از پیشگہ و پا نگاہ
باز رواں گشت حقی طرب	شاہ چزیں تحفہ تی کرد لب
ز زمزمہ برخاست ز مطرب ناناں	رقص برآمد بسترم ز ناناں

صفت نغمہ گریمائی زنان مطرب

کہ بے سخن کند زہرہ چو گیرند اکاں

شد زن مطرب بنوا پروری      انجمنی پر زمزمہ مشتری

## صفت تاج مکل کہ پسر یافت ز شاہ آں پسر کز سر کیں تاج ستد از خاقاں

تاج مکل بدر از هر طرف	یافتہ ماہی ز ثریا شرف
بفت ندیدہ و درنا سفت او	مہرہ پیشانی شہ جفت او
گوہرش از شاہ شدہ سر بلند	بلک ز شہ یافتہ گوہر بلند
فرق نشین شہ والا شدہ	موج گہر بسر دریا شدہ
ہر دو گوہر کہ براہ افگند	نمود دہد و بر سر شاہ افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود	یکسر از آن بر سر شہ بر رود
بس کہ فشانده بسر شہ گہ	رشتہ گوہر شدہ ہر موئے سر
سر شدہ بر فرق بند افسراں	و آمدہ بر سر زہمہ سروراں
او سر شہ را گہ آراے کرد	شہ بہ ترک بسرش جلاے کرد
چوں ز سر شاہ جہاں برگزشت	گرد جہاں رفت از دسر گزشت
شاہ بدولت بگہر باریش	تخت ستد تاج بسر باریش

صفت تخت کہ ہمچوں فلک ثابتہ بود  
وازشہ شرق بخورشید شرف داد مکان

پر زگل از ساعد شاں آستین  
 صوت خراشیده شاں جان خراش  
 ہر نفس از تیزی آواز خویش  
 گیسوے مشکیں بزمیں روضت  
 در حق ناہید لکد ہزار دند  
 مجلسیاں ہر ہمچہ سیران شاں  
 مست نہ از مے کہ ز دیدار بود  
 راہ تکلف سوائے دروان کرد  
 داد بروں ہر چہ مزاج وی مست  
 او سخن خویش بروں ادا ہم  
 چرب زباں گشتہ زمغ غمزن  
 بلک ہی کرد حکایت بدل  
 وقتِ دوشاہ از خوشی وقت خوش  
 تار و داز آب گذار اچو برق  
 تخت ز رواج زرو پیل خاص  
 کرد رواں حمید بفرمان شاہ  
 در نفیس حاضر در گاہ کرد

قامت شاں سرو و لے رشتیں  
 یافتہ از نغمہ گلو شاں خراش  
 سینہ بے خستہ و دل کردہ ییش  
 قامت شاں بود بپاکو فتن  
 رقص کناں چوں بزمیں پازوند  
 از روش جنبش دستان شاں  
 ہر کہ در اں شعبدہ ہشیار بود  
 دور چو دوراں خوشی تازہ کرد  
 ہر کس از اسخا کہ مزاج می مست  
 ایں سخن سکک گہ کردہ صنم  
 چرب زباناں شاہ شکر دہن  
 رمز ہر حمید نمی گشت حل  
 وقت خوش و خوش منشاں باد گوش  
 گفت ز خاصاں یکے شاہ شمرق  
 آورد و پیش کشد ز اختصاص  
 رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ  
 آنچه گزیر نفس شاہ کرد

واں جل زرنیش بفروشکوه  
 سود بگردوں سر شگرف سَا  
 پیچش خرطوم بانِ کمند  
 اژدر آں کوہ شدہ پایچ  
 در زمیں آنجا کہ سرفراختہ  
 گر بدلِ غاربو دجائے مار  
 وردُم اورا ہوا جسمِ فتہ  
 بر شدہ بالاد و سوارش بند  
 در تہ پاکوہ زمیں سائے او  
 زان سپہ انگیز پئے سمناک  
 شاہ زبندی کہ بیایش فگند  
 گر بمثلِ پائے برآرد ز جلع  
 کشتی عاج ست تو گوئی رواں  
 کشتی و در معبر ملکش گزر  
 گوش کہ با چشمِ ہی کرد لاغ  
 طرنہ کہ آں مروصہ ز آسیب باد  
 سایہ ہی کرد ببالائے کوہ  
 رنگ شفق زوشدہ شگرفِ کَا  
 اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند  
 مار از ویافتہ در غار پیچ  
 مار ز سر عینار ز پاسبانختہ  
 زو بدلِ مار شدہ جائے غار  
 باز نیش سلسلہ باہمِ فتہ  
 چوں دو پیادہ بہ پسِ پل بند  
 پایہ کوہے بصفقت پاؤ او  
 در تہ پایش سپری گشتہ خاک  
 مات شدہ صد شاہ ازان پل بند  
 سلسلہ فریاد برآرد ز پائے  
 گشتہ دو گوش زرد و سوباد باں  
 لنگر کشتی شدہ صندوقِ زر  
 مروصہ بود بہ پیشِ چہ لاغ  
 ہیچ گزند ہی بحسبِ انشِ تداو

تختِ نگویم کہ سپہِ بلند  
 بہرِ سرِ تاجِ اورانِ تکیہ گاہ  
 اوجِ مکاں یافتہ زامکانِ ملک  
 بازوے او دستگہِ شہریار  
 پانکندِ عرش بہ پیشِ فراز  
 ساختہ از چوب و گرفتِ بزر  
 پاش چار و کندِ رے گشت  
 کردہ جہاں را بسکونتِ خدم  
 صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش  
 شستہ برنج بہ باطِ زمیں  
 پایہ او شاہ بجائے کشید  
 منزلتِ ملک چو جاہِ بیش داد  
 پیشِ شکوہی کہ شہنشاہِ رہست  
 ہفت سریر از شرفش بہرِ ہند  
 تکیہ بدو کردہ سرانِ سپاہ  
 چار طرف گرد و وارکانِ ملک  
 مملکت از دستگش پاؤدار  
 گر ہمہ تاعرش کند پا دراز  
 چوبِ لے یافتہ پایش ز سر  
 کز لتِ ہر شاہ شکر پائے گشت  
 ثباتِ مطلق بہ ثباتِ قدم  
 او نرو دیک قدم از بجائے خوش  
 بر سرِ او شہ شدہ زانو نشیں  
 کوہم از انجائے بجائے رسید  
 خویشتن از کبر بجائے نہاد  
 کیست جز از لے کہ نہد پاؤراست

صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزندِ عزیز  
 کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا لڑاں

پیل چو کوہ ہے کہ بود بے سکوں      چارستوں زیرِ کُربے ستوں



شاہ بنظارہ ایں ہر سہ جس  
 صنعت لکھنوتی ازاں تخت تاج  
 پیل کے خود پہ تواند ستود  
 ہست سپہ چیز آنکہ چو آرند پیش  
 بوزنہ و طفل سخن گو و پیل  
 ہست خود ایں وصف بہر چہ گفت  
 کس شہنودن کنڈاں وصف نہست  
 از پدراں جملہ شہ نیک نام  
 ہم بزماں تخت ہماں نگشت  
 تاجوراں بر سر آں تخت زر  
 باز دو گنجینہ گرہ کردہ باز  
 کرد پدراں بلبند خوش  
 لیک و حسرت دگر دم در سرت  
 اولم آنست کہ چتر سپید  
 دویش آں شد کہ کلاہ سیا  
 از پدراں دو مرا یادگار  
 من بتوانم کہ بجائے سری

ماند عجب بلکہ ہمہ جن دہنس  
 داد بزرگرمہ چیں رحسلاج  
 کس صفت نیز چناں کم شنو  
 پیش کشد دل چو بہ بیند پیش  
 دیدہ ام ایں راجتار ب دلیل  
 خاص بہ پیلے کہ تو اں پیل گفت  
 من کہ بدیدم بہ از پیش نہست  
 گشت پذیرند ہمیل تمام  
 تاج ہماں بر سر سلطان گزشت  
 ہر دوشستند کمر با کمر  
 کہ سخن از رمن شد و گاہ راز  
 کار زویم جملہ برآمد بہ پیش  
 گر لبر آید ز تو ام در خورست  
 بر سرم آید ز تو دارم آید  
 ہم تو نہی بر سر صاحب کلاہ  
 زو بتو آمد تو من واسپار  
 زیں کلمہ چہت کہم سروری

روے چو در حمله مند گاه کس  
 بر کشد از تارک بدخواه مغز  
 در صف کس کرده بدندان تیز  
 ختم ترش را که بدندان درید  
 گاه دز کس کز سر دندان حبس  
 چون جرسش در روش آواز داد  
 و ربغهاں بر کشد آوا بلند  
 بانگ بلندش زده بار عد کوس  
 خورده زخم خانه دولت شراب  
 از می شبه بس که رخ یافت نگ  
 تا ز می مجلس شه مرده یافت  
 الغرض آن پل همان تاج تخت  
 دیدش سنش چو میا به پیش  
 گفت که این افسر و این پل و گاه  
 تا چو صلاحی بمیاں ره برد  
 نیست مرا بتر ازین هیچ چیز  
 هدیه من جمله زمن در پذیر

ز آدمیاں حالمه گردوز می  
 وزین دندان کندی کانیغز  
 خون عد و خورده بدندان تیز  
 زان ترشی کندی دندان ندید  
 شیر فلک راز دو در هم شکست  
 گنبد گردن ده صد ابا ز داد  
 گوش فلک نشود الا بلند  
 ابر بلندش بدم داد بوس  
 مست شده کرده جهانی خراب  
 کرد فراموش خورشای بنگ  
 بنگ را کرد و مجلس شتافت  
 کان نرسد جز بخداوند بخت  
 روے کرم کرد بد بلند خویش  
 بهر تراداشته بودم نگاه  
 هدیه این صلح همین در خورد  
 تا دهم از دیده بچشم عزیز  
 خاص کن اندر نظیر نظیر

دل من کشتہ شد بقائے تو باد  
از درونم نے روی بیرون  
نام لیلی بر آید اند نقش  
گریہ کردم بخت بندہ بختادی  
بیش گشت از لب تو گریہ من  
ہر دم الحمد می دم برخت  
گفت خسر و نگیردت ماناک  
چہ تو اں کر حکم بچوں را  
در گرفتے درون و بیرون را  
گر بریزند خونِ مجسوں را  
لب شکر نشانِ میگوں را  
شد ہر چند کم کستِ خوں را  
گر چہ خوانند بر گل افسوں را  
خاصیت سلب گشت افسوں را

## صفتِ صبح و کلاہِ سیہ و چترِ سپید رفتنِ شبِ پدید و زو و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید  
کالبدِ چرخ ز زریں کلاہ  
کوس سحر کہ فلک آوازہ گشت  
یافت ضیا گنبدِ آئینہ رنگ  
تبع کشید خستہ عالم فروز  
ابروے مہ تاب سحر چشمِ دشت  
چشمہ خورشید ز موبجے کہ راند  
بست سیاہی بسپیدی مہید  
دوخت زہ زریں کلاہ سیاہ  
دید بہ روز ز سر تازہ گشت  
رفت بروں آئینہ چسپن رنگ  
لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز  
کش فلک از دسمہ بخوابد بکاشت  
ابروے مہ شستہ شد و دسمہ ماند

لیک چو تختِ پدرم جای توست  
 تا سرمِ این هر دو بزرگی بسر  
 مرد مکِ چشمِ بزرگان شنود  
 آنچه دل شاهِ زمین چشم داشت  
 نیست دگر آرزویم نیز پیش  
 تا جور آن وعده که از شاه فیت  
 مستی دولت بسرش بود تیز  
 خاست بپا تا جورِ سر بلند  
 فلکِ فلک مرتبه را پیش حبت  
 او بشرف خانه دولت شتافت  
 نوش همی کرد مے دل فروز  
 روز شوش خوردن می کار باد  
 تیغِ ظفر تو ز سر انداز رزم  
 این غزل بنده که بتوا شنود  
 از توبه این سکه که گرد و دست  
 هم ز پد ریابد و هم از لپ  
 سحر و دیده اشارت نمود  
 خاصه شاه است که بر من گزشت  
 کالِ بستر بنگرم از چشم خویش  
 حاجت خود را بوقا راه فیت  
 دولتِ سرست بگفتش که خیز  
 وعده دیدار بفدرا فکند  
 رجعت خود کرد بمنزل دست  
 شاه بدولت شرف از خانه یافت  
 در شب دولت همه شب تا بروز  
 روز بداندیش شبِ تار باد  
 عود و سوز طرب ساز بزم  
 حال منش گفت بهنگامِ جود

## غزل

مہر بکشاے لعل میگوں را  
 مست کن عاشقانِ محزون را  
 رخ نمودی وجان من بردی  
 اثر ایس بود سالِ میوں را

مهر چو یک نیزه ببالا دوید      نالش همه کس بر نیزه دید  
 نال نتوان گفت که قرص سبوت      عیسی اگر خواں کشش در خوت

## صفت چشمه خورشید بریایے پھر کہ کُن پرتو او ماهِ سمارِ تاباں

روے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک	گازر آلود گئی آب و خاک
چشمہ آتش نشینہ بہت کس	چشمہ براں آب ندید بہت کس
چشمہ کہ داد آب فراوان بود	آب خور چشمہ عجب آں بود
در دل دریا چو شود چشمہ غرق	چشمہ ز دریا نتوان کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بریایے نور	روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کن سال و لعابش دواں	دایہ او چرخ و لے مہرباں
قرطہ ز روشش کہ ز خربانہ	جہ مسکین ہم ازاں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم شست	یکتن و ہر جا کہ بجویش بہت
گرچہ گنج ز فلک تاثرے	لیک بگنج بکشکافِ درے
نورش از آفاق بروں بررود	لیک بیک خنہ دروں دررود
عالم نور او شدہ روزن دروں	بلک بسو راخہ سوزن دروں

شب که سفیدیش در آمد بموے  
 صبح سپیده که دریں حقه سخت  
 زنگی شب کرده سپیده برو  
 صبح چنان زلف تر شب بیت  
 طره شب اچو زخم یافت تر  
 مرغ سحر شانه صفت افرش  
 یعنی اگر غصه بیگه زخم  
 باد صبا پرده شب برگرفت  
 دیده شب روشنی آفت از کرد  
 خواب که در دیده مردم نشست  
 صبح بیکدم که بروں زرد بلاغ  
 شمع هم از دوری شب جان نبرد  
 خلق در آمد بنیما زود دعا  
 دانه در انداخت شب اند خراس  
 مشعله صبح که شد نور دار  
 از تلف آں شعله که در تاب شد  
 صبح زبس دم که دما دم گرفت

هم نشدش رنگ سفیدی ز رو  
 حقه نگوں بود سپیده برخت  
 خنده زناں شد فلک از چارسو  
 کاتب چکیده و نم شب نام یافت  
 شانه ز سر داد خرو سحر  
 شانه آواره شده بر سرش  
 تو هم ازین ازه ببر گرد نم  
 مرغ سحر نغمه تر در گرفت  
 کوری خفاش نظسه باز کرد  
 شب بیماں کرد و ز مردم حجت  
 کشته شد از مے بے صد چراغ  
 سوخته شد اول و آنگاه مرد  
 قامت خود کرد و موزن دو تا  
 قرص شد آں دانه ناکرده آس  
 ساخت یکے شعله ز چندین شرا  
 سیم کواکب همه سیما ب شد  
 آتش خورشید بعا لم گرفت

شمع و چراغی که بود شب فرو  
 الغرض آن بیک گردون گز  
 زان علم تا بفلک خاسته  
 شاه که تا صبح بیدار صبح  
 بود خوش از خوردن آن آب خوش  
 چون ز سرش رفت خماری که داشت  
 فرش کشادند بساط انگلستان  
 گفت بفرزانه که در خورد شاه  
 حاجب درگاه زایوان بار  
 جسته شد کرد برایشان درست  
 تاج و رآں چتر و کلاه سیاه  
 برد فرستاده بحکم شمس  
 شاه شد از دیدن آن سخت شام  
 داد بآرندہ آن هر چیز  
 خواست بے عذر ز پیوند خویش  
 ہدیہ بے بہر خداوند تاج  
 مرد رسانندہ خوش و شادمان

کشته شود گر برون آید بروز  
 رفت چو سپنج یک آماج وار  
 کو کبہ روز شد آراستہ  
 صبح برو فاتحہ خواں از فتوح  
 کرد ز مستی نفسی خواب خوش  
 بار بسیار است بہنگام چاشت  
 پیش ستاوند سماطیس زناں  
 چتر سپید آرو کلاہ سیاه  
 شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار  
 برد و رسانید بشاہ آنچہ جست  
 کرد بمیعاد رواں سوئے شاہ  
 بر شہ شمرق آن دو نشان مے  
 بستد و بوسید و بسر بر نہاد  
 خلعت خاص و زربہا نیز  
 شکر خدا گفت زانہ از بیش  
 ہدیہ نبل مملکتہ رخصت  
 آمدہ ز آنجا بخوشی در زماں

آہوئے پویندہ ببالا وزیر  
 مشرق و مغرب ہمہ مکرو گشت  
 شاہ ہمانگسیر بشمیر تیر  
 لشکرِ انجسم ہمہ پسِ خِ کبود  
 لشکرش از حدِ شمرن برون  
 ماہ ہم ازو علم افراشته  
 گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کین  
 بیند اگر تیز کبہ اندرون  
 گر نظر گرمی و تیزی دروست  
 گرچہ کند تیزی و گرمی بے  
 سینہ شام از شفقش خوں شد  
 مشرقیش قبلہ خود کردہ نام  
 سجدہ کنان ہند و ازاں گشت  
 نورِ بصر ہست مبسنی ازو  
 بے رخ خورشید بود تیر و افغ  
 نورِ بچشم ہمہ ازو پدید  
 خانہ خود ساختہ در کام شیر  
 یک مکتب برج نیار دگر گشت  
 چتر سیاہ شب ازو در گریز  
 او بکشد خنجر و گوی بنود  
 لیک بگنجیدہ بر وزن درون  
 غیبتش آنکاہ نگہ داشتہ  
 پس ز حیا در رود اندر زمیں  
 زہرہ کوہ آب شود بلکہ خوں  
 ریختن آب خودش آرزوست  
 تیز درو دیدنیار و کے  
 شب بمیاں کردہ و بیرون شد  
 سجدہ او جانب مغرب بشام  
 رے بدو کردہ سیر رے گشت  
 چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو  
 شب کہ کند چرخِ فزین پُر چراغ  
 کوری خفاش کہ اورا ندید



بس کہ پراز غبار شد دل ز تو گریفس زخم  
 خاک برویم افکند این دل پرخبار من  
 دولت روزگار من آه و فغان روز و شب  
 دولت اگر چنین بود و لے بروزگار من  
 رنجہ مشو بکشتنم زانکہ برخصت غمت  
 فتنہ تمام می کند محنت نیم کار من  
 لاغ مکن کہ خستہ و ادا من خود ز من بکش  
 چونکہ ز دست من بشد و امن اختیار من

## شب دیگر ز پے عیش ملاقاتِ دوشاه وزیرِ دزدانِ پند و ز پسرِ گوشنِ بران

مجلسِ خبسم چو بیار است شب  
 کشتی مه برد ثریا به لب  
 خاست ز گردابِ فلکِ معجز  
 ماه ز در کشتی خود کرد پر  
 شاهِ جهان باز بآئینِ دوش  
 کرد فلک ز مرمه نای دوش  
 تختِ خود آرایشِ دوشینه داشت  
 پے شرف بر سرِ مخیمه داشت  
 از منط مجلس و می آنچه بود  
 بشیر آراسته شد ز آنچه بود  
 شست صراحی بدوزان و به پیش  
 دختر ز شاند بز انوس خلیش  
 آئینه می چو بز انوس داد  
 بر سر زانوش دو آئینه زاد  
 آتش مه گر چه جهان بر فروخت  
 پنیہ قرابه ز آتش نسخت  
 گر چه پیاله نفس آرمید  
 خاست چو قم قم ز صراحی شنید  
 جام زمانے به نشستن شافت  
 ہم ز دم قهقهه نشستن نیافت

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد  
 غم ز زبانی کہ در گوش بود  
 شہ ز خوشی رفے چو گلزار کرد  
 بزم نشین ساغر زرم کشید  
 بر سر ہر مست زربے کراں  
 مجلس شہ را ہمہ مجلس نشین  
 شاہ گراں سرزمی خوش اثر  
 دست بیک زخمہ مطرب بود  
 مجلس اوزیں غم گشت مست  
 جملہ بگنجینہ خزان سپرد  
 خواند بگوش شہ آفاق زد  
 غم می و بزم بگلزار کرد  
 بدرہ دینار بسر می کشید  
 مست شدہ ہر ہمہ دم گراں  
 مست پنہاں بود و گراں چہرین  
 با و مباد اش گراںی بسر  
 خود گراں سر ہنوی سرود  
 مست گراں سر شدہ ہر کس مست

## غزل

آفت زہد و توبہ شد ترک شراب غارِ من  
 بادہ ہجر خورده ام رنجِ خمار در سرست  
 بود قرارِ وصل دے گریہ دایں ست دولتی  
 ای چوتھے نخاستہ پہلوے من دے نشین  
 رغبت اگر بے کنی ساقی خونِ خود شوم  
 بے تو چشم چار شد خاکِ در تو سرمہ ام  
 چوں تو سوار بگری دیدہ گہرِ شاں کنم  
 یار گراں مست کے بود توبہ وز ہدیہ از من  
 جز بجلالت لبش نشکند ایں خمارِ من  
 در ز قرار بگذرنے من دے قرارِ من  
 تا بنشیند از دروں تہش انتظارِ من  
 مطرب را ایگان تو نالہ زیر و زارِ من  
 سرمہ گراں تو نالہ م خاکِ بہر چہارِ من  
 خواہ قبول خواہ رد نیست خنیں نارِ من

گاہ پسر در پدر خویش دید  
 گاہ پدر تنگ بر در گرفت  
 گاہ پسر دست پدر بوسه داد  
 گاہ پدر پیش پسر داشت مر  
 گاہ پسر پیش پدر برد جام  
 گاہ پدر گفت بدر و فراق  
 گاہ پسر گفت دلم چوں بود  
 گاہ پدر خواست که از وقت خو  
 گه پسر از ذوق چنان گشت مست  
 زین منط از هر دو سخن میگذاشت  
 چوں سخن رفت بے داوے  
 چوں پدر را رُفے بد بلند کرد  
 دا و خستش بد عاے پناه  
 ریخت بس آنگاه بمست تمام  
 کاے پسر از ملک جوانی مناز  
 کار تمامی چو از و شد بکام  
 گر چه پیاست ز تو شد دستیاب

مهر خود از حسرت او پیش دید  
 افسرش از گریه بگوهر گرفت  
 خاتم جم را بکف جم نهاد  
 گفت که خوش باد حیات بود  
 گفت که باد آب حیات بکام  
 کز تو چگونہ شوم اے دیده طاق  
 کز نظرم نقش تو بیروں بود  
 دیده کند پیش پسر مشکیش  
 کش بزمین ریخت پیاله ز دست  
 آرزوے دل بدین میگذاشت  
 دور در آمد به نصیحت گرے  
 پند پدر را هر نفس زند کرد  
 کایزدت از حادثه دار و نگاه  
 داروے تلخش ز نصیحت بکام  
 ناز بد و کن که ندارد دنیا ز  
 کار خشنودی او کن تمام  
 دست ضعیفاں بیاست متاب

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد  
 بانگِ مزامیر<sup>۹</sup> نینہ پرده جست  
 چون نفس چند زمی تازہ گشت  
 باز نمود خستہ فرخ جمال  
 موج ز دریاے کرم شد باوج  
 تاجور شرق شرف باز داد  
 در کنفِ دولت و عونِ خداے  
 بادۂ نوشین لبغا خواست کرد  
 ہر دوشستند چو خورشیدِ ماہ  
 جام زبردست و سلطانِ شست  
 گرچہ کہ بد فرصتِ می پیش ازاں  
 بادہ بخوردند مگر برقیاس  
 کاں نہ گہ عشرتِ می خوار بود  
 ہر نفسے کان بہریت گزشت  
 ہرے گلگوں کہ ہی شد بکام  
 گرچہ لب آلودہ شدند از شراب  
 گاہ پدید بروے پسر

چنگِ سرافگندہ سرفراز شد  
 ہفت ونہ زبرہ بہم شکست  
 گوش ز آوازہ پُر آوازہ گشت  
 خاست ہمہ قرعہ اول ببال  
 کشتی اقبال در آمد بوج  
 تارکِ خود در محفلِ ناز داد  
 آمد و آورد وثیقت بجایے  
 وعدہ دوشین بوفار است کرد  
 در خطِ شان نقش سپیدِ سیاہ  
 تاد و زبردست شدش زیر دست  
 فرصت دیدار نمیش ازاں  
 تانزد عقل فراست شناس  
 بلکہ گہ دیدن دیدار بود  
 لذتِ صحبت بغنیت گزشت  
 دیدہ ہی رخت گلانی بجام  
 گریہ شان شست ہاں از گلاب  
 پردہ شدش گریہ بہ پیش نظر

گفت کساں نیز ہی دار پاس  
 تماش نہ مینی بو شقیقت درست  
 رخصت تدبیر شناساں بوجہ  
 تیغ نشاید کہ کشتی از نیام  
 خوشبختت خرد ببا ید شمر د  
 دیدہ دیں اہ زمیں ساو کھیت  
 پایہ نگہ دار مشومست خواب  
 گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوت  
 بیش و کم از مے نہ کنی و نہ پیش  
 کم کن از انہا کہ نہ فرمان بود  
 تا بودت ملک عمارت پذیر  
 سایہ نشیں را بود از مے مدار  
 سایہ فشاں باش بریں مشت خاک  
 مرتبہ مرتبہ خواہاں بود  
 سود بدست آر کہ سرمایہ بہت  
 بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں  
 از پر موریت پیر سہند باز

گر چہ پلت ہست فرہست شناس  
 راز گلو پیش کسے از نخست  
 باشد اگر سوے مہمیت روے  
 گر شودت خصم بتدبیر رام  
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد  
 درنگرے دید کہ ایں جاو کھیت  
 چوں تو دیں پایہ شدی دستیاب  
 کا جہاں جملہ چناں کن کہ اوت  
 جد چو تراد کم و بیش خویش  
 بیش کن آئنا کہ زیزداں بود  
 چشم رعایت زر رعیت گیر  
 شاخ و خستہ کہ بود سایہ دار  
 چوں تو شدی سایہ یزدان پاک  
 عدل کہ سرمایہ شاہاں بود  
 چوں تو دیں مرتبہ داری شست  
 عدل بود مایہ امن و اماں  
 ملک سلیمان چو گرفتہ فراز

خشم بہر جرم میا ور کبس	ز آتش سوزندہ گمدا رخس
چوں بگنہ معترف آید کے	عفو نکو تر زیاست بے
وانکہ بتمشیر سیاست سزاست	ہم بتاں ہواں عذر خواست
در حق آں کش بر خود داشتے	دیر خصومت شو زود داشتے
وانکہ سزاوار خصومت بود	حکم تو برفے بجکومت بود
ہر کہ زند در روہ اخلاص گام	کار بر دو کن بعنایت تمام
وانکہ بر آرد بخلافت سرے	سر زبانش پیش کہ گیر دبرے
خورد میں دشمن بد زہرہ را	آب دہ از زہرہ او دہرہ را
دشمن خود خورد بنیاید شمر د	در تہ دندان چہ کند سنگ خورد
گر چہ جہاں جملہ ہوا خواہست	ہم بکن آں خار کہ در راہتست
ہر کہ بوفتش دلی در سرش	سر کہ کیے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بہت	فرق کن از دشمن خود تا بہت
جائے مدہ دشمن کیں تو ز را	گوش مکن گفت بد آموز را
رفے بیکبار بتاب از دورے	گو بود آں قبلہ کہ بینی دوسرے
خاص کن آنرا کہ خرد ہستیش	راہ مدہ بے خرداں ایہ پیش
محرم سیر ساز خرد پیشہ را	مصلحت آموز کن اندیشہ را

ہرچہ کنی باز نشت دہند  
 بر سرِ ہر کس کہ ترا دست ہست  
 نیست خیرت اگر امر و زخاست  
 در عمل خیر توقف مکن  
 چوں تو نہ محتاج کسی و نعم  
 کم مکن احساں دہش آور بجایے  
 یافتی از گشت ازل خوشہ  
 دولت خود بین و شونا پاس  
 نعمت تو گرچہ ندارد و شما  
 گنجِ خرد خاص تو گشت از صفات  
 گرچہ جہاں داری و شاہیت  
 باش دریں پردہ با فکندگی  
 بندہ شو و عاقبت اندیش باش  
 ترس خداوند جہاں کن بدل  
 کار چنان کن کہ ہنگام کار  
 کم کن از آغاز پریشانیت  
 گرچہ ز بیم تو کس از کن مکن ق

ہرچہ دہی باز ہمت دہند  
 دست مکش از سر ہر زیر دست  
 وعدہ بفردا ممکن کیں خطاست  
 چوں کہنی ہایسچ تا سف مکن  
 در حق محتاج ہی کن کرم  
 بیش دہی بیش رساند خدایے  
 راست کن از بہر ابد توشہ  
 شکر بکن بر کرم بے قیاس  
 شکر کنی بیش کند کردگار  
 و اطلب از غیب کلیدِ نجات  
 سوعے خدا بین و مشو خود پرست  
 سر مکش از دائرہ بندگی  
 معترف بندگی خویش باش  
 تا ز خداوند منافی نخل  
 از دیرِ زداں نشوی شرمشار  
 کا درد انجامِ پشیمانیست  
 با تو نیارد کہ بگوید سخن

داد گرمی کن کہ ز تاثیرِ داد  
 ہر چہ رسد بر تو ز کارِ کساں  
 سایہٴ ظلمت ز مظالمِ بخشش  
 تا بزمانِ تو کہ بادِ ابلے،  
 ملک چو از نام تو شد برہ مند  
 دولتِ دنیا چو مسلم تر است  
 دولتِ جاوید نہرِ دہست کس  
 ہر نفس از عمرِ غنیمت شمار  
 کا دل شاں چسبج ببالا کشید  
 قصہٴ ضحاک ہمیدوں بخواں  
 نیک و بد از دفترِ ایشان بجھے  
 فعلِ نکو چسیت ز بد خواستن  
 پیشہ نگوی کن و از بد تبرس  
 چشم بہ نیکی نہ وایں پیشہ کن  
 در ہمہ تدبیرِ نکو کارِ بخشش  
 بد کنی راؤل بلامت کشد  
 خود ز مکافات و جزا ہر زماں  
 بس در دولت کہ تو نے کشاد  
 از سرِ انصاف با خرِ رساں  
 غصہٴ مظلومِ ز ظالمِ بخشش  
 نشو و آوازِ ظلم کے  
 کوش کہ آں نامِ مہماند بند  
 جانبِ دیں کوش کہ آں ہم سہیت  
 نامِ نکو دولتِ جاوید بس  
 یاد کن از ملک و رانِ دیار  
 آخر شاں خاکِ بجا راکشید  
 نامہٴ جمشید و فریدوں بخواں  
 نیک بخاطر کن و بد را بشے  
 نقشِ کثر از راستی آراستن  
 از بد کس نے ز بد خود تبرس  
 تا نرسد چشمِ بد اندیشہ کن  
 از بد و از نیک خبردار باش  
 و آخر از اں سر بہ نہمت کشد  
 ہر چہ کنی باز بسیابی ہماں



گرچه که درمی کرم بچیدست  
 باده حلاوت نبود چون مدام  
 پیشه تقویت پندیده فر  
 چون همه کس خدمت سلطان کنند  
 عشرت دایم شه تسلیم را  
 کوشش پوشیده کن اندر شراب  
 شاه بریں گونه بفرزند خویش  
 کرد زمانی بچنین گفت و گوئی  
 تا دل شب نزد جگر گوشه بود  
 نیم شبان غم سوئے خانه کرد  
 گفت که فردا بود اعست را  
 کرد رواں کشتی دولت شتاب  
 شاه چو زان دولت فیروز بخت  
 گریه قرابه بیانگ بلند  
 آب رواں کرد بجوئے نشاط  
 بزم شیش گرچه که فردوس بود  
 بسکه بدش از غم دوری خمار

آل کرم از می شمرند این بست  
 هر چه مدام است چه باشد حرام  
 از همه وز شاه پندیده تر  
 هر چه ز سلطان نگرند آن کنند  
 ره بضالات برد اسلیم را  
 تا نشود رکن شریعت خراب  
 داد بے زاد نو از پند خویش  
 کن مکنی را بنجر حبست و جوی  
 دانه اشکش بثره خوشه بود  
 دامن از آن خوشه پُر از دانه کرد  
 آیم ویس شرط بیارم بجای  
 رفت بدولت بگزارای آب  
 فرخ و فیروز برآمد به تخت  
 قمقه در حلق صحرای مکنند  
 خاک شد از جرعه مغرب باط  
 وعده فرداش قیامت نمود  
 باده همی خورد دمنی کرد کار

لیک ترا نیز بہر کار ہست  
 ہر چہ مصوّر شودت در خیال  
 خود نفقہ در رفتت کا سخت  
 چوں بوغا جسد کنی در جہاد  
 گر بودت در دل مشکل کشاے  
 و ر بدل از راے بود مشکل  
 باز طلب صحبت مردان پاک  
 مست مشو چوں بلب آری شہزاد  
 ہوش براں نہ کہ شمعے ہو شیار  
 غفلت شاہ است زیان ہمہ  
 شاہ بود از پئے پاس حباں  
 می بخورامانہ زاندان ہمیش  
 کم خور از انساں کہ شوی مست از  
 کار جہاں جملہ ترا کردنی ست  
 چوں تو نوری بادہ کافر بے  
 مست کہ از خود خبرش کم بود  
 گر چہ کمیت بخوشی رہبر ست  
 آئینہ روشن فکر ت بہت  
 نیک بکن بد بکن اینک حال  
 فضل ز حق جو عنایت نخب  
 باش گراں جنبش و دیر ہست  
 مشکلی از ملک طلب کن برآ  
 خواہ کلیہ از دل صاحب دلے  
 صحبت آلودہ رہا کن بجاک  
 در چہ شوی مست مشو مست خوا  
 تات بغفلت نرود روزگار  
 خواب شبانست بلائے مہ  
 خواب نشاید کہ کند پاساں  
 تالشوے بے خبر از کار خویش  
 ناشدہ از دست بکش دست از نو  
 خود غم ایں کار ترا خوردنی ست  
 پس غم گیتی کہ خورد خود بگوے  
 کز خبرش از ہمہ عالم بود  
 ہر چہ عنا باز کشتی خوشتر ست

وہ کاں شکروش ناگمان نیں دیدہ ترشد نہا  
از خسر و آموز و قفاں فرہا دا اگر اکنوں بود

دو دواع دو گرامی کہ پدر را دشتک

مردم دیدہ ہمیرفت ز چشم گریاں

شب چو دواع مہ و سیارہ کرد	صبح دم از مہ قبا پارہ کرد
کرد کنارہ شفق از خون خویش	چشمہ خورشید شد از دیدہ پیش
قلب و سلطان زد و سو کوچ کرد	بست دپل روتے دوا آب از دگود
کو کبہ شرق سے شرق تافت	لشکر مغرب سے مغرب شتافت
سر و مشرق بود اعراس پسر	گریہ کنساں کرد ز دریا گزر
دیں طرف اقبال مغری بہ پیش	گشت شتابندہ بیعاد خویش
خاص شد از بہر دواع و دوشاہ	چو ترہ بایستہ آرام گاہ
ہر دو در اں بقعہ مہیا شد	چوں مہ و خورشید یکی باشند
محرم خلوت شدہ ہر دو بہم	ز حمت غیرے زمیاں گشتہ کم
خلوت از اں گو نہ کہ محرم نبود	ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحت ملک راز	یک بد گر ہر دو نمودند باز
کاں چمن از خار تہی کردنی ست	واں گل ز بگیں بخت آوردنی ست
در حق ایں شو بکرم رہ نموں	واں دگرے را بزین ریزخوں

گرچہ خوشی در دلِ شب پیش کرد  
لیک ز فردا بدل اندیشہ کرد  
تلخ تو اس شربتِ دوری چشید  
در دجہائی کہ تواند کشید  
دشمن باشد فلک از مغر و پست  
زانکہ بیک جا نخواہد دوست  
الغرض از مے چو سرش گرم گشت  
ز آنچہ دلش بر قدے ز گشت  
رفت ز مجلس لبوے خواب گاہ  
شد تی از بادہ کشانِ نرَم شَا  
جفت بربیداری بختِ جوان  
دولتِ بیدار شدش پاسباں  
خوابکش باد ببالائے تخت  
ہیچکے خفتہ مباد اش بخت  
مطربِ خوش نعمہ باو از نغز  
زیں غزلش داد طراوتِ بغز

## غزل

آرامِ جانم میرود جانِ اصبوی چوں بود  
آنکس شناسد حالِ من کو بچوں درخوں بود  
بر بست چوں جواز کمر آورد در جواز مگر  
یعنی کہ ایں عزمِ سفر در طالعِ میوں بود  
گویند حالِ دلِ نناں گویش مگر ناید عیاں  
ایں کہسی گفتنِ توان کو از دلم بیروں بود  
بر بزمِ مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی  
من دامنِ دچوں منے کاندوہ دوری چوں  
زیں در کہ از چشمِ افکنم پر گشت حبیبِ دامن  
چوں ریمانے شد تم کا ندروں ممکنوں بود  
بند و خلش جویم ہے زیں تار مے درخمے  
زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پناہم گزد  
خود عاشقانِ اہرے سوئے گوناگون  
لیلی و مے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو  
مائے کز مینا نم گزد کے درخو افسوں بود  
دانکہ زنجیر از چہ رود در گردنِ جنوں بود

اے ز تو دردیدہ تار یک نور  
 جانِ عزیز می بجدانی مکوش  
 صبر مفرما کہ صبوریم نیست  
 گر چه ترا ہم کشتے در دل ست  
 خویش تو ام ورتو نہ خویش من  
 با تو ام ابر بخود و گر با خودم  
 بر سر راہی و منم خاکِ راہ  
 چند کنی از پئے رفتن شتاب  
 با تو اگر ہم رہیم مشکل ست  
 بہر نثار تو سر شکم ز در  
 گر تو بگویی بہرست ریزم  
 تا چو بد امان تو افتد ز سر  
 خامہ من زیں پس و تحریر درد  
 حال من از نامہ فرو خواں چو آب  
 گر چه تو خوردی و فراموش کار  
 ور چه نیاری بدلم سال و ماہ  
 بل اخذ مرا ۱۱

مردے کن مشوا ز دیدہ دور  
 چند بود جانِ عزیزم بکوش  
 دور ز تو طاقتِ دوریم نیست  
 اینچہ کہ من میکشم آن مشکل ست  
 مر حمتے بر من بے خویشتن  
 بے خودیم ہیں دبیر با خودم  
 برگذر، بچو صیب برگیاہ  
 یکدمے از سوختگان رومتاب  
 اشکِ منت ہمہ صد منزلت  
 آستن و دامن من کرد پُر  
 با گسرتاج در آمیزم  
 یاد ہ از آبِ دو چشم پدر  
 و اشکِ رواں یک بیابان نور  
 باز نویس اربتوانی جواب  
 تا ت فراموش نشوم ہوش دار  
 جانِ تو کردل نشوی ہیچ گاہ

خاص مکن آن دگرے رانجوش  
 جلے مدہ گفتہ اور ابگوش  
 گوش جگر گوشہ خود کرد پر  
 دل نتواں گفت کہ در جان بناد  
 عذربد و نیک ہی خواستند  
 دست در آورد بدل بندش  
 جان نہ ازاں دگرے زان من  
 لیک چو جاں میر و دم چونیم  
 حال دلم چوں تو شدی چوں شود  
 سوے کہ بمنیم کہ بساند صبور  
 دیں بکہ گویم کہ بگوید ترا  
 وہ کہ نوزد دل تو بردم  
 کیست کزین واقعہ بازم خرد  
 گر خبرت ہست چنینم مسوز  
 ترسم از اندیشہ ہلاکم کند  
 تا چہ شود حال من سوختہ  
 تانندی دیدہ اسیر خیال

دو رمیند از فلاں راز پیش  
 ہر چہ کہ ایس گفت بدان در ہوش  
 سر در مشرق چو از یں حل و در  
 آن ہمہ گفتار پد رکیب و  
 از پس ایں ہر دو بپا خاستند  
 خستہ پدرازد دل پر خون و ریش  
 نالہ بر آورد کہ لے جان من  
 بے تو زیم گر چہ کہ در خون زیم  
 چوں بخصمت جگر م خون شود  
 دیدہ بماند چو زوے تو دور  
 چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا  
 سوخت از یں غم دل بے حالم  
 ہجر تو آمد کہ ز خویشم برد  
 بے خبرم بہر تو شب تا بروز  
 غم بہ کیمن بست کہ خاکم کند  
 سوختہ شد جان غم اند و خستہ  
 کاش نبودے دوسہ روز وصال

عاقبت الامر در آن تهنات  
 ہر دوزخ از خون شدہ غائب گنگ  
 رفت پدر پاپے بہ کشتی نہاد  
 گریہ کناس بادل بریان خویش  
 شہ شد فرس سو پسر درد مند  
 گریہ ہی کرد زمانے دراز  
 راند ہی از قرہ سیلابِ خوں  
 دید چو خالی محل از شاہِ خویش  
 رفے ز شرق اختر عالم فروز  
 رفت بہ لشکر در خرگاہ بست  
 خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دُور  
 جامہ بفریاد و فغاں می درید  
 گشت دل تنگ ز غم شاخ شاخ  
 کرد چو ابنو ہی غم در ہمیش  
 ساتی از اس بادہ کہ با خویش داشت  
 شاہ از اس محو کہ بلب در کشید

چوں کہ ندیدند گزیر از فراق  
 یک گراغوش گرفتند تنگ  
 دیدہ واں از قرہ طوفاں کشاد  
 کشتی خود راند بطوفاں خویش  
 آہ بر آورد بگنگ بلند  
 سوے پدر داشتہ چشم نیاز  
 تاز نظر کشتی شہ شد بروں  
 رخس واں کرد بہ بجا خویش  
 تافت سوے غرب کہ نیمروز  
 و آمد و شد راز میاں را بہت  
 جزو سہ از خاصگیان حضور  
 جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید  
 تنگدلی در دل تنگش فراخ  
 خواہست شرابے کہ بشوید غمش  
 پیشتر کہ شد قدحے پیش داشت  
 جرہ آں راز قرہ بر کشید

گشت رواں چشم من خستہ وائے  
 آہ کہ صبر از دل و تن میسُر  
 تشنہ اگر نیست سپہم بخون  
 یا خود از میساں شغبے مے نمود  
 دیدہ پر خون و دل نا صبور  
 چون شغب و نالہ ز غایت گزشت  
 یک نفسے زان منطاز ہوش رفت  
 وائے خلف پاک ہم از درد دل  
 بستہ دل و جاں بو فائے پدر  
 وز مرہ در پای شہر ارجمند  
 اشک فشانان بدل دردناک  
 سر چو ازیں بے خبرے برگرفت  
 باز باغوش خود دش کرد جا  
 ہر دو بجائ شیفۃ یکدگر  
 روئے ہم کردہ چنیں تا بدیر  
 نقش و دواع اچہ بہ جاں میگشت

دل نہ ہمانا کہ مہماند بجائے  
 خون من از دیدہ من میسُر  
 چون کشد آخر جگر م را بروں  
 روز بختمش چو شبے مے نمود  
 چشم نے شد ز جگر گوشہ دور  
 گریہ وزاری ز نہایت گزشت  
 کش سر فرزند ز آغوش رفت  
 خاک رہ از گریہ ہی کرد گل  
 دیدہ ہی سود بپائے پدر  
 ریختینائے گہرے مے فگند  
 مرد مک دیدہ قتادہ بچاک  
 دُز خود از خاک با فسر گرفت  
 گاہ سرشن بوسہ زد و گاہ پائے  
 دوختہ بودند نظر بانظر  
 ہیچ نگشتند ز دیدار سیر  
 لیک اندازہ زباں می نگشت



ابر پرده بالا کشید  
 آب فرو ریخت بکار زمین  
 سیل غماں بس کہ بہ تندی گزشت  
 چوں دہلِ رعده شد از آبِ غرق  
 گرم چنان شد کہ چو آواز داد  
 قوسِ قزح گشت کمانِ وار کوز  
 تاب کشید آتشِ برقش چنان  
 جوی کہ شد مست خوش و آبدار  
 صفوتِ آبِ ارتو ندانی محال  
 تندی سیلابِ بیالائے کوه  
 ماند ہمہ وقت خطِ سبزہ تر  
 ہر منے یک گل و صد آبجو  
 برق بہ ہمیشہ در آرد و تاب  
 برق بہر سوئے بتابے دگر  
 پردہ نشین گشت فلکِ سوسو  
 جوئے کہ شد برہنہ تینش  
 سبزہ صفتِ خویش بصر کشید  
 زو ہمہ نشست غبارِ زمین  
 باد بہ زنجیرِ جگہش نہ نشست  
 گرم شد از آتشِ سوزانِ برق  
 غلغلہ در گنبدِ گرد و فقاد  
 از دوطرفِ سبز نی و سرخ توڑ  
 کش نم صد ابر نہ دار و زیاں  
 آب گرفت لبِ سبزہ کنار  
 زیر زمین ابر نمود از خیال  
 از شغبِ آرد و زمین راستوہ  
 از کفِ خورشید نہاں شد اثر  
 ہر چمنے صد گل و صد آبرو  
 گشت ز رہ پوش سوارانِ آب  
 دشت بہر جوی بر آبے دگر  
 با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو  
 جامہ خوکی شدہ پیرا، منش

۱۰ توڑ درختے ست کہ ہر زمینِ آب و کماں چینیہ برنگت سرخ باشد ۱۱ جامہ خوکی کاہو کہ بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب کہ دے بے دنگ      ساز کند صوتِ جدائی بچنگ  
 نشت معنی و براہِ عراق      کرد روانِ فرہائے فراق  
 دست ز ہانش چو درآمد بکا      زیں غزل از دست بشد شہریا

## غزل

سختِ شوارست تنہا ماندن از دلِ زخویش      ماکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ شوارِ خویش  
 لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرِ زخم کش      من کہ وصلِ چنگ کہ پروردہ در زہارِ خویش  
 مردہ راحرتِ مردن نیست ہست از بہرِ آنکہ      باز مے گیرند زو ہم صحبتاں دیدارِ خویش  
 ہر کہ روزے ناوکے خورد دست او اند کہ پست      دردِ مجروحے کہ نالہ از دلِ انگارِ خویش  
 کیست کز بیاری غم اندکی باز مِ خرد      کا ندک اندک می بسوزم از غمِ بیارِ خویش  
 راز باد یوار ہم گفتن نمی آرم از آنکہ      گوشہا می بینم از ہر سو پس دیوارِ خویش  
 گفتہ کہ کہ کہ خواہم کرد کارت را بہر      کارِ من کردی و کردی عاقبت آن کارِ خویش  
 نا امیدم ترک گیریم دے اے دوست      تا چو نو میدان بگریم بر غمِ تیارِ خویش  
 خسرو پہلے من شیش ساعتے دل دہ مرا      زانکہ دل می افتدم از گریہ اے زارِ خویش

صفتِ موسمِ بارانِ برہ رفتنِ شاہ

جانبِ شہر شدنِ زلبِ کھکھراں

کرد چورہ در سر طاق آفتاب      چشمہ خورشید فرو شد باب

سینہ کجشک نہ شامِ نو  
 خاک یکے بیضہ طوطی شمار  
 سبزہ نورستہ تو کوئی مگر  
 سبزہ بصحرای شدہ چوں نوخطا  
 ترالہ زناں بر سرِ کلرغ سنگ  
 غوطہ مرغابی رخا بجوے  
 نولِ حوصل شدہ مقراض پر  
 جفتک سرخا بن حکم خدا  
 جرعه کہ طاؤس ز باران بخورد  
 یافتہ دراج خوشی در هوا  
 سرخ شدہ آبِ سرخاباں  
 مرغ بے ساختہ در آب جا  
 لرزہ کناں آبِ نرمی چو خزا  
 ز آبِ میں شے بہر شاخ بید  
 میوہ ایں فصل رسیدہ بشاخ  
 خوشہ انگور بداں چاکی  
 پر شدہ از آبِ علف جو بجو  
 بیضہ یکے بچہ او صد ہزار  
 بچہ طوطی ست کہ شدہ سیخ پر  
 ملک جہاں گشتہ بکام بھال  
 با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ  
 از سرِ طوفان شدہ پایاب جو  
 جامہ او فقرہ و مقراض زر  
 روز بیکجا و شب از ہم جدا  
 ہم بسر و آمد و ہم جلوہ کرد  
 شیر و شکر داد بروں از نوا  
 شستہ بخوں ناخن قصا بگاں  
 بر سرِ آن فقرہ شدہ فقرہ پاک  
 مرغابِ کز پاش بپا کردہ کز  
 زناغ شدہ قمری جامہ سپید  
 گرد چمن طعمہ مرغاب فراخ  
 آبلہ بریاستہ از نازکی

خاکِ بے آبی اماں یافته  
 قطره در آورد زباں را فراز  
 چون زمین از آب شده سیم ناب  
 حجبے رسیدہ بہ بلندی زریں  
 زود زستی بہ فغاں آمن  
 ماندہ بہر شہر عمارت در آب  
 چرخِ نگوں طشت شدہ سیل بار  
 ابر ہوا خواہ گلستاں شدہ  
 باغ کہ از سبزہ شد آراستہ  
 برگِ درختان ترا از شاخسار  
 ابر شدہ کوہ بلند از شکوہ  
 پر شدہ قرا بہ چرخ از گلاب  
 حوضِ مدور کہ شدش آب پیش  
 جفتِ زمین را ہمہ بشکافتہ  
 بزرگراں در گل لغزان اسیر  
 دانہ کہ سرتیز چو سوزن کیشد  
 شالی سر سبز نہ انم کہ چسیت

چشمہ زجبے آب رواں یافته  
 آب شدہ از دُرِ ادحلقہ ساز  
 باد کرہ بر زدہ بر سیم آب  
 ہم بتواضع بہ نشیبش میل  
 دورِ خرابی بکراں آمن  
 مجتکراں را شدہ خانہ خراب  
 طشتِ نگوں آب نہ گیرد قرا  
 آب کش مجلسِ ستاں شدہ  
 ابر سیہ را بہوا خواستہ  
 ہر ہمہ دور بار و در آوردہ بار  
 برق شدہ بر سرِ ادتیغ کوہ  
 پنبہ نہادہ بد ہانش سحاب  
 آب کشاں گرد بگرد آب نوش  
 کما در زمین جفت بے پستہ  
 تکیہ شاں بر کرم دستگیر  
 سوزنِ او آبلہ روشن کیشد  
 کاب گزشت از سر و انگاہ بیت

گرچہ کہ بود آبِ دامنِ تاشکم  
 پائے ستواراں بہ زمیں رُشدہ  
 بود بہر جا کہ نزدِ سپاہ  
 خیمہ لشکر ہمہ بروے آب  
 بے لَم فتح در اں راہِ دور  
 خانِ جہاں حاتمِ مجلسِ نواز  
 از کفِ جود و کرم حق شناس  
 من کہ مہم چاکرِ ادیش از اں  
 باز چنان بخشش چاکرِ فریب  
 در او دم برد . لطفِ چنان  
 غربت از احسانش چنانم گزشت  
 در او از بخشش او تا دو سال  
 من پے شرمِ خداوندِ خویش  
 مادرِ من پیر زنِ سبجہ سنج  
 روز و شب از دوریِ من بقرأ  
 در غم و زاری ز جدا ماندنم  
 گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش

اسپ نکرد آتشِ خود پیچ کم  
 گاہ وز میں را سیمِ شاں سر شدہ  
 تنگی جو بود فخرِ انجی گاہ  
 راست چو دریا کہ بر آرد جباب  
 سایہ فشاں شد بجدِ کینتور  
 گشت با قطعِ او دہ سرفراز  
 کرد فرہم سپہ بے قیاس  
 کرد کرم ز انچہ کہ بدیش از اں  
 بندہ شدم لازمہ آں رکیب  
 کیست کہ از لطفِ تباہِ غناں  
 کم وطنِ اصل فراموش گشت  
 پیچِ غم و نالہ بنود از منال  
 رفتہ ز جلے خود و پیوندِ خویش  
 ماندہ بدہلی ز فرستہم برنج  
 سوختہ داغِ من خام کار  
 نامہ نویساں ز پے خواندنم  
 چند گے راہِ مذاومِ بخویش

دانه او کرد طراوت درو	گرد شده جمله طلاوت درو
خسته شده سینه خرم از خار	خنده همی کرد به پرده انار
موز بیک برگ پوشید شلخ	برگ از و گشته ببتان فراخ
گرچه که با خورپزه زد پهلوی	صلح همی کرد بشفتا لوی
نفرک خوش لغز کن بوتان	نغز ترس میوه هندوتان
طفل که همشیره او شد نبات	خضر و شنی شسته بر آب حیات
میوه بباغ ارزیکی ده بود	پخته شود خور و نش آنگه بود
میوه نغزک هم از آغاز بر	تا حد انجام سزاوار خور
سایه او بر درم از آفتاب	مایه مستان ز برای شراب
آب و اگشته بهر سایه	یافته از میوه زمیں مایه
نغزک پخته بچکیده زبر	گشته نبات زمیں از شیره تر
گاه تماشاے جوانان بباغ	زیر درختان شده مستان بلاغ
وقت چنیں میوه پروگر متاب	وز مدوا بر جهاں غرق آب
ابر در افشان شه دریا نوال	ابرش خود را ند بدار الجلال
آب فراخ همه را تا به گنگ	و آمده شکر همه از آب تنگ
لشکر ابنوه چو دریا بجوش	سیل ز جنبیدن آں درخوش
بود سراسر زمیں از آب پر	هم ز هوا سوخته می شد شتر

پڑہ زوے شفقت برگرفت      اشکِ فشانِ بزمِ درگرفت  
 داد سکونے دلِ آشفته را      کرد و فساند پذیرفته را  
 بعد و روزے کہ رسیدم زرا      ز آمدنم زود خبر شد بشاہ  
 حلیجے آمد بشتا بندگی و      داد نویدم بصفِ بندگی  
 خاتم و برگِ شدنِ ساختم      محمد تے تانِ سپردِ انتم  
 رفتم و رخسارہ ہنادم بجاک      تن ادبِ موز و دل اندیشہ ناک  
 نقش طرازیہ کشادم ز بند      کردش نشا و بیانکِ بلند  
 شہ کہ در چیدہ من دیدہ تر      مہرِ بچید از ندماے دگر  
 داد با حسانِ ربے بردم      جاگی خاص و بدو بدو دم  
 یافتم اندر محصلِ اختصاص      مرتبہ در سلکِ ندیانِ خاص  
 چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد      خانہ فترم بزر آباد کرد  
 گفت کہ لے ختم سخن پرور      ریزہ خورِ خواجہ تو دیگر  
 از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست ۲      ہمتِ مارِ اطلبی در سرست  
 کر تو دریں فن کنی اندیشہ چست ۳      وز تو شود خاستہ من درست  
 خواستہ چندان رسام ز گنج ۴      کر پیے خواہش نبری پیچِ گنج  
 من کہ عطاے شہم اس فرود ۵      سجدہ کناں پیش دویدم چو باد

چوں کشتش سینه ز غایت گزشت  
 با عتسه دل ز نهایت گزشت  
 حال خود و نامه اُمید و آرز  
 باز نمودم بخند او ندگار  
 او خود از آنجا که بزرگیش بود  
 خردی من دید بزرگی نمود  
 داد اجازت برضای تمام  
 تا نهم اندر ره مقصود کام  
 خرج زخم زان کف دریا اثر  
 گرم رواں کردد کشتی زر  
 تاز چیاں بخشش مفلس پناه  
 شکر کنایاں پاس نهادم براه  
 شوق کشاں کرد گریبان من  
 گریه زده دست بدایان من  
 حامل خوں کرد غنیم مادرم  
 ز اذیمیس بود براه اندم  
 قطع کنایاں راه چوپیکان تیز  
 بیک مہ کامل بہ کشیدم غماں  
 ہچو مہ عید خوش و شاد بہر  
 ہچو کل بوستاں  
 یک مہ کامل بہ کشیدم غماں  
 ہچو مہ عید خوش و شاد بہر  
 ہچو کل بوستاں  
 یافتم از لذت دیدار کام  
 مرغ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید  
 مردہ دل از حال پریشان خویش  
 دیدہ نهادم ہزاراں نیاز  
 ماورین خستہ تیمار من ق  
 زنده شد از دیدن خویشان خویش  
 بر قدم مادر آزر م ساز  
 چوں نظر افکند بیدار من



از دُش به با همه شرمندگی	آدم اندر وطن بندگی
خم شده از بارِ کرم گرد غم	فرض شده خدمتِ شه کرد غم
گوشه گرفتَم ورقِ دل بدست	عقل سراسیمه و اندیشه مست
رُے نهان کردم از ابناء جنس	نَے غلظم لبکِ نخ و از جن و انس
آبِ معانی زدلم زاد زود	و تشِ طبعم لبتم داد و دود
چون بتوکل شدم اندیشه سنج	سینه خاکیم بروں داد گنج
خامه بیارست سخن را جمال	پرده بر انداخت عروسِ نیال
جمله خط را ز سر پرده یافت	واں ز زبان قلم و شکافت
من زود بر عرش ز فکر ت علم	محرم فکرم شده لوح و قلم
خواست مدد خاطر اندیشه را	زین سه هنر سنج و معانی فرا

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوح محفوظ

هست اوّل صفّش ما خلق الله بخوان

سوی قلم دست کشیدم نخست	کاؤل از و شد خطِ هستی در دست
را ند نخست ازید قدرت برو	کرده رقم بر ورقِ کاف و نون
سلسله جباں شده در باب علم	داشته سر بر خطِ ارباب علم

گفتمش اے تاجورِ جم جناب  
منکہ بوم داعیِ مدحت طراز  
چوں تو دہی حاجتِ ہر منگلے  
باغ نہ از گل طلبد رنگِ بوسے  
شہ کہ جہاں بندہ فرمانِ اوست  
حاصلم از طبعِ کثر و فکرِ سست  
گر غرضِ شاہ بر آید بداں  
بندہ چو بنمود شاہِ ز من  
شاہ زباں را بہ سخن بر کشاد  
گفت چناں با یدم اے سحرِ سنج  
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی  
نظمِ کنی جملہ سحرِ زباں  
تا اگر مہجورِ آرزو ز پایے  
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جو د  
برد مرا خازنِ دولت چو باد  
من شدہ مخصوص بچوئے چنیں  
نے قلمِ راز ہنر بہرہ

بختِ ندیدہ چو تو شاہِ نجواب  
تا چو توئی را بمن آید نیاز  
حاجتِ تو چیست بچوں من کسے  
ابر نہ از قطرہ بود آبِ جوے  
گر بمثلِ جاں طلبد زانِ اوست  
نیست مگر پارسیِ نادوست  
دواتِ من سے نماید بداں  
عذرِ تہی مانگیِ خویشتن  
تقل ز گنجینہ گو ہر کشاد  
کز پئے من سے نہ سچی ز رنج  
شرحِ ملاقاتِ دو سلطانِ دہی  
قصہ من با پدرِ مہرِ بباں  
آیدم از خواندنِ آں دل بجا  
از نظرِ لطف اشارت نمود  
مہرِ زرو خلعتِ شاہیم داد  
مایہ بدستم نہ و سودے چنیں  
نے ورقم راز گہرِ مہرہ

ورمبش نخت بجای که خواست      خفته نخیز و مگر از دست راست  
 و لب بر آمده چوں مرغ باغ      نغمه بلبل زده از نول زراغ  
 قارچکای گشته ز منقار او      تا همه قاری شده از قار او  
 خوانده و را تیر سپهر از صواب      نام قلم نیزه خط خطی خطاب  
 و زردم این خامه لبوای خام      مجرّه سوخته دل را بکام

## صفت مجرّه کوگر چه سیه دارد دل آں سیاہی دلش مایه علم است بیاب

سوخته دود فراکش قلم      و آب حیات و ظلماتش بهم  
 مطبخ سودا و درون مجرّه و ش      روزنش از سوز درون و کوش  
 هم درق از روزن او برده دود      هم تلم از مایه او کرده سود  
 زاده ہیں دوده او هر زمان      هر خلش بر سر خود و دماں  
 دیک خوش نچتن سود و زیاں      خامه چو کفگیر مهیتا بران  
 خانه روین و ز چوبش ستون      گشته برون و شن و تار از دُرّ  
 دیده چنین نادره کس در جهان      خانه بجا ماند و ستونش رُوان  
 کرده چھے شرف بصد نیکوئی      چوں چه بابل همه پیر جادوئی  
 کس نه کشد سایه که در نچشت      سائیه این چه به کشد هر که هست

علم جهانش همه طرف اللسان  
 و رذله زاد بمعنی از و  
 بر ورق اہل ہنر کردہ داغ  
 در ہنر از بس کہ رواں کرد دست  
 رہست بہر دستگھی ہموچو تیر  
 گفت خبر بر ہمہ از خیر و شر  
 ہم زدہ در خشکی و تری قدم  
 در طلب صوف تراشیدہ سر  
 راکع و ساجد شدہ در ہر مقام  
 پیچ بنودہ بقیامش قعود  
 روزی او یک شبہ با صد ہنر  
 سر زدہ در رفتہ درون دوات  
 دودہ او قبلہ دانندگان  
 آہوے مشکین و سرش بادشاخ  
 تیر سپردار از و در خراش  
 کردہ سر اندر رہ شمشیر صرف  
 آب سیہ خوردہ چنان گشت مست

پیچ خطایش نہ اندر زبان  
 آن نویسدہ بود نے از و  
 روز و شب از خوردن و د چراغ  
 دستگھی یافت بہر کس کہ بہت  
 راستی او ہمہ را دستگیر  
 نامہ سیہ کرد و لے با خبر  
 ہم بسیاہی و سپیدی علم  
 گرچہ ہمہ جد کنندش ز بر  
 در دل شب کردہ بیک پاقیام  
 طرفہ کہ در عین قیامش سجود  
 گر ہمہ سر زیر کند یا ز بر  
 یافتہ در ظلمتش آب حیات  
 خواندہ شدہ بر ہمہ خوانندگان  
 وز دم او مشک بصر افراخ  
 تیغ گہ بار از و در تراش  
 بلک ز شمشیر رسیدہ بحرف  
 کش چو نگیرند بقیۃ ز دست

نامے حریر آمدہ اندر نورد  
 آمدہ اجزائش فراہم ز آب  
 بسکہ شد از کوبش بسیار پست  
 کہ بود از دستہ تنغین گزر  
 کہ غلہ سوزنِ مسطر کشد  
 کہ ہدف تیر شود از ہوس  
 کہ کند اندر کلبہ نشنست  
 برزدہ از روے سپیدی علم  
 نامِ خدا یافته بروے گزر  
 عاشقِ خطائے ترا مزلصل  
 باخطِ عارض نگزارد وفا  
 پیچ کہ از حرف نذاکد گزشت  
 حرف بحرف از قلم آر و سخن  
 ہر کہ گمے قصہ فرو خواند پس  
 کار کشائے ہمہ ز اسرار خویش  
 قدر گراں یافت لیکن سبک  
 طرفہ حریرے کہ تو اس جزو کرد  
 لیک پرانگد گمیش ہم ز آب  
 پشت دوتا گردوش از یک شکست  
 کہ دہد از تیغ بمقراض سر  
 کہ کشش رشتہ دفتر کشد  
 الغرض از دوستی کلک پس  
 تار قمیہ یاد از اس سر نشست  
 لیک سیہ روے شدہ از قلم  
 زانش ہو سوند و نمندش بسر  
 مے بریش گردن و در بند وصل  
 گرچہ کنی بند ز بندش جدا  
 حرف روان ز نتواند گزشت  
 لیک بہ پیچیدہ ہمہ بر خویشتن  
 عاقبت الامر بہ پیچاند پس  
 پیچش او از خود و از کار خویش  
 و اس بسکہ ہم ز فراج تنک

کرده درو خامه مصری پناه	یوسف مصر آمده در قعر چاه
مکملہ دیدہ روشن سواد	میل درو خامه و ککلیش مدا
بسکه فزوں یافته زرق قلم	آب سیہ رانده بفرق قلم
شستن او با همه دانندگان	رفتن او جانب خوانندگان
هر چه سواد و رقی مشکلیش	حل شده چون آب و نیش
در شکم از خشک ترش مایه بیش	کرده قناعت به تر و خشک خویش
بلکه شکم کرده پراز بیش و کم	مانده دهاں باز برے شکم
که گئے از زحمت مشکلی بناب	دافع مشکلیش دوسہ قطرہ آب
معتبر عالم و جاہل شدہ	گر چه دروں تار و سیہ دل شدہ
من چو ازین حقہ کشیدم قلم	بر زوم از مشک بکاغذ علم

صفت کاغذ سیہ کہ پئے و د قلم

سیم سوزے شود و نقش بر آرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح و ام	آنکہ شد آرائش صبحش ز شام
سادہ حریرے وے اصلش ز خویش	باقصب خرنشده پیوند خویش

برکردم چشم را کاں لالہ رنگین من  
ماؤ تنہائی و روزِ ابر بارانی زاشک  
ابر بر من می بگریذ کیش حیاے بہت بڑ  
خلق گوید درِ خود را گوئے تا در ماں کنند  
شسوارے ہر زماں کا نہ ردلم می بگری  
دیدہ کن خاکِ دُرت سر نہ کندانی حلیت  
چشم من ہر چند افروز تر ہی بار دوسر  
وقتِ بارِ خوش کہ میبار دگمے درِ خوش  
بیشتر در روزِ باراں مے بسا غمی کند  
اے خوش آنکس کو خوشی با آن سہمی کند  
نخہ دزدیدہ ہیں کنزِ پیر چادر می کند  
من ہاں گویم ولے از من کہ باد می کند  
صد غبار از سینہ خاکیم سر بر می کند  
از غبار انگیزی تو خاک بر سر می کند  
ایں غبارے را کہ من دارم فزون می کند  
ماجر اے چشمِ حسد و پیشِ دلبری کند

### ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت کہ شہر

#### ہمچو بر جلیں بقوس و قمر اندر سرتاں

صبح دماں چو علم آفتاب  
خبر کہ مہ گشت نہاں در پرند  
رخش طلب کرد شہ کا حکم  
کرد رواں کو کہہ فقیاب  
باد شد اندر سر ز زینہ نامے  
از روشِ پیل کراں تا کراں  
کرد بد روازہ مشرقِ شباب  
قبہ خورشید بر آمد بلند  
شد بکہ چاشت بدولت سوا  
سوی در دولت از ان فقیاب  
باد رواں گشت ہم باد پلے  
سر سہر اندام زمیں شد گراں

خامہ کہ صد نامہ پیلے نشست  
 علم جہاں را ہمہ بروے نشست  
 آنکہ میں مسرور او با گہ  
 و آنکہ گمیں سحیش او باشکر  
 آئینہ دیدہ صورت گراں  
 صورت ہر نقش کہ جوئی دراں  
 من چو بریں آئینہ رونماے  
 مورچہ ریختم آئینہ زلے  
 ہمت مردانہ بہ بستم بکار  
 ریختم از خامہ دُر شاہوار  
 بازیما قلم تا سہ ماہ  
 روز و شب از نقش سقید و سیاہ  
 تا ز دل کم ہنر و طبع بست  
 ساختہ گشت از روش خامہ  
 در رمضان شد بسعادت تمام  
 آنچہ بتایخ ز ہجرت گزشت  
 سال من امروز اگر برسی  
 زین نمط آراستہ بکرمی چو ماہ  
 تا چو شود خاص خداوند خویش  
 رہت بگویم ہمیشش بودوسی  
 باد قبول دل داناے شاہ  
 ایں غزل بندہ بخواند بہ پیش

## غزل

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر برمی کند  
 سبزہ رادر ہر چمن بر آب دیکرمی کند  
 گرد برمی آید از عالم کہ از امساک ابر  
 مکاہ بخشش عالمے رادر زماں ترمی کند  
 سر بہر باغی دروں گردند مستان عیش  
 سر و من تاد کہ امرو بلخ سر برمی کند



صحنکِ زرینِ سما شد سفال  
 خنکِ سماروے بچوں نہا  
 مقررہ بر بستہ ہر چائیکے  
 نشانہ اسپاں کہ ہم سود روے  
 کو کبہ چوں فلک آراستہ  
 شاہ بدر وازہ دولت نشینت  
 توسن شہ راز نثار افگناں  
 نعل کہ نشست بگو ہر دروں  
 پتر کہ در چرخ شد از جلے خویش  
 زان عجے کو ز برش نمی گشت  
 شد چو عروسے بہاؤ بھی  
 کوس خبر کرد بگوش از خروش  
 بانگِ ہلِ خاست کران تا کران  
 نعمتِ مطرب ز گلو گاہ ساز  
 زہرہ دراں انجمنِ اختران  
 ماہ و شان چرخ زنِ دیپے کوب  
 شمعِ شکر و شش بزباں آوری

گشت گل آلودہ چو چرخ کُلال  
 گرد زمیں بر شد و میدانش داد  
 تازکناں بر سر ہر تازکے  
 یافت ہم از سر ہر شانہ موے  
 گردِ نظرتا بفلک خاستہ  
 داد بدر وازہ کشادیکہ فیت  
 گشت مکمل بچا ہر عنان  
 گوئی از آہن گہر آمد بروں  
 چرخ رواں گشت سراپے خویش  
 از عجبِ خویش سرش نمی گشت  
 جلوہ کناں پیشِ نشکوہ شہی  
 وز خبرش بے خبری یافت گوش  
 تعبہ شد کاسہ گردوں دراں  
 گوشِ نیوشندہ ہی کرد باز  
 رام شدہ از دم رہشکراں  
 گشتہ بموازہ شہ خاکروب  
 سوختہ جانہا بحرارت گری

بسکہ شد آوازِ جرسِ چندیل  
 بسکہ علمِ ہائے سیه شد بامہ  
 یافت از ایتِ شبنمِ گداغ  
 صفِ سپاہ از علمِ سرخ و زرد  
 از علمِ لعل کہ بر پسخِ سود  
 نوکِ سناں کرد ببالا گزر  
 در تہ پرچم کہ سناں گشت گم  
 کرد سناں گاؤ فلک را ز بوں  
 شہ تیرِ پترِ سیہ مے جمید  
 بود در اں دائرہ شامِ گوں  
 تیغ بہ پیرامنِ چرخشِ قطار  
 بود بیک جلے صفِ تیغ و تیر  
 بانگِ روار و کہ برآمد بلند  
 پرہ زدہ تیغِ زناں سرسہر  
 زان ہمہ لشکر کہ زمیں می شست  
 شد زمیں از لعلِ نقبش و بکار  
 گرد کہ بر شد ز زمیں ہر زماں

ہر طے فے گشت کراں گوشِ پیل  
 ماہ نہاں گشت در ابرِ سیاہ  
 شد پر طوطیِ فلک پترِ زاغ  
 نسخہ دسیہ چہ نور و ز کرد  
 طاسکے رشید پر از خون نمود  
 گشت کبوتر بہو اسخِ پر  
 نیزہ شد از نوکِ سناں گاؤ دم  
 شد ز دم گاؤ ہوا گاؤ گوں  
 اولِ شبِ صبحِ دومِ مید مید  
 مردم دیدہ بسیاہی دروں  
 ابریکے قطرہ آبش ہزار  
 ہچو نیتاں بلبِ آبگیر  
 غلغلہ در گنبدِ گردوں نکند  
 پرہ شاں گشت بکلیدِ ظفر  
 کرہ کلِ مرکبِ زیرِ پشتِ گشت  
 چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار  
 کاسہ جمل شد طبقِ آسماں

رہ دہ لے دیدہ و خارِ مژہ را کیوں کن  
 جاں کہ بگرختہ بود از غمِ ہجراں بعدم  
 جانِ من چشمِ ازاں کہ کہ بروے توفتا  
 نطن نبود ایں کہ ز خوابِ دلِ من باز آید  
 باز ناید دلِ من کرچہ بکویتِ صدار  
 چوں بکویے تو رومِ خلقِ برآرد فریاد  
 ہر کسم گوید باز آئی از و تا بر ہی  
 بندہٗ تحسرو ز تو دیدہ پوشید و رفت  
 کہ خرامان و خوش آں سرورواں باز آمد  
 خبر آمدنش آمد و آں باز آمد  
 جز تو در ہرچہ تو اں دید ازاں باز آمد  
 تا ترا دید کہ کن کہ چساں باز آمد  
 شاد ماں رفت و بفریاد و فغان باز آمد  
 کاینک آں عاشقِ بیچارہ جاں باز آمد  
 گردلِ ایں ست کہ دارم نتواں باز آمد  
 چوں میسر نشدش دیدہ کنان باز آمد

سخن از ختم کتاب بخط خواہش غدر

کہ بچویند خطار ابد رستی برہاں

من کہ دریں آئینہٗ پر خیال  
 کس چہ شناسد کہ چہ خونِ خود رہ ام  
 ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر  
 تا نہم از فکرِ پنهانش  
 ہر گہرے بیتے و کانے درو  
 درتہٗ حرفش ہمہ باریکی ست  
 بگر سخن را بنمودم جمال  
 کیں گہر از حقہٗ برآوردہ ام  
 از خوے پیشانی و خونِ جگر  
 کہ بگر گاہ بہ پیشانش  
 ہر درقے ملک جہانے درو  
 آبِ خضر در دلِ تار کی ست

ملک بپا کو فتنِ بوالعجب	پانہ میں شانِ رسید از طرب
پیکرِ شانِ طرہ چو بالا فشانہ	صورتِ قہرِ تجریم بسانہ
گرچہ صورتِ نرزد چشمِ لیک	چشمِ زدازد دیدنِ رُخِ نیک
شاہِ بظانِ آں کار گاہ	نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہی راند و عنای می کشند	تا بشرفِ خانہ دولت رسید
از سہمِ اپیش فلک آوازہ فیت	خانہ دولت شرفِ تازہ فیت
رفت چو دربار گہ از بارگی	بندہ شدش بختِ بیکبارگی
بسکہ فشانند ز ہر سونٹار	فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
خاکِ نہاں گشت بدرِ تیش	کس نتوانست کہ بوسد زمیں
بزمِ بیارہست شہِ بزمِ ساز	بست زمیں را بجو اہر طراز
جشنِ فریدونِ طرب گاہِ جم	تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج	خواستہ می داد و ہمی برد سنج
از شبِ تار و ز سحرِ تابشام	بزمِ نہ گشتش تہی از رود و جام
بادِ مدّاش بطرب و تنگاہ	رود ز نشِ زہرہ و ساقیش ماہ
مطربِ درِ بولے سرود	ایں غزل از آبِ دامنِ تر بردود

### غزل

عمرِ گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد      وزیرِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت که کنوش بقد  
 تا چو دریں بگری لے بشمند  
 بیزش این حرف کن از فکر تیز  
 و ز جمل باز کشتای شمار  
 خواہش از خامہ زنان گزین  
 زانکہ خراشیدہ مردم بود  
 اینت مبارک خلف نامہ را  
 خامہ من گرچہ تراش افکنست  
 ز باغ زبانی کہ بفرہماے  
 ہم ز نئے تشک بنا تم دہد  
 ہر سخنے کز رقص یافت داغ  
 زیں ہمہ سودا کہ فرو نخم  
 چند کم بود بدل کیں خیال  
 بود و اندیشہ من چند گاہ  
 چند صفت گویم و آبش دہم  
 باز نمایم صفت ہر چہست

بستم و دادم بامینان نقد  
 بیش و کمش باز شناسی کہ چند  
 خواں تو قرآن نامہ سعیدین نیز  
 نصف دو چار و پچل و سہ ہزار  
 آنکہ نہ کرد در تے کم ازین  
 آہ کسے کش خلف کم بود  
 دودہ ازین بہ بنود خامہ را  
 زوچہ گر با کہ تراش مست  
 کبک و اں را بز نزع پلے  
 ہم ز سود آب جیاقم دہد  
 طعمہ طوطی ست بمنقار زاغ  
 چیت ز معنی کہ نا نیک ختم  
 تازہ کم ہر صفتہ را جمال  
 کز دل دانند حکمت پناہ  
 جمع اوصاف خطا بش دہم  
 شرح دہم معرفت ہر چہست

حرفِ نشیمنِ معنی خورشید تاب	رہت چو اندر دلِ شب تاب
شپہ را مہرِ منور مدام	مورچہ را ملکِ سیلماں بجام
گنجِ گہ در شبہ داشتہ	شب ز کو اکب علمِ افراختہ
ہر حبشی پیکرے رومیِ جمال	رومِ سخن را ز حبش داخال
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز	ہمچو بلائے ست بباگِ نما
ہر رقمِ لغت رموزش بحیب	چوں شبِ معراج پر از غیب
لفظہ ہر حرفِ بزیب ترین	مردمکِ چشمِ معانی یقین
ذوقِ خیالاتِ زمستی پُر	دارے جراحِ دومِ بخیہ بُر
ہر غزلِ دشنہٗ عشاقِ کُش	پیش کہ بکشد ز دروں پردہٗ پُش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع	بلک گزشتہ ز سمواتِ سبع
دید چو این مثنویِ بیش را	تیر قلم کرد سرخویش را
ہر یک ازین بیت کہ جنتِ مست	شد خوشیِ دل کہ چو جنتِ مست
چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند	حیف بود زو کہ یکے کم کنند
من چو نکر دم عددش از نخست	کم شد و سرمایہ نامدش درست

۱۱ یعنی ذوقِ خیالاتِ من از مستی بسیار مانند داروے ہیونشی جراحِ ست کہ بوقتِ دوختن زخمِ بعض  
دہ و افسوں غرارانِ ست کہ بوقتِ بریدن جیبِ دمنده ۱۲

۱۳ یعنی ہر غزلِ من دشنہٗ عشاقِ کُش ست و بر دے آنکس کہ پردہ از دل بردار یعنی ہونشیار و صاحبِ شش  
باشد ۱۴

نرپے آں شد قلم سحر سنج  
 منکہ نہادم ز سخن گنج پاک  
 گرد ہم تا جور سر بلند  
 ورنہ ہد زان خودم را نگاہاں  
 یک جوازیں فن چو بدماں نہم  
 شیرم ورنج از پئے یاراں برم  
 ہرچہ کہ پناہاں کنی از محراں  
 مار کہ بخشش بود اندر معاک  
 زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام  
 ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر  
 ورد ہم گنج فریدون و جم  
 کام ازین نامہ عنوان کشاے  
 کانچہ درین سمت چو بیند کسے  
 ہر صفتے را کہ بر نگنختہ ام  
 مور شد م بر شکر خویش و بس  
 گرچہ در چیدہ بسے دیدہ ام  
 کز پئے ایں مار شینم بر گنج  
 گنج ز راند رنظم حسیت خاک  
 دُرنتواں بازہ دریا فگند  
 رنجہ نکر دم چو تہی ما نگاہاں  
 وہ کلم آں را و بصدتن دہم  
 نے چو سگ خانہ کہ تنہا خورم  
 سنگ ہماں باشد و گو ہر ہماں  
 حاصل اوحسیت از اں گنج خاک  
 کاب نہ دریاے کرم خوردہ ام  
 کس نہ فشا ند بدوسہ بدرہ ر  
 ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم  
 نام بلندست کہ ماند بجائے  
 یاد کند از من میکس بسے  
 شعبہ تازہ در وختہ ام  
 در نزد م دست بجلاوے کس  
 مہرہ نخیں کز گہرے چیدہ ام

لے یعنی ایں کار (شاعری) از براے طبع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

بفکنم از حبیب گهرها به پیش  
 طرز سخن را روشن نو دهم  
 نوکنم اندازۀ رسم کهن  
 و رنگرم تاجچه در افشاندۀ ام  
 آنکه به بلنم به هنر بیشتر  
 آنچه هنر هست بگیسم نگو  
 کحلِ بصر نو کستم از هر مداد  
 اول از آنجا که برانگیزمش  
 سکه خود زین من اندیشه را  
 آنچه ز سر جوشِ دلِ نقش بند  
 موے بمویش به هنر بنختم  
 وصف زان کونه شد از دل برو  
 زین پس اگر عمر بود چند گاه  
 رنگبختِ یاد ت ندیم خامه را  
 کاچه همی شد بدلم خار خار  
 گرچه شه از بس چنین نامه  
 کرد نکوئی که نکوئی کنند

تاجِ خودش سازم و دامن خویش  
 سکه ایس ملک بخسرو دهم  
 پس روی پیش روان سخن  
 تا بچه ترتیب سخن رانده ام  
 کوشش آن راه کنم بیشتر  
 و آنچه جز این ست نگیرم ازو  
 نورِ بصر نوکنم از هر سواد  
 بر کستم آنجا که فرو ریزمش  
 تا نه نشانم نه نشینم ز پاے  
 معنی نو بود خیالِ بلند  
 پنجه و سنجیده درو ریختم  
 کانِ دگرے را بدل آید که چو  
 کم هوس آید به سفید و سیاه  
 ساده ترین نقش کنم نامه را  
 یافت درین گلشن رنگین بکار  
 داد مرا گرمی بهنگامه  
 بر چو منی آنچه تو گوئی کنند



کے شود ایں مایہ از آں کسے  
 درخور ہر لب بنود ایں زلال  
 جلوہ گر من کہ رخ آہستہ ست  
 درنگر از مقنعہ تا دہنش  
 زیور نو کردہ نگار چہیں  
 لیک بہ نظارہ کہ زلف و خال  
 پیش نگوینک مگو بد ز پس  
 درچہ ترا گفتن بد فن بود  
 آنکہ بہ نقصان خیال من اند  
 بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس  
 در سخن افتد ہمہ اپچ پیچ  
 چوں عملے لازم صورت بود  
 آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش  
 ہر گل و خارے کہ رسد زیں خراب  
 ہرچہ ستایش کند مرد ہوش  
 زانکہ چو زیں فن بغرور اوقتم  
 چرب زبانی نہ بود سود مند

گنج نہ گنج بدہان کسے  
 کیست کہ اینجا برساند خیال  
 جلوہ کناں پیش تو برخواست  
 عاریتے نیست بہ پیرا ہش  
 نغز بود دیدن یا رچہیں  
 بدیہ او شرط بود در حال  
 بدیہ ایں رے ہین ست و بس  
 آں بد تو نیکی کوئی من بود  
 جملہ گواہان کمال من اند  
 بے ہنراں را نہ کند یاد کس  
 پیوں سخن نیست چہ گویند پیچ  
 نیک بد خلق ضرورت بود  
 زخم زناں ہرے از اندازہ بیش  
 نے خوش از اں گرم نے رنجہ زرا  
 گرچہ بود راست نیارم گبوش  
 ترسم ازیں مرتبہ دور اوقتم  
 طفل بود کش بفریبی بقند

نیست ز کس لولے لالے من  
 نکتہ من گو ہر کان من ست  
 دزد نہ ام خانہ بُر دیگرے  
 مایہ ہر دزد کہ در عالم ست  
 ہر چہ کہ از دل در یکنوں کشم  
 زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں  
 قلب نے چند بہر گوشہ ہست  
 نقب نہ وہ خنج نہاں مرا  
 دزد متاع من و با من بچوش  
 خانہ فکر ہمہ روزن کنند  
 نقد مرا پیش من آرند رات  
 شرم نہ دارند و بخوانند گرم  
 طرفہ کہ شاں دزد من از شرم پاک  
 باز کشا یند خیالے کہ ہست  
 پرفن شاں گرچہ روائی دہد  
 آنکہ دریں گنج نہاں جو ہر ہی  
 دُر کہ نقد ز افسر شاہ جہاں

ثر ف بہیں در تہ دریائے من  
 زان کسے نیست از آن من ست  
 خانہ کشادہ ز در دیگرے  
 گرچہ قزون ست بقیت کم ست  
 زہرہ آں نیست کہ بیروں کشم  
 اینیم نیست ز غارتگر اں  
 کز زمرین پارہ دہندم بدست  
 مرغ شدہ ریزہ خوان مرا  
 شاں بزباں آوری و من خموش  
 جستن حسنت ہم از من کنند  
 من کنم حسنت کز آن شہادت  
 با من و من پیچ نگویم ز شرم  
 صاحب کالا من دمن شرمناک  
 در چہ کشا یند نہ اند بست  
 سستی ہر بیت گوا می دہد  
 باز شناسد کہ گہ زان نیست  
 سفلہ اگر یافت نما نہاں

من بد کس ناورم اندر زبا  
 چو نکه جہاں پز خیسست و خس  
 گرمی دل نیست چو حاصل مرا  
 تلکے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم  
 نام گدا کے کم اسکندرے  
 محتشاند دریں روزگار  
 کور دل از دولت کوتہ نظر  
 گوش کرانی ہمہ ناموس جوے  
 لازم شاں گشت ز نقصان ہو  
 حاتم درستم شدہ در جلے لاف  
 بے کرے نام فروشی کند  
 خوردہ بدرویش نیارند پیش  
 شاخ گلے تحفہ مراد را کند  
 گر گسے باشد و شاں خواں نشین  
 و آنچه بود درست ندارم نہاں  
 روے نمی تابدم از ہیچکس  
 سرد شد از آب سخن دل مرا  
 بے غرض آماج خدنگی شوم  
 خلعت عینی فکرم بر خرے  
 مس بزرا ندودہ ناقص عیار  
 دولت شاں از دل شاں کو رتر  
 سفلہ و ش دوں صفت تنگوبے  
 کوشی چشم و درازی گوش  
 چون زین حائض کہ بود مصاف  
 بے گہرے مرتبہ کوشی کند  
 پیش رسانند بد آنجا کہ پیش  
 کز پے بغیش تقاضا کند  
 سرکہ دہند و طلبند انگبیس

۱۵ یعنی ہرچہ کے گویدے شہوندہ از کوتاہ چہتی خود امتیاز حق و باطل ندارند ۱۲

۱۶ یعنی سرف حق بجا در نمی رسانند و بغیر مستحقاں دہند ۱۳

۱۷ یعنی شاخ گل پیش کے تحفہ برند و بعض آں باغ خواہند ۱۴

آنکہ شناسندہ این گوہرست  
گر ہمہ نفرین کندم درخورست  
و آنکہ بہ تقلید نشست اندرین  
نشوم ار خود کندم آفرین  
مردم داناکہ بود نیک نحوہ  
نیک شنو گفیت بد از بے نحوہ  
و آنکہ بہ بدگفت گرفت ست نحوہ  
نیک نگوید کہ نیاید از د  
بد نتوان گفت نکور اچونیت  
یابد و یانیک بروں از دمنیت  
ہست اگر سکہ نیکو نیش  
نیک نگویند چو بدگویش  
در زبدی خال بود بر خدش  
خود نتواند کہ بپوشد بدش  
گیر کہ پوشی ہمہ عیش بہ زور  
پند توان داشت نہاں چشم کو  
باز کسے راکہ حدرہ زند  
زخمہ دریں رہ نہ کیے دہ زند  
گر مثل صد ہنر آرم ز غیب  
از ہنر خود ہمہ کس دم زند  
ہیچ نکما ہے نکند جز بہ عیب  
جو ہر ہر مرد کہ در عالم ست  
آنکہ کم ست او ہمہ را کم زند  
کم نہ زند مرد کسے را اولیک  
بد ہمہ جابد بود و نیک نیک  
صد سخن راست نہ گیرد بہ ہیچ  
یک تم کر کند نگشت چہ ہیچ  
گر بہ ازیں نیست گہ سفتنش  
عیب بود عیب کسان گفتنش  
در کم ازیں مایہ رسیدش ز غیب  
طفل رہ ماست نہ طفلان عیب

پشتِ نجویم نہ پنا ہے ز کس  
 تا بطمع بر در ہر کم ز نے  
 خسر و من بگزرا زیں گفتگوے  
 چشم تو از عیب تو دیدن تہیست  
 چشمِ بخود باز مکن چوں خساں  
 عیست نظر سے خود انداختن  
 زیں دوسہ اوراقِ فرخِ فرد  
 تاکہ ازیں مایہ بے پائنگاں  
 چوں جرست چند فغانِ تہی  
 کامِ جلاجل کہ بیاں تنگیست  
 زورِ جوانی برہ آورد پایے  
 نامہ ہستی بسوا دے گزشت  
 شد ہمہ عمرت بشمارِ چین  
 ہر چہ دریں تختہ قلم نقش لبست  
 سوخت دلم زیں رقمِ دو دواں  
 چوں بخداوند گنم رے و بس  
 ننگِ خیاں نہ گذر چو منے  
 نیکی خویش و بد غیرے مگوے  
 از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست  
 میں سے خود لیکِ بچشمِ کساں  
 صورتِ خود قبلہ خود ساختن  
 چند تو اں نازشِ ہیودہ کرد  
 بانگِ بر آری چو فرو مانگاں  
 خشکِ بانی و میانِ تہی  
 بانگِ نفیرش ز سبکِ سنگیست  
 وز تو ز رفتِ اس فنِ اندیشہ زائے  
 عمر بہ ہیودنِ بادے گزشت  
 وہ کہ جنیں عمرے و کارِ جنیں  
 ز اں ہمہ جز با دنیا مدد بست  
 پختہ شدی پے سوداے خام

۱۔ مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند و دین شاں تنگ باشد ۱۲

۲۔ دودہ دام سیہ خام ۱۲

۳۔ پختہ شدی لے پیر شدی ۱۲

بیش ستانند و دہند اند کے تانہی دہ - نہندت یکے  
گر برسانند مثل برگدائے یکے مے یہ طلبند از خدا

## صفتِ خاتمہ و قطع تعلق کردن از پے اخترہ صحبتِ اربابِ جہاں

بروز سرمایہ خود مدخلے بدرہ دینار بجا جملے  
گفت کہ بپذیر و عطاے بکن تا شود م بیش دعائے بکن  
پیر گفتش کہ چو پیشیت ہوست انجہ کہ کم میکنی از خود خطاست  
گفت بدو منعم سود آ زمانے کا پنچہ دہم سود بجوم بجائے  
مرد پذیرندہ بخواب و خورد ق بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد  
باز پذیر این ز چو من مفلسے زانکہ تو مفلس تری از من بسے  
چوں ہمہ میل تو بہ بیشی درست ایں کم تو ہم بتواولی ترست  
آنکہ ندارد صفتِ مردمی نیست برآدمیاں آدمی  
خاصہ کسانیکہ ہمت کم اند ظن نہرم کز نسب آدمند  
ایں سخن چند کہ بخوابست شاعری نیست ہمہ رستست  
گرچہ چنین رست نباید ہفت رست بسے ہست کہ نتوانش گفت  
یک بخوابش چو مر نیست را ق جز بخدایا بدر بادشاہ  
ہرچہ بگفتم ز کسم باک نیست ز ہر نخورد م غم تریاک نیست  
نیت آں دارم ازین پس را کز درشہ نیز شوم بے نیاز

چوں نگری حاصل چندیں گزند      بیدہ باشد و ناسودمند  
 ایں قدر اندیشه خاطر زدے      گر شودت صرف بیا دخالے  
 گرچہ نہ در عالم رازت برد      بارے ازیں بیدہ بازت خرد  
 جان و دل غائب تو از حضور      دور نباشد کہ نباشند دور  
 کیست کہ آبخاشد و کارے نیت      کیست کہ آں در زد و بارے نیت  
 صدق دریں مرحلہ یارِ قومیست      مگر رازیں کار کہ کارِ قومیست  
 بہست چو در سکہ پیرِ نیت روے      ترک ہو سہاے جو اماں بکوے  
 شعر چو باد دست نہ باد بہار      بادِ خزاںے کہ بر آرد غبار  
 کم کن ازاں باد کہ گرد آورد      و آخر کارت دم سر آورد  
 پیشہ خموشی کن و دمساز شو      بلبل باغ آمدہ باز شو  
 ور ہوں مثنویت در دلست      حل کنم ایں بر تو کہ بس شکلست  
 در روشے گز تو نیاید مرو      گفت بدم شنو و نیکو شنو  
 نظم نظامی بہ لطافت چو دور      وز دور او سر بر آفاق پُر  
 پس چو تو کم مایہ بسیار لاف      دُر شمری مہرہ خویش از گراف  
 چیت در اں کم کہ بچویش باز      تاچہ نہ گفت ست کہ گویش باز  
 پنختہ از و شد چو معانی تمام      خام بود پنختن سوداے خام

سر بر ہی باز نبردی دریغ  
 راہ بجائے نہ سپردی دریغ  
 زانچہ بگفتی بخطا و صواب  
 چونتہ پر سند چہ گوئی جواب  
 از پئے تلے کہ مبادش اُمید  
 نامہ سیہ کردی و دیدہ سفید  
 گر چہ شد آوازہ بچسبِ کبود  
 چون تلخ شدی نامِ بلندت چہ سود  
 صورتِ قیامت کہ بر آید بلند  
 نامِ بلندت نہ بود سود مند  
 ایں رقمِ امروز کہ سوداے تست  
 سلسلہ گردنِ فرداے تست  
 چند پوئی و رپئے ایں ترہات  
 چند بظلتِ گزرائی حیات  
 گیر کہ نظمتِ سخن از دُر کند  
 پس بدروغ چہ تفاخر کند  
 یک ہزارند دولتِ آرد فروغ  
 رہست بگویم کہ نگوئی دروغ  
 حاصلِ تزویر کم و کاستیت  
 رستی آور کہ دروغت بے ست  
 تا بود اندر فنِ شہرت ہوس  
 پائے ازیں دائرہ یک سوے نہ  
 پیچ خبر داری از اندیشہ  
 پیچ نگوئی بکس از ہماں  
 از ہمہ جاد ل بکراں داشتہ  
 ہمہتِ دل جملہ بر آں داشتہ  
 بس کہ دلت گرد و از اندیشہ نول  
 تمانخے را ز دل آری بروں



و رہو ست می نہ گزار و عنایں      ق      می کشت دل بہ خیالِ چنایں  
 گوش آں کن کہ دیں را دینک      ز اں کل تر بوی دہنت نہ تنک  
 از پی بخشش بخدا آرزوے      یک غنایت ز بزرگان بجوے  
 رنج نہ بردل گویاے خویش      یک دجوئی ز گویاے خویش  
 سوزِ سخن را نہ بخامی طلب      پختگیں ہم ز نظامی طلب  
 سوزِ تکلف خس و خاکِ سرت      چاشنی سوختگاں دیگر ست  
 یک اگر پند من آری بکوش      مصلحت آست کہ بافی خموش  
 چل شد و در نہجت آندشت      پیش میں پیش کہ افتی لبشت  
 نوبت تو بہ ست گرانی مکن      روے بہ پیری ست جوانی مکن  
 در غفلت یادِ جوانی دہد      ق      وز خوشی طبع نشانی دہد  
 تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند      ہر چہ تو کوئی بہ ازاں گفتہ اند  
 نوبتِ سعدی کہ مبادا مکن      شرم نداری کہ بگوئی سخن  
 ترکِ ہوس گیر و ہے پیش گیر      رہ بسوے مصلحتِ خویش گیر  
 آں کن و آں ساز کریں کچا      چوں بر می توشہ بخوی براہ  
 تا کہ بغفلت نہ نشانہ یخیز      پیشتر از مرگ بغفلت گریز  
 چند کنی خواب دریں رہگز      خواہ گمت ہست بجائے دگر

زینِ وخیالی کہ ترا کثر مُرست  
 بکُز رازیں خانہ کہ بجے تو نمیت  
 کالبدے داری و جاں اندرست  
 تا بود این سکہ لبِ عالم درست  
 بہ کہ دیرِ حبشِ طبعِ آزماے  
 گفتہ اور اشنو و گوشِ باش  
 سحر و رانے کہ درودیدہ اند  
 ثمنوی اور ہمتِ ثنائے بگوے  
 ایں ہمہ ز الصافِ نکرزِ نمیت  
 گر نہ بدی ایں غلطِ جاں نواز  
 لیک چو سر ہا ہمہ زان بوخوسیت  
 تا بود آوازہ قمری بباغ  
 آنکہ چشیدہت مے خوشگوار  
 جستنِ آں مایہ خیالِ گزست  
 ویں ہ بار یک سپے ٹوست  
 ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندرست  
 برتنِ تو کے بود ایں شتہ چیت  
 سر نہیِ اول و انگاہِ پایے  
 گفتِ مرا بشنو و خاموشِ باش  
 خامشیِ خویش پسندیدہ اند  
 بشنوش از دور و دعائے بگوے  
 گر تو نہ بینی دگرے کو نمیت  
 بو کہ دلم را بتو بودی نیاز  
 عودِ تو آں جا علفِ آتشست  
 کس نہ بد گوشِ با و از زراغ  
 دُر د کشد درِ سر آرد خار

۱۷ کثر مرے کج معنی بیودہ ۱۲

۱۸ ایں سکہ لے ثمنوی نظامی ۱۲

۱۹ حضرت امیر خسرو دینِ اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلہ ثمنوی نظامی ثمنوی تو چہ چیزست ۱۲

ہرچہ رسد بیش خورد کم مخور  
 وانچہ بہ قسمت بہازل زانست  
 وانچہ قضا نیست بیاں یافتن  
 ورچہ بگردی ہمہ بالا و لست  
 ہرچہ بجوئی و نیابی مرج  
 چندچو موران سرا سیمہ گرد  
 عاقبت آں مور بہر خانہ  
 گرچہ کہ زر جانت جویں لبے  
 ہو بہر چرپینہ کہ زبندہ تر  
 جاں کہ ہمہ درپئے این خاک رفت  
 طفل شود و فتنہ بریں خاک زرد  
 ایں گل رنگین کہ فریب دلست  
 عقل کسے رہست کہ گردش گشت  
 تا مد سے میرسدت زیں خراس  
 قرص جو آں کس کہ بدناں گند  
 آنکہ شکبیش بقباعت درست  
 کاں بغذا لذت کاشش دہ

ورنہ رسد ہم ہر سد غم مخور  
 رنجہ مکن دل کہ بدامان تست  
 گرچہ بجوئی نتواں یافتن  
 روزی ازاں بیش نیابی کہست  
 زانکہ خواہش نتواں یافت گنج  
 کم خوری و بیش نہی بہر خورد  
 جاں و بداند رطلب دانہ  
 ورنہ عمرست مخواہ از کسے  
 نیست ز زر سیچ فریذہ تر  
 پاکی آں کس کہ ازیں پاک رفت  
 مردی آں کس کہ غوروش نخورد  
 بہر کہ فریشش نخورد عاقلست  
 آخر ازاں گو نہ کہ آمد گزشت  
 دل مغلن از پئے گندم در آس  
 مرد نہ آں کز پئے زر جاں گند  
 قرص جواز قرص زرش بہرست  
 ویں بطمع خست نہاش دہ

یک نفس زیر زمین ارہوش      بگرو پوشیدہ بر خود مپوش  
 مرتعہ نیست جہاں راچناں      کامدہ را تافت ز رفتن غناں  
 ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست      شربتہ از جام اجل خوردنی ست  
 گرچہ کسے زندہ نماند بے      زندہ جاوید بماند کسے  
 خاک بے خوردن پاک را      سیر نکردست کسے خاک را  
 جاں بشتاب دل اسیر مپوش      خفت ازیں بیش نکردست کس  
 عمر چنیں آدمی بے خبر      باد بسر کردہ کہ خاکش بسر  
 ایں ہمہ بیداری مانختن ست      کامدن مازپے رفتن ست  
 رفتنیا نیم ازیں راہ دور      درچہ ظلمت نہ بصحراے نور  
 گنبد گردندہ وفا کے کند      وائے برو کیں طمع ازوے کند  
 زیں گزر راہ رواں برگزر      چوں گزرندہ است رواں برگزر  
 ایں طبق گل کہ وفاز و کم ست      کاسہ خویش ز سر مروت ست  
 بے نمک ست ایں فلک کاسہ و ش      از نمک وچہ کینی کام خوش  
 نان دہت لیک بخون جگر      توہم از وتر کن و انکہ بخور  
 گر بود خوش خور و بد خو مباش      ورنہ در خجہ مشو گو مباش  
 تنگ مباش از پے عیش فراخ      کاس بری از باغ کہ فیروز شاز

گوشه نشین تا بخیالت بوند  
 راه طلب در روش بیگیاں  
 بوم بویرانہ از اں شد زباغ  
 دُر کہ نہاں رصدفِ آبی ست  
 گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہت  
 چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے  
 بازِ سفیدی - بہوا کن شکا  
 چوں بریدی طمع از نا کساں  
 مردمی نیست چو در چشم کس  
 گل بچہ لگاہ ستوراں مبر  
 بیک از اں جا کہ طمع خوشے  
 از تن کا ز رنتواں شست داغ  
 بہیدہ با توجہ لے می کم  
 ہر چہ دیدم تو دودے بہشت  
 چوں تو چنین غافلے از کار خویش  
 ایں سخن چند کہ از بہر سمع ق  
 فکر بے داد جگر کاہم

ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند  
 تار ہی از کن مکن مردماں  
 تانہ کشد رنج لکد کو ب زراغ  
 بیش بہا از پے کم یا بی ست  
 در ہمہ جار وید از اں کم بہت  
 زود کنی روے ز بہر خنے  
 زراغ نہ جیفہ بگر گس گزار  
 صرف مکن گوہر خود با خساں  
 چشم نگہدار از آسیب خس  
 آئینہ در مجلس کوراں مبر  
 ملک قناعت نہ باز دے لست  
 پیر حواصل نشود پیر زراغ  
 در نہ کشائی تو دے می زخم  
 پند بے دادم و سودے بہشت  
 من بروم بر سر گرفتار خویش  
 طبع پر اگندہ من کرد جمع  
 عمر بے رفت بہ گمراہم

مردِ مرده از خود خورشید جوست	گر زرش از ره نبرد رست
مور که بر سقف دود بقیاس	پاش بلغز چو در افتد بطاس
مال چپ جوئی حتمی نیستش	بهره فروں از شکم نیستش
ترک طمع گیر ز خود شرم دار	تا نه شوی چوں خجلاں شرمسار
دست مکن کفچه که روزی سست	روزی از و خواه که روزی دهست
گر سنه ز آبی که دین تنگناے	نان ملک میطلبی نه از خداے
گر بود صدق که روزی دهست	منت دشمن نه کشتی پیش دست
غره به نزدیکی سلطان مشو	بلبل باغی مگس خواں مشو
هست وے از خرمن هستی خست	تا تو چه باشی که کمی زو بے
گر چه پرد بلبل بستاں بلند	بازی طفلان شود از بهر قند
چند کشتی پیش ملک دست پیش	تات زکواتے دهد از ملک خویش
گریه کنی هر چه بضاعت کنی	ملک تو داری چو قناعت کنی
تشنه بمیر آب زد و ناں خواه	خون خور و از خونچه نشان ناخواه
دل بقباحت نه و خورسند باش	ملکیت این سست خداوند باش
خور کن و آشام بخونای خویش	از پئے نانے چه بری آبخویش
دل ز وفا جوئی دو تاں بکش	خو ز علف گاه حروناں بکش
اهل محو گرد جهان زانکه نیست	ترک جہاں گیر و جہاں داک نیست

چون توشد ایں ہمہ باخیز چرخ  
ہم تو کئی در دلِ خلقِ عزیز  
عیب شناساں کہ سینِ من اند  
بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند  
تو بکرم عیبِ من عیبِ کوش  
در نظر عیب شناساں پوش  
سر مہ انصاف بہر چشم سائے  
بکرِ من آنچہ برایشاں نائے  
داعِ قبولی مکش اندر سرش  
تا کند با حنراں ابرش  
بو کہ بر آرد بہ چنین نام نام  
بر درِ شہ خدمتِ من دِلِ سلام  
در نظر شاہ مباد اکھنسن  
ایں غزلِ ختم بریں شد سخن

## عزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بُر  
پیغام کا لبد بسوے جاں کہ می بُر  
ایں خطِ پر ز مہر لبِ کرمی ہو  
دیں ردِ سر بہر بدرِ ماں کہ می بُر  
ایں نامہ نیست پیرِ کانیست  
پر خونِ دستِ ہجر بجاناں کہ می بُر  
مائم و شرطِ بند گیش باہر از شوق  
ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می بُر  
زیں تنِ مید چون دلِ جانِ مراد  
کشتہ شدیم - قصہ سلطان کہ می بُر  
گفتم بیا گفست کہ دیوانہ گشتہ  
اندوہ مورِ پیشِ سلیمان کہ می بُر  
جاناں مابہ ہجر تو ہر مونسِ کھست  
غم می برد و غمِ ہجران کہ می بُر

بوکہ ہمہ گرمی ہنگامہ  
 سرکہ بے ہست شکر نیستش  
 چوں سخن از لطف نشانے نہا  
 کالبدش صورت جانے نہا  
 وصف براں گو نہ فروزانہ ام  
 خال تکلف زد مش بر جمال  
 دیو بود یافتہ رہ دہشت  
 عیب چنان نیست کہ نہفتہ ام  
 چوں منم اندر قلب کان خویش  
 ہست امیدم کہ سخن پرواں  
 عیب یکے نیست کہ جویند باز  
 خردہ نہ گیرند بزرگی کنند  
 بار خدا با من غافل بہ از  
 گرچہ کہ امروز جمال من ست  
 ہرچہ درو شد رقم از خوب و زشت  
 عفو کن آں را کہ رضائے تویت  
 چوں کرت ہست نہ جرم چہ پاک  
 گیر کہ سفتم در نہا سفتنی  
 یاد کنندم ز چنین نامہ  
 جز صفت چیز دگر نیستش  
 کالبدش صورت جانے نہا  
 کز غرض قصہ فروماندہ ام  
 نغمہ ناید مگر اندر خیال  
 بستن پیرایہ بخاتون بہشت  
 کاخچہ گبویند ہمہ گفتہ ام  
 معترف عجز بہ نقصان خویش  
 چوں نگرند از رویش در اں  
 چوں ہمہ عیب ست چہ گویند با  
 دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند  
 ایں ورق سادہ کہ بستم طراز  
 عاقبت الامر وبال من ست  
 ایں ہمہ تقدیر تو بر من نوشت  
 توبہ وہ از ہرچہ برے تویت  
 تیرہ نہ شد بحر یک مشت خاک  
 یا سخنے بود کہ نہا گفتنی





گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل دارم ولے بگوئے کہ فزائے مہی  
 دردا کہ دل ز خسر و بیجاہ می دزد و آگاہ نے ز بزدل آن کہ می دزد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش اودہ است

تا ابد باقی بباد او مبادش پایاں

— م —